سیرت النبی

یا

تاریخ نبوی

حصہ اول

مولفہ

مولوی محمد فیروز الدین صاحب ڈسکوی

بفرمائش منشی کریم بخش مالک و مہتمم

مفید عام پریس سیالکوٹ

سنہ ۱۳۱۳ھ

ریاض الکتب میں منشی کریم بخش کے اہتمام سے طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
سیرت النبی
یا
تاریخ نبوی
حمد
مناجات
مولا کریم تجھ سا کوئی دوسرا نہیں
یاور نہیں۔ رفیق نہیں۔ آسرا نہیں

تو[1] نے عطا کیا ہے ہمیں خلعتِ وجود
وہ کون ہے سدا تیری جس پر عطا نہیں

ہے[2] تجھ سے ہی وجود و بقا اس جہان کا
تیرے سوا کسی کا وجود و بقا نہیں

رشحات[3] فیض سے تیرے عالم ہے مستفیض
دریائے فیض تیرا کہاں پہ رہا نہیں؟

جانِ[4] جہاں تو ہی تو ہے قیوم عالمیں!
اک چیز کا وجود بھی تیرے سوا نہیں

تو زندگی ہے سب کی سہارا ہر ایک کا
تیرے سوا قیام کسی چیز کا نہیں

---

[1] الذی اعطے کل شیئ خلقہ ثم ھدی - اللہ وہ ذات ہے جس نے ہر شے کو اُس کی خلعت عطا فرمائی - پھر اُسے ایک راہ سجھائی۔

[2] الا لہ الخلق والامر - تبارک اللہ رب العلمین جانا اور عدم سے پیدا کرنا اللہ ہی کا فعل ہے - خدائے رب العالمین بڑا ہی مبارک ہے۔

[3] الحمد للہ رب العلمین - سب خوبیاں اللہ کے لئے جس کے فیض ربوبیت سے ہر شے مستفیض ہے -

[4] الحی القیوم زندہ ہے - اپنی ذات سے قایم - ساری دنیا کا سہارا ہ

ہر[1] ذرہ نور سے تیرے تاباں ہے اے کریم
سورج نہ ہو تو ذرہ کا کیھی پھر پتا نہیں
تو[2] ایک اپنی ذات میں ہے اور صفات میں
ذات و صفات میں تیرے دوئی کی جا نہیں
کرتی[3] ہے کام طاقت عظمیٰ تیری مدام
کس جا ظہور قدرت خلاق کا نہیں
ہر[4] برگ و گل زباں ہے تیری وصف میں سدا؛
غنچہ ہے کونسا جو زباں کھولتا نہیں
گاتے ہیں حمد کا تیرے سب گیت باغ میں
وہ کون جانور ہے جو نغمہ سرا نہیں؟

---

[1] قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض۔ اللہ آسمان وزمین کا نور ہے۔ یعنی تمام آسمان وزمین کی چیزیں اللہ ہی کے نور سے چمک رہی ہیں۔

(۲) قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ وہ اللہ ذات وصفات میں ایک ہے۔ سب اُسی کی طرف دست نیاز پھیلائے ہیں۔ اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔

[3] وقال اللہ لا تتخذوا الٰہین اثنین۔ انما اللہ الٰہ واحد اور اللہ کا حکم ہے کہ دو معبود مت ٹھہراؤ۔ وہ اللہ تو ایک ہی معبود ہے۔

[4] فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئی والیہ ترجعون۔ پس پاک ذات ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر شے کی بادشاہت ہے۔ اور تم سب کی رجوع اُسی کی طرف ہے و ھو الخلاق العلیم اور وہی بڑا خالق اور جاننے والا ہے۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۴ پر

[۵] قوتیں جو ہیں نظر آتی ہیں مستعار
سب عارضی ہیں[۱] اصل تو تیرے سوا نہیں

[۲] تھامے ہوئے ہیں تو نے زمیں اور آسمان
تیرے سوا کوئی بھی انہیں تھامتا نہیں

[۳] دن کام کے لئے ہے شب آرام کے لئے
تو[۴] ہے حکیم کام میں تیرے خطا نہیں

---

[۵] وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم اور کوئی شے نہیں مگر کہ اپنے رب کی خوبیاں بیان کر رہی ہیں۔ مگر تم اُن کا تسبیح پڑھنا سمجھتے نہیں۔

---

[۱] ایاک نعبد وایاک نستعین تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ الیقیم ہر شے اللہ ہی کے سہارے سے قایم ہے۔ الیہ المصیر سب کی رجوع اُسی کی طرف ہے۔

(۲) ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا۔ و لئن زالتا ان امسکہما من احد من بعدہ انہ کان حلیماً غفوراً۔ بے شک اللہ آسمان و زمین کو تھام رہا ہے اس سے کہ زایل ہو جائیں۔ اور جو زایل ہو جائیں۔ تو اُس کے سوا انہیں کوئی تھامنے والا نہیں۔ یقیناً خدا حلم والا بخشنہار ہے۔

[۳] وجعل اللیل سکناً۔ اور خدا نے رات کو چین کا موجب بنایا۔ ومن آیاتہ منامکم باللیل والنہار وابتغاءکم من فضلہ اور اُسی کے نشان قدرت سے ہے۔ تمہارا رات کو سونا اور دن کو اُس کے فضل کی تلاش کرنا۔

[۴] ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ اے خدا یا تو نے یہ سب کچھ فضول نہیں بنایا۔

شمس[1] و قمر ہیں تو نے مسخر کئے ہوئے
کوئی بھی حکم سے تیرے باہر ذرا نہیں

پیدا کیا ہوا[2] کا سمندر زمیں کے گرد
مرجائیں دم میں ہووے جو اک دم ہوا نہیں

ہے[3] ذرہ ذرہ حکم میں تیرے لگا ہوا
وہ کون ہے جو کام میں تیرے لگا نہیں؟

پیدا[4] کئے ہیں تو نے یہ گلہائے رنگ رنگ
آتا بیاں میں حسن تیرے باغ کا نہیں

مٹی[5] سے جلوہ گر ہوئیں پاکیزہ صورتیں
صنعت میں خالقا! کوئی ثانی تیرا نہیں

---

[1] سخر الشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ اس نے آسمان و زمین کو مسخر کیا اور ستارے اس کے حکم میں مسخر ہیں۔

[2] ھو الذی ارسل الریاح - وہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے۔

[3] بیدہ ملکوت کل شیئ اسی کے ہاتھ میں ہر شے کا راج ہے۔ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمھا پتہ تک اس کے علم کے بدون نہیں گرتا۔

[4] الذی احسن کل شیئ خلقہ وہ اللہ کہ جس نے جو چیز بنائی۔ خوبصورت بنائی۔ خلق فسوی بنائی پھر ٹھیک کی۔

[5] وبدء خلق الانسان من طین - انسان کو مٹی سے بنایا۔

دریائے[1] بے کراں ہے تیری حمد اے کریم
نہ ابتدا ہے اُس کی کہیں انتہا نہیں

تیری[2] ثنا کو کون بھلا کر سکے بیاں؟
ہرگز کسی کو طاقت حمد و ثنا نہیں

ہر[3] عیب سے سلام ہے قدوس تیری ذات
نقصان کا دخل عیب کا ہونا روا نہیں

ہے[4] معرضِ زوال میں ہر شے جہان کی
ہرگز بقا کسی کو بھی تیرے سوا نہیں

---

[1] الحمد للہ رب العلمین سب خوبیاں خدائے رب العالمین ہی کے لئے ہیں۔

[2] رسول خدا فرماتے ہیں لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔

[3] ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ۔ ھو الرحمٰن الرحیم۔ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔ الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر۔ سبحان اللہ عما یشرکون۔ ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ۔ یسبح لہ ما فی السموات و الارض وھو العزیز الحکیم۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں چھپی اور کھلی باتوں کا جاننے والا۔ وہی رحمت عامہ اور خاصہ کا مالک ہے۔ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بادشاہ۔ قدوس۔ ہر عیب سے سلامت۔ امن دینے والا۔ نگہبان غالب۔ زبردست۔ بڑائی والا۔ مشرکوں کے شرک لانے سے اُس کی ذات پاک ہے۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا۔ درست کرنے والا۔ تصویر بنانے والا اُسی کے اچھے نام ہیں۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے۔ اُس کو پاک یاد کر رہا ہے۔ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ بقیہ بر صفحہ ۷

رحمت[1] کا ہے ظہور تیرے ہر مکان میں
رحمت نہ ہو تیری۔ تو کسی کا پتا نہیں

ہر[2] روز دیکھتا ہے ہماری خطا ہزار
کرتا خیال اُن کا تو مولا ذرا نہیں

کرتا نہیں ہے رزق کبھی بند اے کریم!
گزرا ہمارا ایک بھی دم بن خطا نہیں

جلدی نہیں ہے کرتا کبھی انتقام میں
تجھ سا کوئی غفور[3] و حلیم اے خدا نہیں

دن[4] رات تجھ سے ہم کو ملیں نعمتیں ہزار
نعمت کو تیرے گن سکیں یہ حوصلہ نہیں

تو[5] دیکھ کر ہمارے بڑے سے بڑے گناہ
ہے پردہ پوش اور کبھی کھولتا نہیں ہے

---

[1] کل شیٔ ھالک الا وجھہ۔ اللہ کی ذات کے سوائے ہر شے ہلاک ہونے والی ہے۔

(۲) ورحمتی وسعت کل شیٔ اور میری رحمت نے ہر شے کو گھیر رکھا ہے۔

[2] الرحمٰن بد و نیک سب کو بلا امتحان عطا فرمانے والا ہے وھو خیر الرازقین اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے۔ [3] واللہ غفور حلیم اور اللہ معاف کرنے والا حلم والا ہے۔ ولو یواخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ ولکن یوخرھم الی اجل مسمی۔ [4] وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ اور جو خدا کی نعمتوں کو گننے لگو کبھی نہ گن سکو انہیں۔

[5] الستار۔ عیبوں کا چھپانے والا۔

ماں[1] باپ سے بھی بڑھ کے کہیں تو رحیم ہے
مولا! عنایتوں کی تیرے انتہا نہیں

دریائے[2] مغفرت تیرا آئے جو جوش میں
عاصی کو خوف روز جزا کا ذرا نہیں

تیری[3] مصیبتیں بھی ہیں بس عین رحمتیں
بندے کو کچھ بھی اس میں شکایت کی جا نہیں

معشوق[4] کا ہے دکھ بھی سکھ عاشق کے واسطے
عاشق وہ کیا کہ رنج میں جس کو مزا نہیں

جو دکھ بھی دے تو اس میں سراسر ہے مصلحت
اصلاح حال کے لئے ہے کچھ برا نہیں

گر رنج دے تو صبر بھی دے اے مرے کریم
کافر ہے شکر جس نے کہ تیرا کیا نہیں

---

[1] رب العالمین - الرحمن الرحیم - دنیا کا رب ہے - بڑا مہربان نہایت رحم والا ۔

[2] لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا - خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو - یقیناً اللہ سب گناہ بخش دے گا ۔

[3] وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون - اور صبر کرنے والوں کو مژدہ دیدے - جبکہ انہیں کوئی مصیبت پہونچتی ہے - تو کہتے ہیں ہم اللہ کا مال ہیں اور اسی کی طرف جانا ہے -

[4] والذین آمنوا اشد حبا للہ اور مومن لوگ سب سے بڑھ کر خدا کے ساتھ پیار کرتے ہیں ۔

ہم مانگتے ہیں تجھ سے شب و روز یہ دُعا
اس کے سوا ہماری کوئی التجا نہیں [1]

اپنے رسول کی ہمیں راہ پر چلائیو
گم ہو گیا جو راہ نبی پر چلا نہیں [2]

فیروزی ہم کو دونو جہاں میں نصیب ہو
فیروزی کی دعا کوئی اس کے سوا نہیں

وہ کام ہم سے ہوں کہ کرے تو اُنہیں پسند
ایسا نہ کام ہو تیری جس میں رضا نہیں [3]

محتاج ہم کو غیر کے در پر نہ کیجیو
تیرے سوا تو کوئی بھی حاجت روا نہیں [4]

سب مشکلیں تو فضل سے آسان کر اے خدا
مولا تیرے سوا کوئی مشکل کشا نہیں

---

[1] اھدنا الصراط المستقیم - اے خدا ہم کو سیدھی راہ دکھا ۔

[2] ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار - اے اللہ دنیا میں بھی ہمکو نیکی عطا فرما - اور آخرت میں بھی نیکی - اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا ۔

[3] حسبنا اللہ ونعم الوکیل - ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے - ۔ ۔ ۔ ۔

وافوض امری الی اللہ اور میں اپنا کام اللہ ہی کے حوالہ کرتا ہوں بقیہ صفحہ ۱۰

دنیا کے فکر و غم سبھی دل سے میرے مٹا
دل میں رہے میرے کوئی تیرے سوا نہیں
تیری محبت اس کو سراسر نصیب ہو
فیروزؔ کچھ جہان سے اور مانگتا نہیں
آمین

مناجات
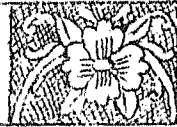
یا ربّ[۱] تو راہ راست سے ہم کو ہٹا نہیں
عیسائی جس پہ چلتے ہیں وہ راہ دکھا نہیں
اولاد[۲] کس طرح ہو خداوند پاک کی
اس کی نظیر و مثل ہی جب دوسرا نہیں

[۳] کاشف الضر تکلیفوں کو رفع کرنے والا ۔

۔ ۔ ۔ ۔ [۱] اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ہم کو راہ راست دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا فضل ہوا۔ ان کی نہیں جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور نہ گمراہوں کی۔ آمین

[۲] لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک۔ نہ اس نے بیٹا بنایا ہے۔ اور نہ کوئی ملک میں اس کا شریک ہے۔ سبحانہ ھو الغنی۔ اس کی ذات پاک ہے ۔ ۔ ۔ بے پرواہ ہے ۔

ہرگز نہیں شریک کوئی اُس کے ملک میں
کر[1] سکتا کام خود وہ بھلا کونسا نہیں

دے سکتا ہے نجات وہ خود سب جہان کو
دخل[2] مسیح اس میں تو مطلق روا نہیں

ہادی[3] خدا ہے آپ مربیٔ جسم و روح
روح القدس کی اس میں ضرورت ذرا نہیں

فرزند و زن سے اسکی منزہ ہے ذات پاک
محتاج[4] زن کا اور وہ اولاد کا نہیں

بیٹا[5] کہاں ہو اُس کا کہاں اُسکا باپ ہو
ہمسری اُس کا جبکہ کوئی دوسرا نہیں

---

[1] فعال لما یرید - جو چاہے کر ڈالتا ہے [2] عیسائی حضرت مسیح کو نجات دینے والا دخیل فی النجات سمجھتے ہیں گویا خدا خود نجات نہیں دے سکتا تھا - جو اقنوم ثانی کی ضرورت پڑی نعوذ باللہ من ذالک [3] یہدی من یشاء جس کو چاہے ہدایت کرے - رب العالمین دنیا کا رب ہے - عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ روح القدس کا یہہ کام ہے کہ وہ لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف لے جاتی ہے - لوگوں کے دلوں میں تاثیر دین حقہ قایم رکھتی ہے -
[4] انی یکون لہ ولد و لم یکن لہ صاحبۃ - اُس کے اولاد کیونکر ہو - اُس کی تو کوئی جورو ہی نہیں -
[5] لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد - نہ اُس کے اولاد ہے - نہ وہ کسی کی اولاد ہے - اُس کا تو کوئی ہمسر ہی نہیں -

فردو صمد ہے ذات احد لیس مثلہ[1]

تثلیث و تثنیہ کا وہاں تو پتا نہیں

وہ تین ہو کے ایک بھلا ہووے کس طرح[2]

عیسائیو یہ عقل میں آتا ذرا نہیں

توریت میں[3] خدا نے ہے فرمایا صاف صاف

میرے حضور کوئی خدا دوسرا نہیں

قولِ مسیح ؑ صاف ہے انجیل میں لکھا[4]

فرمایا آپ نے۔ ذرا اس میں خطا نہیں

---

[1] اللہ الصمد۔ لیس کمثلہ شیئ۔ اللہ بے نیاز ہے اُس کی مانند کوئی شے نہیں۔

[2] توحید حقیقی و تثلیث حقیقی کا اجتماع محال ہے اور سراسر وہم و خیال ہے۔

[3] میرے حضور تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لئے تراشی ہوئی مورت۔ یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر۔ یا نیچے زمین پر۔ یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ مت بنا۔ تو اُنہیں سجدہ نہ کر۔ نہ اُن کی بندگی کر۔ کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں (استثنا ۵ باب ۷۔ ۱۹)

[4] مسیح ؑ نے اُسے جواب دیا۔ کہ سب حکموں میں اول حکم یہ ہے۔ کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے۔ ایک ہی خدا ہے (مرقس ۱۲ باب ۲۹) اسی کے مطابق قرآن شریف میں ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم۔ انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ۔ وماواہ النار۔ وما للظالمین من انصار ۵

وہ جو خدا ہمارا ہے بس ایک ہے خدا
سُن اسرائیل - دوسرا اُس کے سوا نہیں
اللہ کو جب مسیح نے اپنا خدا کہا
عیسیٰ کو کہتے کس لیئے عبدِ خدا نہیں
توحید[1] ہی ہے جب کہ ہمیشہ کی زندگی
قول مسیح مانتے کیوں پھر بھلا نہیں
کہتے[2] ہو تم خدا بھی اُسے اور بشر بھی واہ
محتاج بھی ہو اور غنی یہہ ہوا نہیں
حضرت[3] مسیح نکلے ہیں جب ماں کے پیٹ سے
جز خون حیض اُن کی رہی کچھ غذا نہیں
اور[4] زندگی تھی انکی سدا اکل و شرب پر
بول و براز تک سے رہے جب جدا نہیں

---

[1] اور ہمیشہ کی زندگی یہہ ہے - کہ وہ تجھکو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تونے بھیجا ہے - جانیں -

[2] قالوا اتخذ اللہ ولداً سبحانہ - ھو الغنی - لہ ما فی السموات والارض
وہ بولے خدا نے اولاد پکڑ لی ہے - اُس کی ذات تو ان باتوں سے پاک ہے - وہ غنی ہے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے -

[3] دیکھو لوقا کا پہلا باب -

[4] دیکھو متی ۱۱ باب ۱۹ (متی ۱۱ باب ۱۹)

پتھر پڑیں تمہاری سمجھ اور عقل پر
اُس کو خدا کہو۔ ذرا خوفِ خدا نہیں

بیٹا[1] خدا کا کہتے ہو جب تم مسیح کو
مریم کو کیا کہوگے تمہیں کچھ حیا نہیں

پیدا[2] ہوا تھا باپ سے بیٹا عجب ہے یہ
پوتے سے پھر ہو بیٹا کبھی یہ ہوا نہیں

قولِ[3] مسیح جب کہ ہے انجیل میں یہ صاف
دنیا میں نیک کوئی بھی غیر از خدا نہیں

ابنِ خدا مسیح کو کہتے ہو۔ اس پہ ہائے
جادو کسی نے تم پہ تو آخر کیا نہیں

---

[1] عیسائیوں میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے۔ جو حضرت مریم کو بھی خدا اور خدا کی جورو قرار دیتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ [2] عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ باپ سے بیٹا متولد ہوا اور بیٹے سے روح القدس نکلی۔ پھر تعجب تر یہ کہ جب مسیح کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی۔ تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی (متی ۱ باب ۱۸) کیونکہ جو اُس کے رحم میں ہے۔ سو روح القدس سے ہے (متی ۱ باب ۲۰)

[3] انجیل متی ۱۹ باب ۱۷ وغیرہ میں مسیح اپنے نیک ہونے سے انکار کرتے اور صاف فرماتے ہیں۔ کہ کوئی نیک نہیں۔ مگر ایک یعنی خدا۔

بیٹے[1] خدا کے جب ہیں ہزاروں کتاب میں
ترجیح پھر مسیح کو دینا روا نہیں

کیونکر[2] مسیح حق کا پسر یا کہ ہو خدا
کہلاتے جب الٰہ ۔ خدا انبیا نہیں

بیٹھے[3] اختیار میں نہ مسیحا کے جب سنا
کہتے ہو پھر خدا ۔ کرو ایسا جفا نہیں

حضرت[4] مسیح سوتے تھے اور خالق جہاں
قیوم اور حی ہے سوتا ذرا نہیں

غمگین[5] اور ملال بھی ہوتے مسیح تھے
اور جو خدا ہے وہ کبھی غمگیں ہوا نہیں

حضرت مسیح عجز سے تھے مانگتے دعا
جو خود خدا ہو ۔ وہ تو دعا مانگتا نہیں

---

[1] تواریخ ۲۲ باب ۱۰ (استثنا ۱۴ باب ۱) یوحنا ۲ باب ۱۲ وغیرہ ۔
[2] ۸۲ زبور ۶ ۔ یوحنا ۱۰ باب ۳۴ میں ہے ۔ میں نے تو کہا تم سب خدا ہو ۔
[3] زبدی کے بیٹوں کی نسبت حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ میرے داہنے اور بائیں طرف بیٹھنا میرے اختیار میں نہیں (متی ۲۰ باب ۲۰ ۔ ۲۳)
[4] متی ۸ باب ۲۴ ۔ مرقس ۴ باب ۳۸)
[5] غمگین اور نہایت دلگیر ہونے لگا (متی ۲۶ باب ۳۶)

آئی نظر صلیب - تو کہنے لگے وہیں
ابا! ابا! پیالہ مجھ سے یہہ ٹلتا نہیں[1]

خواہش مسیح کی تھی بہت یہہ بلا ٹلے
افسوس موت کا وہ پیالہ ٹلا نہیں

کھینچا اُنہیں صلیب پہ آخر یہود نے
حال اُن کا وہ ہوا کہ کسی کا ہوا نہیں

کہتے ہو اس مسیح کو - ابن خدا ہے وہ
جو موت کے بھی ہاتھ سے آخر بچا نہیں

اللہ کی ذات پاک ہے ہر عیب و نقص سے
ہرگز صلیب پر اُسے چڑھنا روا نہیں

ٹھٹھے[2][3] اُڑے مسیح پہ کیا حق کی یہہ ہے شان
دنیا کو یوں ہنسائے خدا مسخرا نہیں

---

[1] وہ تھوڑا آگے جا کے زمین پر گرا اور دعا مانگی کہ اگر ہو سکے - تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اور کہا اے ابا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے لیکن نہ وہ جو میں چاہتا ہوں - بلکہ جو تو چاہتا ہے (انجیل مرقس ۱۴ باب ۳۵) [2] اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی (متی ۲۷ باب ۵۰ - مرقس ۱۵ باب ۳۷) [3] صلیب کے وقت مسیح کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا اور ایک کنڈا اس کے ہاتھ میں دیا گیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اس پر ٹھٹھا مار کر کہا گیا اے یہودیوں کے بادشاہ سلام (متی ۲۷ باب ۲۹) [illegible] (لوقا ۲۳ باب ۳۶) لوقا ۲۳ باب ۱۱ (متی ۲۷ باب ۴۱) لوقا ۱۶ باب ۱۴ وغیرہ - تم دغا نہ کھاؤ - خدا ٹھٹھوں میں نہیں اڑایا جاتا (گلتی ۶ باب ۷)

شیطاں[۱] سے آزمائے گئے حضرت مسیح
اور آزمایا جاتا بدی سے خدا نہیں
حضرت[۲] مسیح کو نہ قیامت کی تھی خبر
دامن چھوا[۳] کسی نے تو اُن کو پتا نہیں
انجیر[۴] کے درخت کو دیکھا جو دور سے
یہ بھی خبر نہ تھی وہاں پھل ہے کہ یا نہیں
کہتے ہو اس پہ تم کہ خدا ہے وہی مسیح
ناجی ہمارا کوئی بھی اُس کے سوا نہیں
عیسائیو تمہارے عقیدے ہیں ایسے کیوں
پردہ اگر تمہاری خرد پر پڑا نہیں

متی ۴ باب میں ہے۔ حضرت ۴۰ دن تک شیطان سے آزمائے گئے۔ یہ اُن کی الوہیت کے ابطال کی قطعی دلیل ہے۔ کیونکہ خدا بدیوں سے نہ آپ آزمایا جاتا اور نہ کسی کو آزماتا ہے (یعقوب ۱ باب ۱۳)

(۲) اُس دن اور اُس گھڑی کی بابت نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا (مرقس ۱۳ باب ۳۲)

(۳) مرقس ۵ باب ۳۰ (لوقا ۸ باب ۴۵) میں ہے کہ آپ نے اُس بھیڑ کی طرف متوجہ ہو کے کہا کہ میرے دامن کو کس نے چھوا۔

(۴) دور سے ایک انجیر کا درخت پتوں سے بھرا ہوا دیکھ کے وہ گیا کہ شاید اس میں کچھ پاوے جب وہ اُس پاس گیا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا (مرقس ۱۱ باب ۱۳)

فیروز[1] کی دعا ہے بصد عجز اے خدا
سنتا تیرے سوا کوئی ہرگز دعا نہیں
عیسائیوں کو راہ ہدایت دکھا دکھا!
ہادی کوئی جہان میں تیرے سوا نہیں
سارے[2] جہاں کو کر اسے محمد کا خاک پا
خاک اُس کے سر پہ خاک جو اس کی بنا نہیں

نعت
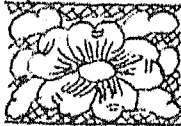
توریت[3] میں وصف تیرے مذکور ہوئے
اوصاف سب انجیل میں مسطور ہوئے
ہے مدح سے پُر تری زبور داؤد
گا گا کے وہ تیرے گیت مسرور ہوئے

---

[1] ان ربی لسمیع الدعاء - یقیناً میرا رب دعا سنتا ہے -

[2] محمد عربی کابروے ہر دو سرا است * کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

[3] دیکھو یسعیاہ کا ۴۲ باب ۱-۹ یسعیاہ ۵۲ باب ۱۳ * پیدائش باب ۱۲ ۱-۳ استثنا ۱۸ باب یوحنا ۱۴ باب ۱۵-۲۹ - وغیرہ

خورشید[1] ہدایت ہے تیرا وہ روشن
سب اہل جہاں ضیا رسے پُر نور ہوئے

اوصاف کمال تیرے اللہ اللہ!
دشمن بھی تیری تعریف میں مجبور ہوئے

تو[2] رحمت عالم ہے تیرا خلق عظیم
قرآں میں یہ تیرے وصف مذکور ہوئے

دیوار[3] نبوت ہوئی کامل تجھ سے +
اُجڑے ہوئے قصر تجھ سے معمور ہوئے

تم[4] آئینہ جمال اللہ و جمیل ....
مظہر ہو۔ صفات حق کے مفطور ہوئے

---

[1] اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو سراج منیر و نور مبین فرمایا ہے [2] چنانچہ اسی کتاب سے ظاہر ہے ×

[2] قال اللہ تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور ہے تو تجھے دنیا کے لئے رحمت بھیجا ہے
وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ اور یقیناً تو خلق عظیم پر ہے

[3] یسوع نے اُنہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں نہیں پڑھا۔ کہ جس پتھر کو راج گروں نے ناپسند کیا۔ وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے۔ اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور ایک قوم کو جو اُس کے میوے لاوے دیدی جائے گی (متی ۲۱ باب ۴۲-۴۳) ایسا ہی ہمارے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ میری اور انبیا کی مثال ایک عمارت کی سی ہے جس میں ایک پتھر کی جگہ باقی تھی جو میرے آنے سے پوری ہوئی۔ [4] ثم دنیٰ فتدلیٰ۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ
پھر قریب ہوا۔ پھر آگے سرکا۔ پھر دو تو سو کا یا اس سے بھی کمتر فاصلہ رہ گیا ×

لولاک لما خلقت الافلاک - کہا[1]
واللہ خدا کے ایسے منظور ہوئے
کونین کی سلطنت ترے زیر نگیں
منشور[2] ترے جہاں میں منشور[3] ہوئے
اعدا ترے رتبہ سے ہیں غافل افسوس!
کیونکر نہ ہوں آنکھوں سے جو معذور ہوئے
جب[4] شمع ہدایت تری چمکی آکر
کفار سب ایک دم میں کافور ہوئے
نقارہ توحید بجا عالم میں
پیرو ہیں ترے حقیقت[5] مشہور ہوئے
جن سے کہ پیا ہے جام وحدت تجھ سے
مخمور[6] وہ ینفخ فی الصور ہوئے
آئے ہیں ترے جو سایہ رحمت میں
مرحوم ہوئے وہ اور مغفور ہوئے

---

۱ اگر تو نہ ہوتا - تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا - تمام دنیا نور محمدی کا ظہور اور حقیقت احمدی کا انکشاف ہے۔
۲ منشور - فرمان - ۳ بکھرا ہوا - پھیلا ہوا - ۴ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون - خدا تو اپنا نور کامل ہی کر کے رہتا ہے - گو منکر برا مانیں - ۵ حقیقت - یکرنگ - خدا کا سچا اور خالص ہونا - ۶ ینفخ فی الصور - اس وقت تک کہ بگل پھونکا جائے - یعنی قیامت تک۔

مقبول ہوئے جو تیرے منظور ہوئے
مقہور ہوئے جو تجھ سے مہجور ہوئے
بھاگے تجھ سے جو رحمت عالمیاں
رحمت سے خدا کی بے گماں دور ہوئے
اونچے[1] ہوئے جھک گئے جو شاہان زماں
انجام کو خود جھکے جو مغرور ہوئے
ڈھونڈا[2] نہ علاج جن نے تجھ سے آکر
بچنے کے نہیں وہ ایسے رنجور ہوئے
دیں[3] تیرا وہ پتھر ہے کہ جس سے آکر
ٹکرائے ہیں جتنے سب کے سب چور ہوئے
اور جن پہ گرا جا کے انہیں پیس دیا
اڑ کر مثلِ ہبا منثور ہوئے

---

[1] جن بادشاہوں نے آنحضرت م کی دعوت مان لی - سرافراختہ ہوگئے - اور جنہوں نے دعوت نہیں مانی - طوعاً و کرہاً ان کو جھکنا پڑا - قیصر و کسرے کی اتنی بڑی بڑی سلطنتیں نیست و نابود ہوگئیں - قال رسول اللہ صلعم اذا ملک کسریٰ لعبداہ واذا ملک قیصر فلا قیصر بعدہ - جب کسرے ہلاک ہوگا تو پھر کوئی اور کسرے نہوگا - جب قیصر ہلاک ہوگا تو پھر اور کوئی قیصر جانشین نہ ہوگا -
[2] ویشف صدور قوم مومنین - اور جو مومنوں کے دلوں کو شفا بخشتا ہے -
[3] انجیل متی ۲۱ باب ۴۴ میں ہے - جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا - اور جس پر وہ گرے اُسے پیس ڈالے گا -

فاتح[1] ہوئے سب جو تجھ سے مضموم ہوئے
ساکن ہوئے تجھ سے وہ مکسور ہوئے

بانی جس جس نے دین حق کی دعوت
وہ مستحق جزائے موفور ہوئے

فیروز ہیں دنیا میں غلامانِ نبی صلعم
عقبےٰ میں مظفر اور منصور ہوئے

نعت

کس منہ سے بیاں ہو شانِ عظمت تیری
افلاک سے ہے[2] بلند رفعت تیری

---

[1] فاتح فتح کرنے والا۔ مضموم ملا ہوا۔ ساکن ٹھہر رہنے والا۔ علاوہ۔ کسر شکستہ۔ معلومات۔ مطلب یہ ہے کہ جو تجھ سے ملے ہیں۔ انہوں نے فتحان کا بیان حاصل کیں۔ اور جو تجھ سے علیحدہ بیٹھے رہے۔ وہ معلومات ہوئے۔ اور خوبی اس شعر میں فاتحہ۔ مضموم۔ ساکن۔ مکسور الفاظ کی ہے کہ حرکات کا ذکر بطور صنعت مراعات النظیر آگیا ہے۔

[2] معراج کی رات آنحضرت صلعم آسمانوں سے بلند تر پرواز کر گئے۔

ہیں[1] یوں تو سب انبیا شریعت والے
اکمل ہے مگر سب سے شریعت تیری

ہر[2] ایک نبی میں تھے جو اخلاق الگ
جامع ہے سب اوصاف کو سیرت تیری

کیونکر نہ معطّر ہو گلستان جہاں
بکھری ہوئی ہے چمن میں نکہت تیری

کس[3] قدر کے لایق تھا بیابان عرب
سرسبز ہوا ہوئی جو بعثت تیری

جبریل[4] فرشتے کو بھی پیچھے چھوڑا
اللہ رے یہ عروج و رفعت تیری

ایذا[5] اعدا سے اور تیرے منہ سے دعا
اللہ رے کیا ہے شان رحمت تیری

[1] الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کیا۔ اور میں نے اپنی نعمت پوری کی اور اسلام کو تمہارا دین پسند کیا۔
[2] حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری + آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ و انک لعلی خلق عظیم ×
[3] یحی الارض بعد موتہا۔ خدا ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔
[4] حضرت جبریل کا مقولہ ہے سہ اگر یک سر موئے برتر پرم + فروغ تجلی بسوزد پرم ×
[5] رسول خدا جب کفار سے ایذا پاتے۔ تو فرماتے ۔۔ اللہم اہد قومی فانہم لا یعلمون خدایا میری قوم کو ہدایت کر کیونکہ وہ جانتے نہیں ×

دکھ پا کے بھلا بروں کا تو نے چاہا
تعریف کے قابل ہے یہ ہمت تیری

بنیاد[1] اڑائی شرک کی عالم سے
توحید میں یکتا ہوئی امت تیری

بڑھ کر[2] ہے تو حسن میں بنی آدم سے
داؤد یہ دیتے ہیں بشارت تیری

حسن[3] یوسف وہیں زلیخا بھولے
دیکھے جو صباحت و ملاحت تیری

کیونکر نہ عجم کا ہو یہاں ناطقہ بند
چکرائے عرب کو جب فصاحت تیری

[1] واتبعت ملتہ ابراہیم حنیفا میں ابراہیم حنیف کی بات کی پیروی کرتا ہوں۔ ھو سماکم المسلمین۔ اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

[2] حضرت داؤد زبور ۴۵ میں فرماتے ہیں۔ تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی کے مطابق حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں۔ ما رایت شیئا احسن من رسول اللہ میں نے رسول خدا سے بڑھ کر کوئی شے خوبصورت نہیں دیکھا۔

[3] فلو سمعوا فی اوصاف خدہ لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد ٭

[4] رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ افصح العرب تھے۔ قرآن شریف کی ایک چھوٹی سی سورت کے برابر کوئی شخص نہ لا سکا۔ وہ نہ قیامت تک لا سکتا ٭

جتنے[1] گذرے ہیں پیشتر پیغمبر[۲]
ظاہر کرتے رہے صداقت تیری
ممکن[2] ہی نہیں ہے نعت احمد فیروز
کتنی ہو فصاحت و بلاغت تیری

---

[1] ساری بائبل آں حضرت ؐ کی تعریف سے بھری ہے۔
[2] بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ۔

دیباچہ
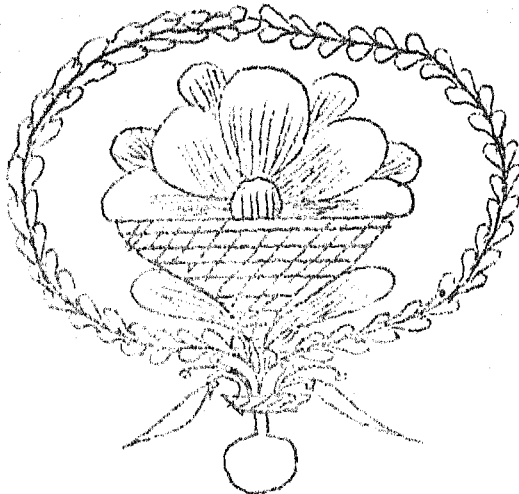
حمد خدا اور نعت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کمترین محمد فیروز الدین ابن قاضی امام الدین صاحب مرحوم ڈسکوی - مدرس ایم - بی - ہائی سکول سیالکوٹ - خدمت میں برادران اسلام و خیر خواہان اسلام کے گذارش کرتا ہے - کہ انہی ایام میں میرے چند مخلصوں اور سچے دوستوں نے جن کے دل میں اسلام کی سچی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے - اور جن کے سینے نور اسلام سے منور - اور عطر عرفان سے معطر ہیں - کمال اصرار سے اس خاکسار کو یوں ارشاد فرمایا - کہ جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات حضرت محمد مصطفے صلعم کا احوال مبارک ولادت سے وفات تک بہ تفصیل - اس طرح تحریر کرو - کہ جس سے جھوٹے بہتانات و افترایات جو معاندین و متعصبین علمائے مسیحی اور پادری آپ پر لگاتے ہیں - انہیں کے ذی ہوش علمائے نصاریٰ کے اقوال سے رد ہو جائیں - اور انہیں کا قول اُن پر حجت ہو جائے - اور سب کو معلوم ہو جائے کہ

جس قدر جھوٹے بہتانات اور واہی اعتراضات اسلام اور
بانی اسلام کی نسبت یہ بازاری پادری قائم کرتے ہیں۔
اور خدا سے نہ ڈر کر عوام کالانعام کو بہکاتے اور دام فریب
میں پھنساتے ہیں۔ وہ کس قدر بیجا اور بے سر و پا اور [illegible]
گھڑے ہوئے ہیں؟ اور کیا وقعت رکھتے ہیں؟ کہ خود انہیں
کے علماء اُن کو نہایت درجہ کا ذلیل اور ناکارہ اور لغو و پوچ
سمجھکر اُن کی تردید فرماتے اور ملزم ٹھیراتے ہیں۔ اور ناکردہ
گناہ اسلام پرسے ان واہی بہتانوں کو دفع فرماتے ہیں۔
اور ساری دنیا پر اسلامی صداقتوں کا آفتاب چمکاتے
ہیں ؛؛

اس عاجز کی کیا بساط تھی۔ کہ اس قسم کی کتاب کی تالیف
کے واسطے دم بھرتا؟ اور اس خاکسار میں کیا لیاقت تھی
کہ اس طرز کی تاریخ نبوی کی ترتیب و تہذیب میں وقت
صرف کرتا۔ لیکن ایسے پیارے احباب کے شوق و ذوق و
حمایت دین و ایمان نے میرا دامن دل کھینچ لیا۔ اور ان
کی دلکش اور پرجوش اور ابھارنے والی تقریروں نے میرے
قلب پر عجیب اثر کیا۔ کہ اپنے اوپر سخت محنت گوارا کرکے

داگرچہ دہنی کام میں مجھے تکلیف بھی راحت معلوم ہوتی ہے، تھوڑے ہی عرصہ میں یہ کتاب اُن کے حسب منشا تیار کر دی ؛

واضح ہو کہ

اس کتاب میں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قریباً کل حال ترتیب وار۔ مفصل۔ معتبر علمائے نصارا کے اقوال۔ انتخاب کرکے مرتب کیا گیا ہے۔ اور جو جو اعتراض۔ آں حضرت ؐ کی سوانح عمری پر عیسائی لوگ کرتے ہیں۔ اُن کا جواب اُنہیں کے علماء سے دلایا گیا ہے۔ اور دروغ گو کو اس کے گھر تک پہونچایا گیا ہے۔ ہاں بعض بعض جگہہ اپنی طرف سے بھی اقوال کی تائید اور بطور ضمیمہ یا حاشیہ جوابات کی توضیح و تفصیل کی گئی ہے۔ مگر امتیاز ہو گیا ہے۔ اور بے حوالہ یا بدون سند۔

لہ تواریخ محمدی پادری عمادالدین صاحب سے بھی اکثر بعینہ عبارت منقول ہوئی ہے صرف کہیں اد سے تغیر ہے۔ تصحیح الفاظ کتب مخالفین سے جو عبارت نقل کی گئی ہے۔ اگر اُن میں کوئی بات خلاف اسلام نظر آئے۔ تو اُس میں مؤلف معذور ہے۔ وہ مولف کا عندیہ اور مسلمہ امر نہ سمجھیں۔ مولف نے ساری عبارت سے ایک آدھ ایسا فقرہ نکال دینا مناسب نہیں سمجھا ؛

کسی کا قول نقل نہیں کیا - میرے خیال میں یقیناً جو عیسائی
سچے دل سے انصاف کی عینک آنکھوں پر لگا کر اس کتاب
کو پڑھے گا بلاشبہ سب شکوک و اوہام اُس کے دل سے
اُٹھ جائیں گے - اور کوئی اعتراض اسلام کی نسبت اُس
کے دل میں مطلقاً نہ رہے گا - اس واسطے کہ سب بڑے
بڑے اعتراضات کا جواب اس میں بہ تفصیل اُنہیں کے
علماء کی زبان سے دلایا گیا ہے - اور اُنہی کے عالموں سے
ان اعتراضات کو ہیچ اور بے اصل سمجھکر خود ان کا
بطلان با دلایل اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے ؎

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

اس کتاب کا آخری حصہ جس میں صرف اسلام کی فضیلتیں
اور عظمتیں - اُن کے علوم اور کارنمایاں - اُس کے بانی
کے افعال اور جانفشانیاں - اسلام کی صداقتیں اور اُس
کی تعلیمات وحدانیت اور دفع توہمات - مستند اور
منصف علماء نصاریٰ کے اقوال کے بموجب درج
کئے گئے ہیں - دیکھنے اور غور کرنے کے قابل ہے اور چونکہ
مخالفین اور معاندین کا اسلام کی نسبت ایسا لکھنا اور

اس قسم کی شہادت دینا - اسلام کی کمال عظمت اور اُس
کی اعلےٰ فضیلت پر ثبوت بیّن ہے - اس لئے اس کتاب
کا نام (فضائل اسلام فی ذکر خیر الانام المعروف بہ
سیرت النبی یا تاریخ نبوی) رکھا گیا - راقم کو کسی طرح
کا فخر نہیں - کہ یہ کتاب اُس کی تالیف ہے - بلکہ جس قسم کے
اس میں مضمون ہیں - اور جس بنا پر یہ تیار کی گئی ہے -
اس سے خود ظاہر ہے - کہ یہ غیر مصنفین کی عبارات اور
اُن کے اقوال کا مرتب مجموعہ ہے - ہاں تیرے پاس کیا ہے
جو تو نے دوسرے سے نہیں پایا (اول قرنتیاں ۴ باب ۷)
اس کتاب میں فاضل پادری عماد الدین صاحب کی کتاب[1]
تواریخ محمدی کا جواب دینا اور اُن کے اقوال اور

[1] مخفی نہ رہے کہ کتاب رد فتنۃ الاحباب جو تواریخ محمدی پادری عماد الدین
صاحب کا [illegible] ہے - کوئی اتنی بڑی معتبر کتاب نہیں ہے - اور نہ صرف رد فتنۃ الاحباب
بلکہ جس قدر مشہور فارسی کی بلکہ بعض عربی کی بھی بعض تاریخیں ہیں - سب کی سب
انتخاب کے قابل نہیں - اور ان کتابوں کی تمام روایات و اخبار تحقیق و تنقید کی
[illegible] نہیں ہیں - بلکہ کئی جگہ صرف عام معتقدانہ بیان ہے - ان تاریخوں
کو [illegible] محققین [illegible] نہیں سمجھتے - دیکھو تاریخ نبوی مقابلہ

خیالات کی درستی اور تصحیح ملحوظ اور مدنظر اور اصلی غرض ہے۔ اور حق الامر کا عرض کر دینا اور سچے دل سے اپنے عزیز عیسائی بھائیوں کی خیرخواہی اور ہمدردی۔ خاص نیت۔ خدا میری اس محنت کا پھل لائے۔ اور گمراہوں کو راہ راست دکھلائے۔ آمین۔ اللہم آمین۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انّما الاعمال بالنیّات ؎

اعتماد ہو سکتی ہے جنکی روایات کو مصنف نے احادیث صحیحہ سے اخراج کرکے درج کیا ہو۔ یا محدثین نے پرکھ لیا ہو۔ رسول خداؐ کی لائف کا سچا ماخذ قرآن و حدیث ہے۔ اسلئے ہر امر جسپر مخالفین نے اعتراض کیا ہو قرآن اور احادیث صحیحہ کی کسوٹی پر پرکھ لینا چاہئے۔ اور اُس کے بعد جواب دینے کی کوشش کرنا چاہئے۔ عیسائیوں کو بھی مناسب ہے کہ وہ ماخذ (قرآن و حدیث) پر جو چاہیں اعتراض کریں۔ بے سوچے سمجھے ہر ایک رطب و یابس تاریخ یا تفسیر کی بات پر معترض نہوں۔ کہ اعتراض مسلمات پر قابل التفات ہوتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ قرآن و حدیث پر کوئی بھی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ؎

مقدمہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات با برکات کے لکھنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف کا کلام الٰہی ہونا اور احادیث کا مستند ہونا اچھی طرح پر ثابت کیا جائے۔ جو رسول خدا صلعم کی لائف کے ماخذ ہیں اس کے بعد آنحضرت صلعم کی مقدس زندگی کے حالات بہ تفصیل بیان کئے جائیں گے ؀

قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت

(دفعہ ۱) فرمایا ہے اللہ جل شانہٗ نے :-

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا

اور اگر تمکو اُس کلام (قرآن) میں جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر نازل کیا ہے کچھ

شهداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین ○ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین ○ سورۃ بقرع ۲ ×

شبہ ہے۔ تو تم بھی ویسے انسان ہو۔ ایک ہی سورت ویسی بنا کر لاؤ۔ اور اللہ کے سوائے تمہارے جتنے حمایتی موجود ہیں۔ سب کو مدد کے لئے بلا لاؤ۔ اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو (۱)

سو اگر نہ بنا سکو۔ اور حالانکہ تم ہرگز کبھی بنا بھی نہیں سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ جس کا ایندھن آدمی (بت پرست) اور پتھر (بت) ہیں۔ منکروں کے لئے تیار ہے ×

پھر اللہ تعالے فرماتا ہے :-

وما کان ھذا القراٰن ان یفتری من دون اللہ ام یقولون افتراہ قل فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ

اور یہ قران کچھ ایسا نہیں ہے۔ جسے اللہ کے سوائے کوئی اور بنائے۔ کیا کہتے ہیں کہ وہ خود بنا لایا ہے۔ تو کہہ پس تم بھی ایک سورت

ان کنتم صادقین (یونس)	ویسی بنا لاؤ - اور اللہ کے سوائے تمہارے جتنے حمایتی

ہیں اُن کو مدد کے لئے بلا لاؤ - اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو -

پھر فرماتا ہے :-

ام یقولون افتراه - قل فاتوا بعشر سور مثله مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صدقین ۝ فالم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ وان لا الہ الا ھو فھل انتم مسلمون - ہود	کیا وہ کہتے ہیں کہ محمدؐ آپ بنا لایا - تو کہہ - تو تم دس ہی سورتیں ویسی بنا کر لے آؤ - اور جس کو چاہتے ہو - اللہ کے سوا مدد کو بلا لاؤ - اگر تم سچے ہو - (۱) پھر اگر تمہاری بات نہ مانیں - تو جان لو کہ صرف اللہ کے علم سے نازل ہوا ہے - اور یہ کہ

اُس ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں سو کیا سر تسلیم جھکاؤ گے ؟ (۲)

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لایاتون بمثلہ ولوکان بعضھم لبعض ظھیرا ہ (بنی اسرائیل)	تو کہدے - اگر انسان اور جن اسبات پر متفق ہو جائیں - کہ ایسا قرآن لے آئیں تو کبھی نہیں لا سکیں گے - اور گو وے سب ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہی ہو جائیں ۷

اور اسی طرح کا مضمون کئی ایک اور سورتوں میں بھی ہے

۱ اس قسم کا دعویٰ اس زور و شور سے دلی صداقت اور قلبی اطمینان کے ساتھ ایسی فصاحت و بلاغت کے زمانہ میں اور ایسے وقت میں جب کہ ایک ایک فرد بشر آنحضرت صلعم کا تشنہ خون اور جانی دشمن بن رہا تھا - کسی عام عقل والے آدمی کے نزدیک بھی افترا اور بطلان پر محمول نہیں ہو سکتا - اور بجز تائید الہٰی کے کبھی ایسا دعوے ممکن ہی نہیں - پھر یہ کہ کفار کے ساتھ جہاد و قتال کی نوبت پہونچی - غیرت مندوں نے جانیں گنوائیں - اگر معارضہ کا امکان ہوتا - اور کر دکھلاتے تو اور چاہئے ہی کیا تھا - پس سلب امکان تعارض ہے دلیل کافی ہدکو منقش ہے اس آئیں کا جلیل کافی ۷

تمہید

مخفی نہ رہے کہ جب کفار عرب جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب و روز تنگ کرنے لگے۔ اور دن رات اطفا سے نور محمدی کی فکر میں ہوئے۔ اور آپ کی تکذیب اور ابطال میں ہر طرح ساعی اور کوشاں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں یعنی اپنے حبیب پاک جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے محمد یہ جو تیری تکذیب کرتے ہیں اور نور محمدی کے اطفا میں ساعی ہیں تو ان سے کہدے کہ اگر تم میری نبوت اور اس قرآن کے الہامی اور منجانب اللہ ہونے میں شک کرتے ہو تو تم بھی بڑے فصیح و بلیغ ہو۔ اور تمہیں ہر طرح فصاحت و بلاغت کا دعویٰ ہے اس کی مثل ایک سورۃ اقصر مثل انا اعطینٰک الکوثر ہی بنا لاؤ۔ میں امّی ہی رہا۔ نہ کبھی تعلیم پائی۔ نہ کبھی ہاتھ میں قلم پکڑا۔ نہ کسی استاد کی صحبت میں بیٹھا

ہوں نہ کبھی اس قسم کا خیال تم نے مجھ سے سُنا۔ ایک اُمّی
اور ان پڑھ آدمی ہوں اور تم نے مدتوں تک علم ادب کی
کتابیں پڑھیں فصاحت و بلاغت کے قاعدے سیکھے۔
اُستادوں کی صحبتیں اُٹھائیں۔ مشقیں کیں۔ اصلاحیں لیں اور
اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑے نازاں ہو تم جو کہتے ہو
کہ میں خود بنا لایا ہوں تو تم بھی مجھی جیسے بندے ہو کچھ
ہی اس کی مثل بنا لاؤ۔ سچے بن جاؤ۔ مجھے دعویٰ نبوت
میں جھوٹا ٹھیرادو۔ پس اگر نہ بنا سکو اور حالانکہ کبھی بنا بھی
نہ سکوگے تو خدا سے ڈر کر ایمان لاؤ۔ میری نبوت کی تصدیق
کرو۔ قرآن کو وحی الٰہی مانو اصرار نہ کرو۔

پھر یہ کہ اگر جن و انسان بھی ملکر ایسا بنانا چاہیں تو بھی ہرگز
نہ بنا سکیں گے۔ جس کو خدا نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ
بھی اس آیت کو دیکھکر اگر بنظر تامل غور کرے تو اُسکو کچھ
شک نہ رہیگا۔ کہ ایک اُمّی۔ یتیم۔ بے کس۔ بے پرور۔ بے بازو
جس کا سارا عرب مخالف اور چار گروہ یہود۔ نصاریٰ
مشرکین اور منافقین، خونخوار اور جانی دشمن اور دعویٰ دعوے
نبوت اور زمانہ وہ جس میں فصاحت و بلاغت کا زور شور

بھلا یہ تائید الٰہی کوئی کبھی ایسا دعوی کر سکتا ہے۔ حاشا
ثم حاشا کوئی عقلمند اس امر کو باور نہیں کر سکتا۔ انسان
کو تو ایک ادنےٰ سا دعوی ماہرین و کاملین کے سامنے کرتے
ہوئے شرم آتی ہے۔ اور آں حضرت نے اتنا بڑا دعوے
جسپر تصدیق نبوت کا مدار رکھا۔ بار بار تمام فصحائے عرب
کے سامنے کیا۔ کوئی گم کردہ عقل اور مخبوط الحواس ہی
ہوگا جو سمجھے کہ اس بےکس امّی نے بے تائید الٰہی کیا تھا
اگر دعوے نبوت آپ کو خدا کی طرف سے نہوتا۔ صرف
شہرت اور ناموری کے لئے اپنی ہوائے نفس سے ہی
ہوتا۔ تو آپ معاذ اللہ اور ہزاروں حیلے گانٹھتے۔ مگر اُمّی
ہوکر یہ دعوی ایسے زمانہ فصاحت و بلاغت میں ہرگز
نہ کرتے۔ جس میں جھٹ آدمی جھوٹا ہوکر ہنسائی اور
تضحیک کا موجب ہوتا۔ اور آپ کی عقل کے تو دشمن
بھی معترف تھے اور معترف ہیں۔ پھر بھلا دانشمند ہوکر ایسا دعوی
کیونکر کر سکتے تھے۔ جبکہ آپ کو تمام دنیا میں مذہب کے
پھیلانے اور سارے جہان کے نبی ہونے کا دعوی تھا
ایک امّی شخص سے ایسا بیجا دعوے تار عنکبوت سے

بڑھ کر زور نہ رکھتا۔ فوراً ٹوٹ جاتا۔ پس ظاہر ہے۔ کہ قرآن شریف آپ پر خدا کی طرف سے الہام اور پروردگار عالمین کا کلام ہے۔ قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ وما ینطق عن الہوی۔ ان ہو الا وحی یوحی۔ و لو تقول علینا بعض الاقاویل۔ لاخذنا منہ بالیمین۔ ثم لقطعنا منہ الوتین۔ (نجم و حاقہ) ....

ثبوت اس امر کا کہ آنحضرتؐ اُمّی محض تھے

دفعہ ۲۔ اعراف ۱۹ رکوع میں ہے

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر و یحل	وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں رسول کی جو نبی ہے اُمّی (ان پڑھ) جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے ہاں توریت و انجیل میں۔ حکم

لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث -

کرتا ہے اُن کو پہلے کاموں کا اور منع کرتا ہے - اُن کو بُری باتوں سے حلال ٹھیراتا ہے اُن کے لئے ستھری چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک چیزیں الخ +

سورہ عنکبوت رکوع ۵ میں ہے :-

وماکنت تتلوا من قبله من کتٰب ولا تخطه بیمینك اذا لارتاب المبطلون ٥ بل هو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجحد باٰیٰتنا الا الظلمون ٥ وقالوا لولا انزل علیه اٰیٰت من ربه قل انما الاٰیٰت عند الله وانما انا نذیر مبین ٥ اولم یکفهم انا انزلنا علیك الکتٰب یتلی علیهم ان فی ذلك لرحمة وذکری لقوم یؤمنون ٥ قل کفی بالله بینی وبینکم شهیدا یعلم ما فی السموات والارض

اور تو اس (بعثت) سے پیشتر نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے کچھ لکھتا تھا - اگر ایسا ہوتا - تو البتہ جھوٹے لوگوں کو شک کی گنجایش ہوتی (کہ آپ بنا لایا ہے) (۱) بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں اُن لوگوں کے دلوں میں جو اہل علم ہیں - اور ہمارے کلام کا ظالم لوگوں کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا (۲) اور کہتے ہیں اسپر اللہ کی طرف

والذین امنوا بالباطل وکفروا باللہ اُولٰئک ھم الخسرون ہ	نشانیاں نہیں اُترے - تو کہہ وہ نشان تو اللہ کے پاس ہیں اور

میں تو علانیہ ڈر سنانیوالا ہوں (۳) کیا اُنہیں یہ نشان کافی نہیں - کہ ہمنے تجھ پر اپنی کتاب نازل کی - جو انپر پڑھی جاتی ہے - یقیناً اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایماندار لوگوں کے لئے (۴) تو کہہ مجھ میں اور تم میں اللہ گواہ کافی ہے - جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہی جانتا ہے (اُسی نے اس میں غیبی خبریں دی ہیں) - جو لوگ باطل پر ایمان لاتے اور اللہ کا انکار کرتے ہیں یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں (۵)

ان آیات سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ آن حضرت صلعم لکھنا پڑھنا ہرگز نہیں جانتے تھے - اگر آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو قرآن شریف میں کبھی ایسا نفرماتے - اور کفار فوراً الزام دیتے اور خلاف واقعہ بات لکھی ہوئی معلوم کرکے سب مشرکین ویہو

لہ کہ اگلی کتابوں سے چھانٹ کر پیمبر پڑھ دیتا ہے - لیکن حضرت نہ تو کبھی اُستاد پاس بیٹھے نہ قلم ہاتھ میں پکڑا (از حاشیہ شاہ عبدالقادر مرحوم دہلوی) کہ پیغمبر نے کسی سے نہیں لکھا پڑھا - بلکہ یہ وحی جو اسپر آئی ہمیشہ کو بن لکھے جاری رہے گی - بے ینبہ اور کتابیں حفظ نہوتی تہیں - یہ کتاب حفظ ہی سے باقی ہے لکھنا اذدرست (از حاشیہ شاہ عبدالقادر)

و نصارا جو آپ پر ایمان لانے ہوتے تھے برگشتہ ہو جاتے ۔ اصحاب و احباب جو صدق دل سے ایماندار اور جان نثار تھے وہ بھی پھر جاتے - آیت نمبر ۳ میں جو ذکر ہے کہ کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اسپر نشانیاں (معجزے) اس سے وہ معجزات مراد ہیں - جو کفار از راہ اصرار و استبداد مانگا کرتے تھے - جیسے حضرت صالح کو اونٹنی - حضرت موسیٰ کو عصا - حضرت عیسیٰ کو مائدہ وغیرہ اور اس سے اُن کا ایمان لانا مقصود نہ تہا - صرف[1] ہٹ اور اصرار مقصود تہا - اس کے جواب میں اللہ تعالے آیت ہم مین فرماتے ہیں - کیا اُنہیں کافی نہیں ہے کہ ہمنے بھیجی تجھ پر کتاب جو پڑھی جاتی ہے اُنپر - طلب معجزہ کے جواب میں یہ آنا صاف دلالت کرتا ہے اسپر کہ یہاں معجزہ فصاحت و بلاغت قرآن کی طرف اشارہ ہے - یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ایک اُمّی محض جس نے نہ کبھی تعلیم پائی نہ اُستاد پاس بیٹھا - نہ ہاتھ میں قلم پکڑا - ایسی فصیح و بلیغ کتاب (جو متضمن ہے اخبار ماضیہ پر جو بن پڑھے معلوم ہوئے اور مطابق ہیں کتب سابقہ کے)

---

[1] اور سنت الٰہی یوں جاری ہے کہ اگر معجزہ مقترحہ دیکھکر بھی ایمان نہ لاویں تو بالآخر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے (از حسین الدین ڈسکوی)۔

اور اخبار غیبیہ آئندہ پر جو مطابق زمانے کے ظہور میں آتے ہیں اثر پڑھتا ہے۔ اور وہ باوجود کمال فصیح و بلیغ ہونے کے ایک اُمّی شخص کے مقابل چھوٹی سی سورت ویسی بنا کر نہیں لا سکتے کیا یہ معجزہ اُن کے لئے کافی نہیں ہے اگر ایمان لانا چاہیں اور بے ایمانوں کو جنہیں خدا نے اونگھنے والی روح اور ایسی آنکھیں کہ نہ دیکھیں اور ایسے کان کہ نہ سنیں دئے ہیں (رومیوں کا ۱۱ باب ۸ آیت) اور جن کی آنکھیں اس نے اندھی کیں اور اُن کے دل سخت کئے ہیں تا کہ نہ ہو وے کہ آنکھوں سے دیکھیں اور دل سے سمجھیں اور رجوع لاویں (یوحنا ۱۲ باب ۴۰ آیت) ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ (سورۂ بقر ع ۱۵) اُن کے سامنے اگر صدہا معجزات ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر دکھائے جائیں۔ تو بھی ایمان نہ لاویں گے ولو یروا کل آیۃٍ لا یومنوا بہا اور سحر و جادو کہکر ٹال دیویں گے۔ فرعون باوجود ایسے عظیم الشان معجزات اور تسع آیات دیکھنے کے ایمان نہ لایا۔ ابو جہل نے شق القمر کو براے العین دیکھکر اور ارد گرد کے لوگوں سے تصدیق کرکے سحر مستمر بتایا۔ جبلّت بد ہو تو تربیت کا کیا فایدہ مادہ ایمان کا نہ ہو تو معجزات سے کیا نفع۔ صدیق اکبر نے

دفعتہً صدق دل سے تصدیق نبوت کرلی۔ معجزہ کا انتظار نہ
کیا۔ غرض قرآن شریف کی وہ اعلیٰ فصاحت و بلاغت جس کے
سامنے فصحائے عرب کی ترکی تمام ہوگئی۔ ایک شخص اُمّی
شخص سے صریح الدلالۃ ہے۔ اس کے الہامی اور کلام الٰہی
ہونے پر اور نزول وحی کے بعد ہی حضرت کتاب و ایمان
سے واقف ہوئے۔ نبوت سے پیشتر آپ کو خبر نہ تھی۔ اور آپ
کو اس قسم کا کوئی خیال ہی نہ تھا۔ اگر آپ[1] پڑھے لکھے ہوتے
توریت وانجیل دیکھی ہوئی ہوتی۔ ہر مذہب سے واقف ہوتے
ایجاد مذہب کا کچھ تو خیال ہوتا۔ حالانکہ قبل نزول وحی آپ
صرف اجمالاً مومن بتوحید رب تھے۔ اور ایمان (تفصیل احکام
و شرائع اسلام) و کتاب (قرآن) سے کچھ خبر نہ رکھتے تھے۔

---

[1] پادری فنڈر صاحب میزان الحق کے تیسرے باب میں اقرار کرتے ہیں۔ کہ
آنحضرت یونانی و عبرانی نہ جانتے تھے اور راڈویل صاحب مترجم قرآن صفحہ ۱۹ مقدمہ
ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت کے وقت میں توریت و انجیل کا ترجمہ عربی زبان
میں نہ تھا۔ ولیم میور صاحب کتاب شہادت قرآنی میں فاتوا بالتوریت
(آل عمران رکوع ۹) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اسی توریت پر حوالہ دیا گیا
جو یہودیان مدینہ کے ہاتھ میں تھی (صفحہ ۱۶۲) ×

سورہ شوریٰ کے آخر میں ہے ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان پھر سورۂ یونس رکوع ۲ میں ہے:

واذا تتلی علیهم ایاتنا بینت قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقران غیر هذا او بدله قل ما یکون لی ان ابدله من تلقای نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ۰ قل لو شاء الله ما تلوته علیکم ولا ادرکم به فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون ۰ فمن اظلم ممن افتری علی الله کذبا او کذب بایته انه لا یفلح المجرمون ۰ سورۂ یونس

اور جب ہمارا واضح کلام اُنپر پڑھا جاتا ہے۔ تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتی کہتے ہیں کہ کوئی اور قران اُسکے سوا۔ لا (جس میں بت پرستی کی مذمت نہو) یا اُس کو بدل ڈال (یعنی بتوں کی مذمت کو) تو کہہ میرا کام نہیں۔ کہ اس کو اپنی طرف سے بدل ڈالوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں۔ جو میری طرف حکم آئے۔ اگر میں اپنے رب کے حکم کے خلاف کروں۔ تو مجھے اُس بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے (۱) تو کہہ اگر اللہ کی منشا نہ ہوتی تو میں اس کو تمہیں

پڑھتا - اور نہ وہ تمکو اس کی خبر کرتا - کیونکہ میں تم میں[1] ایک عمر (۴۰ برس) رہ چکا ہوں - کیا پھر تم نہیں سمجھتے (۲) سو اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ باندھ لے یا اُس کے کلام کو جھٹلا دے - بات یہ ہے کہ گنہگار لوگ تو کبھی بہبودی حاصل کر ہی نہیں سکتے (۳)

ظاہر ہے کہ آپ کو قبل از بعثت ایجاد مذہب یا کسی کتاب کے تیار کرنے تک کا مطلقاً خیال بھی نہ تھا - اگر ہوتا تو آپ کے حال کے واقفین اور رفقا ہرگز آپ پر یقین نہ لاتے اور اس آیت کی تکذیب کر کے کہہ دیتے کہ آپ تو تعلیم یافتہ ہیں - اور اوایل ہی سے آپ کو ایجاد مذہب کا خیال رہا ہے - سو انہیں خیالات

---

[1] یعنی اپنی طرف سے بناتا - تو ۴۰ برس کی عمر میں بناتا - یا اس قسم کا خیال رکھتا (از حاشیہ شاہ عبد القادر رحم) (۲) یہ اصول بتلایا گیا ہے اگر آنحضرت ؐ خدا کی طرف سے نہ ہوتے اور جھوٹ باندھ لیتے - تو کبھی اُن کا انجام بخیر نہ ہوتا - اور نہ کامیابی حاصل کرتے - کیونکہ مجرم لوگ کبھی کامیابی حاصل نہیں کرتے ۔

دوسری بات یہ ہے - کہ جو اللہ کے کلام کو جھٹلاوے - ایسے گنہگار لوگ بھی بہبودی حاصل نہیں کرتے اُسکی صداقت میں کچھ کلام ہی نہیں - جن جن لوگوں نے اس الہٰی کتاب کو نہ مانا سب کے سب لپسپا اور مغلوب اور غارت ہوگئے جیسے ہنالک المبطلون ۔

کو اب آپ ہم لوگوں پر ظاہر کر رہے ہیں - پھر خدا کی طرف سے
ہونے کا دعوے کیوں کرتے ہیں؟

پھر یہ کہ نہ صرف حضرت توریت و انجیل ہی سے ناواقف تھے
بلکہ آپ نے کسی عالم کی صحبت تک بھی نہیں اُٹھائی - جس سے
شبہ ہو کہ شاید آپ نے اُس سے ہی استفادہ کیا ہو - اور یہ
نہ ایک دو دفعہ کی صحبت سے حاصل ہو سکتا ہے - بلکہ برسوں
تک کی متواتر صحبتوں سے بھی اتنی واقفیت حاصل ہونی
ایسے زمانہ میں غیر ممکن تھی **اصلاح مذاہب اور ایجاد**
مذہب چھوٹی سی عمارت اور تکمیل نہیں - جس کو ایک اَن
پڑھ اُمّی ناواقف جس کا سارا ملک مخالف اور خون کا پیاسا
ہو تیار کر سکے -- لمبے چوڑے آپ نے سفر بھی نہیں کئے جس
سے گمان ہو کہ آپ پڑھ یا سیکھ آئے ہوں - صرف دو دفعہ
سفر شام میں آپ کا جانا کتب معتبرہ اہل اسلام سے ثابت ہے
ایک بار ابوطالب اپنے چچا کے ساتھ جب کہ آپ ۹[1] برس

---

[1] اگرچہ بعض تواریخ میں بارہ برس کا سن لکھا ہے - مگر علامہ ابن اثیر الکامل
فی التاریخ مطبوعہ لندن میں ۹ برس ہی لکھتے ہیں - وہ طبری اپنی تاریخ میں
اسی قول کو راجح بتاتے ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں (بقیہ بر صفحہ ۳۹)

گئے تھے۔ اور دوسری دفعہ[1] میسرہ کے ساتھ آپ تجارت کو گئے اور جلد واپس آ گئے

چنانچہ ایڈورڈ گبن صاحب نے تاریخ روم باب ۵۰ میں اسکی تصریح کی ہے کہ

بہلا ایسی عمر تعلیم اس سفر میں کیونکر ممکن تھی وہ مؤرخ یہ بھی لکھتا ہے کہ اگر اس

قسم کی تلاش اور تفتیش کا قصد ہی کیا ہوگا تو سریانی زبان کی عدم واقفیت

اس امر کی مانع ہوئی ہوگی ..... پھر یہ کہ اگر آنحضرت خود لکھے پڑھے

ہوئے ہوتے تو کفار عرب یہ گمان فاسد کہ آنحضرت فلاں شخص[2] سے سیکھ کر

وکان سنہ رسول اللہ صلعم تسع سنین علی الراجح - یعنے نبی عمر شریف

آنحضرت کی اس وقت بقول راجح ۹ برس تھی اور اگر بالفرض ۱۲ ہی سال کا سن

ہو۔ تو بھی اس سن میں سفر کی حالت میں انسان کیا سیکھ سکتا ہے خصوصا ایسی

قوم کا رہنے والا جن میں علم کا مطلقاً چرچا بھی نہ ہو ۱۲ دفع البلیات صفحہ ۶۰

حاشیہ صفحہ ہذا [1] سیرت حلبی میں لکھا ہے لم

یثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم سافر الی الشام اکثر من مرتین

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شام کی طرف دو دفعہ سے زیادہ سفر کرنا ثابت

نہیں۔ ۱۲ دفع صفحہ ۶۰ [2] سورۂ نحل رکوع ۱۴ میں ہے ولقد نعلم انہم یقولون

انما یعلمہ بشر الخ اور ہمکو معلوم ہے وہ کہتے ہیں اسکو تو سکھاتا ہے آدمی جسپر تعریض کرتے ہیں۔

اس کی زبان ہے اوپری اور یہ قرآن زبان عربی ہے صاف انتہی۔ فائدہ۔ ایک شخص کا غلام

تھا رومی نصرانی [illegible] حضرت کے پاس آ بیٹھتا محبت سے اللہ کا کلام اور پیغمبروں کے احوال

سنتا کبھی [illegible] وہی سکھا جاتا ہے (از حاشیہ شاہ عبد القادر صاحب)

سُنا دیتے ہیں ہرگز نہ لیجاتے۔ کیونکہ اگر آپ خود پڑھ سکتے۔ اور
پڑھ کر مضامین توریت و انجیل دریافت کرسکتے۔ تو کسی اور
شخص کی طرف نسبت سکھا جانے کے محض بیجا تھی اور یہ بھی
اُن کا گمان ان وجوہ سے باطل تہا۔

اولاً تو وہ شخص عجمی تھا۔ ایسی فصیح و بلیغ کلام جس کے سامنے
فصحائے عرب دنگ اور حیران تھے۔ اُس پردیسی غلام کو کہاں
لیاقت تھی کہ سکھا جاتا۔ رسول خدا کا ایک اجنبی اور عجمی
غلام کے بھروسے پر ایسا بڑا دعوے اس زور و شور کے
ساتھ فصحائے عرب کے سامنے کرنا کہ **فاتوا بسورة من مثله**
ہرگز عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔

ثانیاً یہ کہ وہ غلام خود آں حضرت پر ایمان لایا ہوا تھا۔ اگر
خود ہی سکھا جایا کرتا تو ایمان کیسا اور تصدیق نبوت کیسی
پہلے رو در رو جھٹلاتا۔ پھر عوام میں رسوا کرتا۔ اور آیندہ
کو سکھانا چھوڑ دیتا۔

ثالثاً اُس شخص کا دور دور تک شہرہ ہوتا اور لوگ بھی اُس سے
سیکھتے۔ ایسا صاحب کمال ممکن نہیں مشہور نہ ہو۔ کفار
اُسی سے ایک سورت معارضہ کے لئے بنوا لاتے۔ نوبت

جنگ و قتال ہرگز نہ پہنچتی ۔

رابعاً حضرت کے رفقا اور اصحاب یا اعدا وغیرہ سے کبھی تو کوئی حضرت کو اُس سے سیکھتے دیکھتا ۔ پھر جب ایسا ہوتا تو سب رفقا و اصحاب علیحدہ ہو جاتے ۔ اور فوراً حضرت کی تکذیب کرتے کہ آپ تو فلاں شخص سے سیکھ لیتے ہیں ۔ پھر اُسے خدا کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں ۔

خامساً کیا مرتے دم تک وہ غلام حضرت کے ساتھ رہا تھا یا یکدفعہ قرآن لکھوایا گیا تھا ۔ حالانکہ قرآن شریف میں موقع بموقع آیات اُترتی رہی ہیں ۔ اور یہ بغیر تعلیم علام الغیوب کے ممکن نہیں ہے ۔

علاوہ اس کے آں حضرت کے مدد لینے میں مخالف لوگ بھی گواہی دیتے ہیں کہ آں حضرت نے کسی سے مدد نہیں لی چنانچہ **سیل صاحب** ترجمہ قرآن کے مقدمہ کے صفحہ ۶۳ باب ۲ میں لکھتے ہیں کہ اس بات کا کامل یقین ہے کہ محمد صاحب نے قرآن کو تصنیف کرنے میں ایک ذرا سی مدد بھی کسی سے نہیں لی ۔ لیکن تاہم آپ کے ہموطن لوگ آپ پر شبہ کرنے سے نہیں ٹلے ۔ اور انہوں نے بیان کئے ہیں اُن

بعض شخصوں کے نام جو کہ اس مدد دینے کے قابل نہ تھے۔ انتہیٰ

اب میں چند علماء مسیحی کے اقوال در باب اُمّی ہونے
جناب سرورِ کائنات خلاصہ موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلّم کے بیان کرتا ہوں۔ تاکہ ہر منصف شخص
کو علماء نصاریٰ کی بے انصافی اور ہٹ دھرمی معلوم ہو
جائے کہ خود مقرّ ہیں حضرت کے اُمّی ہونے کے اور ایسے
اُمّی سے اس قسم کی عمدہ پُر اثر تسلّی بخش کامل اور شایستہ
تعلیم ایسی فصیح و بلیغ عبارت میں جس کو دیکھ کر فصحائے
عرب جن کا شب و روز شیوہ ہی یہ تھا۔ حیران ہو گئے
اور ششدر رہ گئے۔ نوبت بہ قتال پہونچی۔ جانیں گنوائیں
اور ذلیل ہوئے۔ لیکن تین آیتوں کے برابر بھی ایک چھوٹی
سی سورت نہ بنا لا سکے۔ تلقین الٰہی نہیں ہے تو کیا ہے۔ اور اب
تک عیسائی عمریں بسر کرکے عربی سیکھتے ہیں۔ اعلےٰ مہارتیں
پیدا کرتے ہیں۔ ملک ملک میں بڑے بڑے فصحائے عربی
دان ملتے ہیں۔ لیکن سب کلام الٰہی کی شان دیکھ کر ہکا بکا
اور حیران ہیں۔ گویا کہ منہ میں زبان ہی نہیں۔ کیا بولیں۔
بیان تنبیہ کرنے کو جس کا جی چاہے کرے۔ لیکن وہ کلام

ایزد پاک - اور یہ عاجز بندہ مشت خاک ہے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پادری فنڈر صاحب میزان الحق مطبوعہ ۱۸۵۰ء میں صفحہ ۱۷۸ میں فرماتے ہیں - ہرچند محمدؐ توریت و انجیل کو نہیں پڑھتا تھا - مگر اُس کے زمانہ میں عربستان میں یہودی اور عیسائی بہت تھے - اور الیاژی سیر الاسلام صفحہ ۲۲۸ سطر ۲ میں آں حضرتؐ کے اُمی ہونے کا مضمون ہے ؛

گاڈفری ہگنس صاحب اپنی کتاب کی دفعہ ۳۴ میں آں حضرتؐ کی نسبت لکھتے ہیں - کہ آپ خود لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے دعایت الاسلام صفحہ ۵۰ دفعہ ۳۴ مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء ترجمہ اپالوجی مصنفہ گاڈفری ہگنس صاحب مطبوعہ لنڈن - اور لب التواریخ جلد ۲ مطبوعہ چہ پنج ہشتن ۱۸۲۹ء صفحہ ۲ میں ہے - کہ اُس کی دیکھ حضرت صلعم کی کچھ تعلیم بھی نہوئی تھی - انتہی ؛

ہدایت المسلمین مصنفہ پادری عماد الدین پانی پتی صفحہ ۲۴۳ سطر ۱ و ۲ میں لکھتے ہیں کہ وہ بے علم تھے اور سنتے سناتے تھے قرآن میں لکھے ہیں - انتہی ؛

اور اسی طرح تقلیعات اور ہدایت المسلمین مرمت شدہ میں حضرتؐ کے اُمّی ہونے کا پادری صاحب صاف اقرار کرتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے محقق مولفین لکھتے ہیں۔ اگرچہ محمدؐ کی طبیعت میں ہر شے کی تہ کو پہونچ جانے کا قدرتی وصف تھا۔ مگر تعلیم اُس کی بہت ناقص تھی۔ اور اُس میں بھی شبہ ہے۔ کہ وہ پڑھ لکھ بھی سکتا تھا۔ یا نہیں۔ بلکہ زبان عربی کے قواعد نظم و قوافی سے وہ اس قدر ناواقف تھا۔ کہ ایک شعر بھی بغیر کچھ نہ کچھ غلطی کرنے کے نہیں کہہ سکتا تھا۔ چنانچہ اُسی کے اشارہ کے طور پر قرآن کے ایک مشہور معروف سورہ میں اُس نے یوں کہا۔ کہ ہم نے محمدؐ کو فن شاعری نہیں سکھایا۔ اور نہ اُس کے لئے شاعر ہونا ضرورت ہے۔ انتہیٰ ۔

ریورینڈ راڈویل صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

ہمارے پاس اس امر کی کوئی شہادت نہیں۔ کہ ہماری کتب مقدسہ کبھی محمدؐ کو دستیاب ہوگئی ہوں۔ گو صرف یہ

ممکن ہے۔ کہ عہد عتیق یا جدید کے ٹکڑے خدیجہؔ[1] یا ورقہ یا مکہ کے اور عیسائیوں کے ذریعہ سے جن کے پاس ہماری مقدس

[1] ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ اسلام قبول کرنے سے پیشتر حضرت خدیجہ رضؓ کا مذہب کیا تھا۔ مگر ورقہ بن نوفل جو اُن کا چچا زاد بھائی تھا۔ بے شک عیسائی تھا۔ لیکن اُن بے اصل احتمالات اور ظنون و شکوک سے اس صحیح اور مسلم حقیقت کا کہ آنحضرتؐ لکھے پڑھے نہ تھے۔ کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر درحقیقت آپ کو لکھنا پڑھنا آتا۔ تو آپ کے صحابہ اور رفقا اس امر میں کسی طرح سکوت اختیار نہ کرتے۔ اور آپ کی ازواج مطہرات اور عزیز و اقربا اور بالخصوص آپ کے چچا جنہوں نے آپ کو پالا تھا بے خبر نہیں رہ سکتے تھے۔ اور نیز اُس نہایت درجہ کی اعلےٰ عقل کا جس کا اعتراف منکرین کو بھی ہے۔ یہہ مقتضا ہو سکتا تھا۔ کہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کے سامنے خلاف واقع اپنے تئیں اُمّی فرماتے اور قرآن مجید میں بھی اپنے تئیں اسی لقب سے ظاہر کرتے۔ کیونکہ ایسی صورت میں مخالفین کو گرفت کا آسان موقع ہاتھ آجاتا۔ اور عقاید اسلام کی صداقت پر اُن کو ہرگز یقین نہ آتا اور اس سے قطع نظر ایک ایسی خفیف بات کو چھپانے اور خلاف واقعہ کے اظہار سے آپ کو فایدہ ہی کیا تھا۔ کیونکہ پڑھا لکھا ہونا صفت نبوت کے کسی طرح خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور بہتیرے پیغمبر پڑھے لکھے تھے۔ خود حضرت عیسیٰؑ مدرسہ ناصرہ کے مدرسہ میں بایبل کی تعلیم

کتاب کے قلمی نسخے موجود ہوں گے۔ اس کے پاس پہونچ گئے
ہوں . . . . اور یہ امر بھی ذہن میں رکھنے
کے لایق ہے۔ کہ ہم کو کوئی سراغ اس امر کا نہیں ملتا۔ کہ
کوئی عربی ترجمہ عہد عتیق یا جدید کا محمد ص کے زمانہ سے پہلے
موجود تھا۔

پس جب کہ نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم پانا
ثابت ہے۔ نہ توریت و انجیل ہی کا ترجمہ عربی زبان میں
آں حضرت ص کے زمانہ میں موجود تھا۔ نہ توریت و انجیل
کا آنحضرت ص تک پہونچنا مخالفین اسلام کے اقوال تک سے
ثابت ہے۔ تو اس سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ کوئی اور
ہی قوت قدسیہ (روح القدس) تھی۔ جس سے نبی اُمّی

پائے تھے۔ جیسا کہ ڈین ملن صاحب نے اپنی تاریخ کلیسیا کی جلد اول باب ۳ میں بالتصریح
بیان کیا ہے۔ اور نہ آنحضرت ص کے پڑھے لکھے ہونے سے قرآن شریف کی شان
اور اس کے معجزے اور بے مثل فصیح و بلیغ ہونے میں کچھ فرق آسکتا تھا۔ کیونکہ
صرف علم لکھنے پڑھنے سے کوئی شخص فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتا [illegible] فصیح و بلیغ جس کا
مثل عرب کے بڑے بڑے فصحا و بلغا میں بھی کوئی نہ تھا [illegible] (ازالۃ الاوہام صفحہ [illegible])

علیہ الصلوۃ والسلام کو ایسے کلام کے کرنے پر قادر کردیا تھا
کہ جس نے نہ صرف ژند و اُستاد وغیرہ کتب ادیان باطلہ کی
ہمشیرکاند و خلاف حق تعلیمات پر خط نسخ کھینچ دیا ۔ بلکہ توریت
و انجیل کے مولفوں کی غلطیوں کو بھی علانیہ ثابت کردیا فللہِ
درّ من قال

نگارمن کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد معلم شد

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی قرآن شریف میں انبیاء کے ذکر کے بعد
جابجا آنحضرت کی نسبت فرماتا ہے کہ تلک من انباء الغیب
یہہ غیبی خبریں ہیں وماکنت لدیھم اور تو ان کے پاس نہیں تھا
اور ہر ایک قصہ کو اللہ تعالی بانسبت رسول خدا ﷺ کے علم غیب
بیان فرمایا ہے ۔ کیوں؟ جس شخص کی کسی امر سے قطعی نا واقفیت
ثابت ہے ۔ اُس کا اس امر کو بہ تفصیل صحیح صحیح بیان کردینا اس
کی نسبت غیبی خبر ہے ۔ اس جہت سے سارا قرآن شریف اخبار
غیب پر مشتمل اور علام الغیوب کا کلام ہے ۔

قال اللہ تبارک و تعالی	
وانہ لتنزیل ربّ العالمین (۱)	اور تحقیقاً یہ قرآن رب العالمین کا

نزل به الروح الامین (۲) علی قلبک لتکون من المنذرین ۵ بلسان عربی مبین ۴ و انہ لفی زبر الاولین ۵ اولم یکن لہ اٰیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرآءیل ۵ ولو نزلنٰہ علی بعض الاعجمین ۵ فقراہ علیہم ما کانوا بہ مومنین ۵ کذلک سلکنہ فی قلوب المجرمین ۵ لا یومنون بہ حتی یروا العذاب الالیم ۵

اُتارا ہوا ہے (۱) اسے روح الامین (فرشتہ جبرئیل) لے اُترا ہے (۲) تیرے دل پر تا کہ تو دنیا کو ہلاکت کے دن سے ڈرائے (۳) ٹھیٹھ عربی زبان میں (۴) اور یقیناً اس قرآن کا ذکر اگلی کتابوں میں بھی ہے (۵) کیا اُن کے لئے یہ نشان کافی نہیں - کہ علماء بنی اسرائیل تک اس سے واقف ہیں (۶) اور اگر ہم اسکو کسی عجمی پر اُتارتے (۷) پھر وہ اُن پر پڑھتا تو بھی کبھی ایمان نہ لاتے (۸) گنہگاروں کے دل میں اس طرح شبہ چلا جاتا ہے (۹) اُسپر ایمان نہیں لائیں گے تاوقتے کہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں (۱۰)

فلا اقسم بما تبصرون ۵ و ما لا تبصرون ۵ انہ لقول رسول کریم ۵ وما ھو بقول شاعر قلیلا ما تومنون ۵

سو میں عالم ظاہر (۱) اور عالم باطن کی قسم کھاتا ہوں (۲) کہ یقیناً یہ (قرآن) معزز فرشتہ

ولا بقول کاھن قلیلاً ما تذکرون ۝ تنزیل من رب العلمین ۝ ولو تقول علینا بعض الاقاویل ۝ لاخذنا منه بالیمین ۝ ثم لقطعنا منه الوتین ۝ فما منکم من احد عنه حاجزین ۝ وانه لتذکرة للمتقین ۝ وانا لنعلم ان منکم مکذبین ۝ وانه لحسرة علی الکفرین ۝ وانه لحق الیقین ۝ فسبح باسم ربك العظیم ۝

پیغام ہے (۳) اور یہ شاعر کا کلام نہیں - تمہارا یقین کم ہے اور نہ کاہن کا کلام ہے - تم دھیان کم کرتے ہیں (۵) یہ تو رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے (۶) اور جو (محمد) ہم پر کچھ باتیں آپ بنا کر کہہ دیتا (تو ہم اُسے کبھی کامیاب نہ کرتے بلکہ) (۷) اُس کا داہنا ہاتھ پکڑتے (۸) پھر اُس کی رگ دل کاٹ ڈالتے (۹) سو تم میں سے کوئی اس بات کو اُس سے روک نہ سکتا (۱۰) اور بمقابلہ قرآن یہہ

لہ اگر قرآن شریف آں حضرت صلعم کا اپنا کلام ہوتا - تو کبھی اپنے حق میں ایسے سخت الفاظ نہ کہتے - اور پھر یہ کہ ایک اندھے کے آنحضرت صلعم کے پاس آنے - اور آپ کی بے رُخی کرنے کی وجہ سے یہ جو عتاب آمیز وحی آپ پر نازل ہوئی - عبس وتولی ان جاء الاعمی (تیوری چڑھائی اور مُنہ پھیرا - اس سے کہ اُس کے پاس اندھا آیا) یہ قطعی الدلالت ہو کہ قرآن شریف الہی کلام ہو ورنہ آنحضرت اپنے حق میں کبھی عتاب وارد نہ کرتے ۔

پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے (۱۲) اور ہمکو معلوم ہے کہ تم میں سے بعض جھٹلا رہے ہیں ۱۳ اور یقیناً یہہ قرآن شریف منکروں پر پچھتاوا ہے (۱۳) اور یہ قطعی سچ ہے (۱۴) سو تو اپنے عظمت والے رب کی تقدیس بیان کر (۱۵)

وما ینطق عن الھوی (۱) ان ھو الا وحی یوحی (۲) علمہ شدید القوی (۳) ذو مرۃ فاستوی ۴ وھو بالافق الاعلی ۵

یہ رسول اپنے جی سے نہیں بولتا (۱) یہ تو وحی ہے جو اُسپر آتی ہے (۲) اُسے سکھایا ہے۔ زبردست قوتوں والے (۳) صاحب حسن و جمال نے۔ سو یہ رسول جادہ استقامت پر قایم ہوگیا (۴) اور وہ کمالات کے افق اعلےٰ پر ہے (۵)

لہ انجیل یوحنا ۱۶ باب میں فارقلیط (احمد) کی بشارت میں بالکل یہی کلمات وارد ہیں وہ اپنی نہیں کہے گا بلکہ جو سنے گا کہے گا ۔ ۔ ۔ ۔ پچھلے حاشیہ میں جو عتاب آمیز آیات آنحضرت م کے حق میں ہمنے لکھی ہیں اُس سے اس بشارت کی اچھی طرح تصدیق ہوتی ہے ×

اگر قرآن شریف آنحضرت م کا کلام ہوتا تو آپ اپنے کسی اقارب و لواحق کی نام بنام تعریف کرتے۔ حضرت علی رض اور بی بی فاطمہ رض حسنین۔ حضرت عائشہ سے بڑھکر آپ کو کسی سے محبت نہ تھی۔ ان حضرات میں سے کسی شخص کا نام تک قرآن شریف میں درج نہیں۔ صرف اشارۃً و کنایۃً جو انکے تعریف کی اُسی قدر موجود ہے حالانکہ حضرت مریم کے بارہ میں ایک سورت نازل ہوئی۔ ایک حضرت زید رض جو آپکے غلام تھے اور جنکی بیوی زینب رض سے آپنے بعد طلاق نکاح کیا اُنکا نام صرف قرآن میں موجود ہے حالانکہ معاذ اللہ بقول دشمنان زید آنحضرت کا رقیب تھا اُسکا نام تک قرآن شریف میں نہیں ہونا چاہئے تھا × فافہم فتدبر ×

عادت الٰہی اور قرآن شریف کی فصاحت کا ذکر

دفعہ ۳ - جاننا چاہئے کہ عموماً سنّت الٰہی اسپر جاری ہوئی ہے - کہ جو پیغمبر ہوا ہے اُسے اُسی قسم کا معجزہ ملا ہے - جس بات کا اُس قوم میں چرچا تھا تاکہ وہ اُس کے سبب سے اپنی قوم پر فوقیت حاصل کرے اور خدا کی حجت تمام ہو - دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سحر کا بڑا زور و شور تھا - اُنہیں اُسی قسم کا معجزہ ملا یعنے لاٹھی کا سانپ بن جانا جس کے سبب سے تمام ساحر عاجز ہوگئے - اور مغلوب ہوکر ایمان ہی لے آئے - و علی ہذا - اور معجزے - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت حکمت و فلسفہ کا بڑا چرچا تھا آپ کو اُسی قسم کے معجزے ملے - یعنے جلائے مردے ابرصوں اور مجذوموں کو اچھا کرنا - مادر زاد اندھوں کو شفا دینا - مٹی کا پرندہ بناکر جان ڈال دینا - حضرت عیسیٰ کی

پیدایش فلاسفہ وقت کی آنکھیں کھولنے اور قایل کرنے کے لئے خود معجزہ تھی۔ بہ دو وجہ۔

(۱) اُس وقت کے حکماء کے خیال میں یہ بات جم رہی تھی۔ کہ پیدایش انسان میں خدا کی کیا قدرت۔ یہ تو مرد اور عورت کی منی کے انعقاد اور مادہ کی تاثیر ہے۔ اس خیال کے دور کرنے کے لئے خدا تعالی نے حضرت عیسیٰ ؑ کو بدون باپ کے پیدا کیا۔ تاکہ اُن کے لئے نشانی ہو۔ کہ قادر مطلق یہہ مادہ بدون مادہ کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کے گہوارہ میں بولنے اور حضرت مریم کی عصمت کی تصدیق سے یہ معجزہ کامل ہوا +

(۲) پیدایش انسان کا ظہور چار طرح سے ممکن الوقوع ہے۔ ماباپ سے۔ بن ماباپ۔ بن ما۔ بن باپ۔ عام مخلوقات پہلی طرح سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرح حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تیسری طرح حضرت حوا کی پیدایش ہوئی چوتھی صورت سے حضرت عیسی علیہ السلام کی۔ پس جب ہم اس امر پر غور کریں کہ انسان کی پیدایش چار طرح سے ہوسکتی ہے اور تین طرح پر قدرت الہی نے پیدا کرکے دکہا دیا۔ تو کچھہ

شک نہیں رہتا - حضرت عیسیٰ کے بدون باپ ہونے میں
جن کے پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کی قدرت چاروں طرح سے
کامل طور پر ظاہر ہو گئی - یعنی کہ وہ دونوں سے پیدا کرتا ہے
پر بن دونوں کے اور صرف ایک سے دیعنے ما یا باپ سے) کرنے
پر قادر بھی ہے - عیسائی بھی اگر میری اس بات پر غور
کرکے ہر پہلو پر نگہ کریں - تو اُنہیں صاف معلوم ہو جائے
کہ حضرت عیسیٰ بدون باپ پیدا ہوئے - اور کیا حکمت تھی
اُن کے بدون باپ پیدا ہونے میں - انما امرہ اذا
اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون - پس جس طرح حضرت
موسیٰؑ کے وقت سحر کا اور حضرت عیسیٰؑ کے وقت حکمت کا
بڑا زور اور چرچا تھا - اسی طرح اس امر میں بھی کسی کو شک
نہیں ہے - کہ حضرت نبی آخرالزمان صلعم کے وقت میں
فصاحت و بلاغت کا بڑا زور و شور تھا - اہل عرب فصاحت
میں اپنا ثانی کسی کو نہیں جانتے تھے - حضرت کے وقت
شعرا بڑے بڑے فصیح و بلیغ قصیدے کہکر جواب کے طلبگار
ہوتے تھے -
چنانچہ سبعہ معلقہ کعبہ کے دروازہ پر لاجواب سمجھکر لٹکائے گئے

گئے۔ اس امید پر کہ کوئی اُن کا جواب لکھے۔ کچھ مدت تک کوئی اُن کا جواب نہ لکھ سکا۔ جب اس امر کی طرف نظر جاتی ہے کہ اُس وقت فصاحت و بلاغت کا نہایت زور وشور تھا۔ اور اہل عرب اسپر بڑے نازاں اور فخر کرتے تھے۔ اور اُس سُنت الہی کی طرف کہ جس امر کا کسی قوم میں چرچا ہوتا ہے۔ اُسی قسم کا خدا تعالی اُس زمانہ کے پیغمبر کو معجزہ عطا فرماتا ہے۔ تو اس بات کے یقین کرنے میں کچھ تامل اور شبہ باقی نہیں رہتا۔ کہ خدا تعالے نے آنحضرت کو معجزہ فصاحت عطا فرمایا ہو اور جو کتاب (قرآن شریف) اپنے نبی کی طرف نازل کی ہو اُس کی عبارت میں ایسا یگانگت اور اعجاز کا سا خاصہ ہو۔ اور اس قسم کی بدیع و بلیغ ہو کہ تمام فصحاء و بلغاء کا فخر توڑ دے اور اُن کی ترکی تمام کر دے۔ اور فی الواقع چونکہ خداوند تعالی اپنی ذات و صفات میں یکتا اور ممتاز ہے۔ عند العقل مستحسن بلکہ ضروری اور انسب ہے کہ اُس کا کلام بھی انسانی عبارت سے ممتاز اور برتر اور احاطہ بشری سے باہر ہو۔

چنانچہ لیشپ مڈ لٹن جو ایک عالم و فاضل کہتا ہے۔ کہ یونانی —

توریت اور انجیل سے بالکل جہالت اور وحشیانہ پن ظاہر ہوتا
ہے۔ اور جملہ عیوب سے جن کا کسی زبان میں پایا جانا ممکن ہے
بھری ہوتی ہیں۔ مگر ہمکو از روئے فطرت کے خود بخود یہ توقع
ہوتی ہے کہ الہامی زبان کو سلیس و لطیف اور عمدہ اور پراثر
ہونا چاہئے۔ اور اُس کا عام کلام کی قوت اور اثر سے بھی
متجاوز ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی چیز ایسی
نہیں ہوسکتی جس میں کسی قسم کا نقص ہو۔ خلاصہ یہ۔ کہ
ہم کو افلاطون کی سی لطافت اور ــــــــو کی سی بلاغت کا
متوقعہ ہونا[1] چاہئے اسی واسطے خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف کو اعلیٰ
درجہ کی فصیح و بلیغ عبارت میں نازل کیا جس کی مثل لانے
سے بشری طاقتیں بکلی عاجز ہیں۔ چنانچہ یونہی قرآن شریف
نازل ہوا۔ سبعہ[1] معلقہ کے قصاید جو خانہ کعبہ کے دروازہ پر بامید

---

[1] اگرچہ اہل عرب امور دینیات سے بالکل غافل اور مطلق جاہل تھے لیکن دنیاوی امور اور لسانی
طلاقت اور فصاحت و بلاغت میں کمال کے درجہ تک پہنچے ہوئے تھے چنانچہ اس امر کی تصدیق سبعہ معلقہ وغیرہ
تصانیف اہل عرب قبل زمانہ اسلام بخوبی ہوتی ہے کہ عرب عام دنیاوی علوم سے بے بہرہ تھے لیکن بڑے فصیح
و بلیغ اور ذی علم تھے اور اسی واسطے انکی فصاحت میں لاجواب اور عاجز کرنے کو قرآن شریف اس
کمال اور دعوے کے ساتھ اترا کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ (حسین الدین ڈسکوی م)

جواب لٹکاتے گئے تھے - اُتار دیئے گئے - سبعہ معلقہ کے مصنفین
میں سے ایک لبید ابو ربیعہ شاعر تھا - وہ ہنوز بت پرست ہی
تھا کہ آنحضرت نے اپنی شرع جاری فرمائی - اُس نے چند
آیات اول سورۂ بقرہ کی کہیں سے دیکھ لیں - بمجرد پڑھنے کے
ایسا شرمندہ ہوگیا - کہ اُس نے صاف اقرار کر لیا - کہ یہ آیتیں
ضرور خدا کے الہام سے ہیں - اور اُسی وقت اسلام قبول
کرلیا - اور بعد مسلمان ہونے کے اُس نے اُن تمام ہجوں
کا جو آں حضرت اور قرآن شریف اور آپ کے مذہب کی
طرف راجع تہیں جواب لکھا (مویدالاسلام صفحہ ۶۹ و ۷۰)

جارج سیل صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ
میں لکھتے ہیں - کہ یہ بات علی العموم مسلم ہے - کہ قرآن
قریش کی زبان میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین
و مہذب ترین قوم ہے - انتہا کی لطیف اور پاکیزہ زبان
میں لکھا گیا ہے - لیکن اور زبانوں کی بھی کسی قدر آمیزش
ہے - گو وہ آمیزش بہت ہی قلیل ہے - وہ کلام عربی زبان
کا نمونہ ہے - اور زیادہ پکے عقیدہ کے لوگوں کا یہہ قول ہے
اور نیز اس کتاب سے بھی ثابت ہے کہ کوئی انسان اسکا

مثل نہیں لکھ سکتا۔ گو بعض فرقوں کی مختلف رائے ہے،
اور اسی واسطے اُسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مردہ کے
زندہ کرنے سے بڑھ کر ہے۔ اور تمام دنیا کو اپنے ربانی الاصل
ہونے کا ثبوت دینے کے لئے اکیلا کافی ہے۔ اور خود محمدؐ
نے بھی اپنی رسالت کے ثبوت کے لئے اُسی معجزہ کی طرف
رجوع کیا تھا۔ اور بڑے بڑے فصحائے عرب کو دجہاں۔ کہ
اُس زمانہ میں اس قسم کے ہزارہا آدمی موجود تھے۔ جن کا
محض یہ شغل اور حوصلہ تھا۔ کہ طرز تحریر اور عبارت آرائی
کی لطافت میں لایق و فایق ہو جائیں، علانیہ کہلا بھیجا
تھا کہ اُس کے مقابلہ کی ایک سورہ ہی بنا دو۔ اس بات کے
اظہار کے واسطے کہ اس کتاب کی خوبی تحریر کی اُن ذی لیاقت
لوگوں نے فی الواقع تعریف و توصیف کی تھی جنکا اس کام
میں مبصر ہونا مسلم ہے۔ منجملہ بے شمار مثالوں کے ایک مثال
کو بیان کرتا ہوں۔ لبید بن ربیعہ عامری جو محمدؐ کے زمانہ
میں سب سے بڑے زبان آوروں میں سے تھا اس کا ایک
قصیدہ خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا، یہ رتبہ نہایت اعلیٰ
تصنیف کے لئے مرعی تھا، اور کسی شاعر کو اُسکے مقابل میں

کسی اپنی تصنیف کے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لیکن جب کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد قرآن کی دوسری سورہ (بقرہ) کی آیتیں اُس کے مقابلہ میں لگائی گئیں تو خود لبید (جو اُس زمانہ میں مشرکین میں سے تھا) شروع ہی کی آیت پڑھکر بحر تحیر میں غوطہ زن ہوا۔ اور اُسی وقت مذہب اسلام قبول کر لیا۔ اور بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبی ہی کی زبان سے برآمد ہو سکتے ہیں۔"

اور متصلاً لکھتے ہیں۔ کہ "قرآن کا طرز تحریر عموماً خوشنما اور رواں ہے بالخصوص اُس جگہ کہ جہاں وہ پیغمبرانہ وضع اور توراتی جملوں کو نقل کرتا ہے۔ وہ مختصر اور بعض مقامات میں مبہم ہے۔ اور ایشیائی ڈھنگ کے موافق پُر حیرت مضمون سے مرصع اور روشن اور پُر معنے جملوں سے مزین ہے۔ اور اکثر جگہ اور علے الخصوص اُس مقام پر جہاں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اوصاف کا بیان ہے۔ نہایت عالی مرتبہ اور رفیع الشان ہے۔"

پس مسٹر گین کا یہ لکھنا کہ "آنحضرت جوش مذہبی یا خود پسندی کی تحریک سے اپنی رسالت کی صداقت کو اپنے قرآن کی

خوبی پر منحصر کرتے ہیں۔ اور دلیری کے ساتھہ یہ دعوے
کرتے ہیں۔ کہ انسان اور ملایک دونوں میں سے کوئی تو اُسکو
ایک صفحہ کی مانند بنا دے۔ اور پھر خود ہی بڑے زور سے
یہہ کہتے ہیں کہ ایسا بے نظیر کلام صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف
سے ہو سکتا ہے"۔

اور نیز یہہ کہنا کہ "یہ دلیل نہایت استحکام کے ساتھہ ایک محو
عقیدت عرب کی طرف خطاب کی گئی ہے۔ جس کی طبیعت
وجد میں آکر ایمان لے آسکتی اور کان خوش آیند الفاظ کو
سنکر مسرت اندوز ہونے کے لئے موزون۔ اور جسکی بے علمی
انسانی ذہانت کے ایجادوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے"۔
صریحاً تاریخ سے چشم پوشی کرنا ہے۔ کیا اُن ہزارہا فصحا و بلغا
میں جنکا بقول مسٹر سیل "محض یہہ شغل اور حوصلہ تہا
کہ طرز تحریر اور عبارت آرائی کی لطافت میں لایق و فایق
ہو جائیں" کوئی بھی ایسا نہ تھا؟ جو ایک ایسے شخص کا کہ
جو نہ کسی مکتب میں بیٹھا اور نہ کسی اُستاد سے پڑھا۔ اور
نہ کسی شاعر سے شعر کہنا سیکھا۔ مقابلہ کرتا۔ اور قرآن کی
طرز کے چند چھوٹے چھوٹے فقرے لکھ کر اُس کے اس بڑہ

دعوی کو جو مشرکین کے نزدیک جوش مذہبی یا خود پسندی کا نتیجہ تھا رد کر دیتا۔ اور اس طرح سے اپنی قوم اور اپنے خداؤں کو اس آفت سے بچا لیتا۔ جو آخرکار اس ناصح امین کی بات نہ ماننے سے جو نہایت دل سوزی و ہمدردی اور ہم جنسی کے جوش سے صرف ان ہی کے بھلے کی خاطر ان کو نصیحت کرتا تھا۔ آپڑی۔ اور جبکہ باوجود اس کے بار بار کے اس دعوے کے کوئی فصیح سے فصیح اور بلیغ سے بلیغ اس کی تردید نہیں کرسکا اور وہ لوگ لفظی مقابلہ کو چھوڑ کر تیر و شمشیر کے ساتھ مقابلہ پر مجبور ہوئے۔ تو صاف ثابت ہے کہ یہ ایک ربانی کرشمہ تھا۔ جس نے تمام فصحا و بلغائے عرب کو قرآن کے مقابلہ میں ناچار اور عاجز کردیا تھا اور خدا کا یہ فرمانا بالکل سچ تھا اور ہے کہ قل لئن اجتمعت الجن والانس الخ۔

خلاصہ یہ کہ معجزہ فصاحت و بلاغت قرآن شریف کا ایسا ہو کہ آجتک مخالفین میں سے کیا عیسائی کیا یہودی۔ کیا مشرک حالانکہ ہر زمانہ میں بڑے بڑے فصحاء و بلغاء عربی زبان ہوتے رہے۔ کسی کو بھی اتنی جرأت نہ پڑی۔ کہ بمقدار تین آیت

کے معارضہ کر دکھلائے۔ بلکہ ہر ایک فصیح و بلیغ قرآن کی فصاحت سے عاجز و حیران رہا۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ جو ایک بڑا شاعر نامی عرب میں تہا۔ بعد سننے اس آیت شریفہ کے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔ کہنے لگا قسم ہے خدا کی یہ کلام بشر کا نہیں۔

اور روایت ہے کہ جب عتبہ واسطے مقابلہ کے قوم کی طرف سے حضرت کی خدمت میں گیا۔ تو رسول خدا صلعم نے آیت حم فصلت سے فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود۔ پڑھی۔ تو عتبہ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا سنتا تھا۔ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ باہر آکر کہا خدا کی قسم ہے۔ کہ میں ایسا کلام سنکر آیا ہوں۔ کہ پہلے اس سے میرے کانوں نے کبھی نہیں سنا۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ ایسا کلام بندہ کی نہیں ہو سکتی۔ مدارج النبوۃ وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ ابن مقفع نے جو اپنے زمانہ میں ایک بڑا بے نظیر فصیح شاعر تھا۔ کچھ کلام قرآن کی طرز پر لکھی۔ ایک دن مکتب کے پاس سے چلا جاتا تہا۔ کہ ایک لڑکے کو یہ آیت قیل یا ارض ابلعی ماءک الخ پڑھتے

سنا۔ بجرد سننے کے اُس نے گھر میں آکر اپنے لکھے ہوئے کو محو کر دیا۔ اور قرآن کے حق میں قسم کھا کر گواہی دی۔ کہ کوئی شخص اس کلام الٰہی کے ساتھہ ہرگز معارضہ نہیں کر سکتا ؛

منصف علماے نصاریٰ کی رائیں قرآن شریف کی نسبت

دفعہ ۴۔ ایک نہایت مشہور مسیحی عالم جان ڈیون پورٹ متوطن لنڈن فرماتے ہیں۔ قرآن شریف کی اہل اسلام نہایت تعظیم کرتے ہیں۔ جو اُن میں بہت احتیاط کرتے ہیں وہ بغیر

حاشیہ متعلق صفحہ ۷۱ ؛ سلہ یہ امر اس وقت مسلم الثبوت ہو چکا ہے۔ کہ حرارت آفتابی کے سبب دریا اور ندی اور تالاب اور سطح سمندر وغیرہ سے بخارات اُٹھکر اوپر ابر بن جاتے ہیں اور برودت ہوا ہی کے سبب قطرات آبی" جس کو مینہ کہتے ہیں" برساتے ہیں۔ اس حقیقت کو حضرت رسول خدا صلعم نے ۱۳ سو برس پیشتر بیان فرما دیا (ہود) پارہ ۱۲ میں ہے وقیل یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی ترجمہ اور کہا گیا۔ اے زمین نگل جا اپنا پانی۔ اور اے آسمان بس کر (بقیہ بر صفحہ ۷۳)

وضو کئے نہیں چھوتے - اور اس خیال سے کہ مبادا کوئی غفلت
سے اسے چھولے قرآن شریف پر یا اُس کی جلد پر یہ آیت
لکھ دیتے ہیں کوئی اسے نہ چھوئے مگر وہ لوگ جو باوضو
ہوں (موید الاسلام ترجمہ کتاب جان ڈیونپورٹ صاحب
صفحہ ۱۷ ×

پھر فرماتے ہیں - قرآن شریف کو اہل اسلام معجزہ اعظم مانتے
ہیں - اور کہتے ہیں - کہ ایسا ہی عجیب ہے جیسے مردہ کو زندہ
کرنا اُن کا قول ہے - کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے عارضی اور چند روزہ تھے - مگر
آں حضرت کا معجزہ پایدار اور بے زوال ہے - اور اسی
سبب سے زمانہ سابق کے تمام معجزوں پر سبقت رکھتا ہے

موقع کی ہے - کہ حضرت نوح کا طوفان بند ہو گیا تھا - اس آیت میں یہ خوبی مطابق جغرافیہ
طبعی کے ہے کہ پانی کا تعلق زمین سے رکھا گیا ہے یعنی یہ کہ اسے زمین اپنا پانی نگل جا الخ حالانکہ
اُس وقت آسمان سے پانی برس رہا تھا اُسے نہ کہا کہ اپنا پانی تھام لے - زمین کو لفظ
اپنا پانی کہنے سے کیا خوب علمی بات نکلتی ہے - علاوہ اور فصاحت و بلاغت و
صنایع کے جو اس آیت میں ہیں - زبان بیان سے قاصر ہے +

(مویدالاسلام صفحہ ۶۷)
پھر فرماتے ہیں - قرآن بہ لحاظ علم ادب کے اہل مشرق کی
ایک بڑی شاعرانہ تصنیف معلوم ہوتا ہے - اس کا اکثر حصہ
قدمائے عرب کے مذاق کے موافق مقفیٰ اور مسجع عبارت میں
لکھا ہے - سب کو اس بات کا اقرار ہے - کہ قرآن قوم
قریش کی نہایت فصیح زبان میں لکھا گیا ہے - یہ خاندان
تمام اہل عرب میں سب سے زیادہ اعلےٰ رتبہ اور ذی علم
تھا - اگرچہ قرآن شریف زبانہ قریش میں لکھا گیا ہے مگر اس
میں کہیں کہیں اور زبانوں کی بھی آمیزش ہے - یہہ بات
متفق علیہ ہے - کہ قرآن شریف عربی زبان کا نمونہ ہے - یعنی
جو شخص یہ قصد کرتا ہے - کہ میں عمدہ عربی لکھوں - تو وہ
قرآن کی روش پہ چلتا ہے - اور وہ تمام صنایع و بدایع
اور استعارات سے پر ہے باوصف اس کے کہ قرآن بعض
جا سے غیر مفہوم ہے - اور آورد معلوم ہوتا ہے - مگر اکثر جگہ
نہایت زبردستی عبارت اور بلند خیالی عیاں ہے اور یہہ
مقولہ بہت ٹھیک ہے کہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے کہ
جس کی اشکال عبارت سے پڑھنے والا پہلے گھبراجاتا

ہے۔ بعد ازاں اُس کے محاسن دیکھ کر رجوع کرتا ہے اور
آخر فریفتہ ہو جاتا ہے (موید الاسلام صفحہ ۶۷ و ۶۸)۔

پھر لکھتے ہیں۔ چونکہ قرآن شریف ایک معجزہ قایم
خیال کیا جاتا ہے۔ آنحضرت ہمیشہ اُس کی طرف اشارہ
فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ میری نبوّت کا ثبوت
اعظم ہے۔ اور عموماً فصحائے عرب کے سامنے جو اُس
زمانہ میں اُس ملک میں بہ کثرت تھے۔ اور جن کی تمام عمر
صرف اس بات میں صرف ہوتی تھی۔ کہ ایک دوسرے
پر عبارت نویسی میں سبقت لے جائیں۔ یہ دعوے کرتے
تھے۔ کہ تم ایسی ایک سورت تو لکھو۔ جو اُس کے مقابل ہو
(موید الاسلام صفحہ ۶۹)

لب التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲ میں ہے۔ کہ یہ عجیب بات
ہے۔ کہ اس کتاب (قرآن) کی عبارت ایسی شُستہ و رُفتہ
ہے۔ کہ زبان عربی کے لئے ایک نمونہ ٹھیرا۔ اور محمد صلعم
نے اپنی نبوت کی صداقت کے لئے مخصوص اُس کی عبارت
پر بنیاد ڈالی۔ انتہٰی *

پھر جان ڈیونپورٹ صاحب اپنی کتاب صفحہ ۶۹ میں

لکھتے ہیں :-
قرآن شریف کی ماہیت کو کما حقہ سمجھنے کے لئے اس بات کو خیال رکھنا چاہئے - کہ جب آں حضرت صلعم کا خروج ہوا اُس زمانہ میں طلاقت لسانی اور عمدگی عبارت کا لوگوں کو بڑا خیال تھا - اور شاعری اور فصاحت کی بہت قدر تھی۔ ایک مسلمان کا قول ہے کہ قرآن کا معجزہ اُس کی عمدگی عبارت اور موزونی فقرات پر منحصر ہے۔یہاں تک کہ اگر کوئی عجمی بھی کسی شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سُنے - تو اُسے فی الفور معلوم ہو جائے گا - کہ اُسے تمام عربی عبارتوں پر فوق ہے - اگر اس میں کی کسی آیت کو کسی اور نہایت فصیح عبارت میں داخل کر دیں - تو وہ ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے لعل چمکتا ہے - اور اُس کی روشنی مثل اُس درخشندہ جوہر کے ہوتی ہے - جس کی تابندگی سے آنکھوں کو خیرگی ہو - اور اس کی عبارت ایسی لاجواب ہے - کہ تمام علمار کو اُس کے زمانہ رواج سے اب تک اُسپر نہایت حیرت ہے (مویدالاسلام صفحہ ۶۹)

پھر لکھتے ہیں ...... وہ منجوب جو اہل عرب کو قرآن کے

پڑھنے سے ہوتا ہے۔ وہ اُس کی عبارت سحر آویز اور اُن صنایع اور بدایع اُس کی اُن آیتوں مقفی اور مسجع اور موزون کا سبب ہے۔ جس سے آں حضرت نے اپنی نثر کو آراستہ کیا ہے۔ قرآن شریف کا اختلاف عبارت بہت عجیب ہے۔ کیونکہ بعض اوقات آں حضرت مروجہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالے کا تخت پر بیٹھا ہونا اور اہل دنیا پر قواعد مقرر کرنے نہایت شان و شوکت والی آیتوں میں بیان فرماتے ہیں۔ آپ کی آیتیں اُس مقام پر بہت موزون اور موثر ہو جاتی ہیں۔ جبکہ آپ جنت کی بیزوال خوشیاں بیان کرتے ہیں۔ اور جب آپ دوزخ کا حال بیان کرتے ہیں۔ تو آپ کی آیتیں نہایت خوفناک اور جانگزا معلوم ہوتی ہیں (موید الاسلام صفحہ ۱۷)

پھر لکھتے ہیں ..... قرآن شریف میں صرف احکام مذہبی اور تہذیب اخلاق ہی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ گبن صاحب کا قول ہے۔ کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعۂ قوانین مانا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ اُس میں صرف فقہی مسئلے ہوں۔ بلکہ قوانین دیوانی اور فوجداری اور اکثر مضامین

بھی اُس میں درج ہیں - اور وہ قاعدے جو آدمیوں کے
اعمال اور مال کی نسبت مقرر کئے گئے ہیں - وہ خدا تعالےٰ
کی بے زوال رضا سے بنائے گئے ہیں - یا بہ تبدیل الفاظ ہم
اس مطلب کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں - کہ قرآن شریف
مسلمانوں کا مجموعہ قوانین عامہ ہے - اس میں قوانین مذہبی
اور سلوک باہمی اور فوجداری اور دیوانی اور تجارتی اور
فوجی اور ملکی اور سزا دہی سب موجود ہیں - اور مذہبی
رسموں سے لیکر معاملات دنیوی تک ہر ایک چیز کا مفصل
بیان ہے - اور قرآن نجات روح ہے - اور صحت جسمانی
اور حقوق عامہ اور حقوق شخصی اور نفع رسانی خلایق اور
نیکی اور بدی اور سزائے دینی و دنیوی سب چیز پر حاوی
ہے (موید الاسلام صفحہ ۷۳)
قرآن شریف اور کتب آسمانی کی مانند صرف امور مذہبی اور
عبادتی پر حاوی نہیں ہے - بلکہ اُس میں نظم و نسق ملکی
کا بھی بیان ہے - اس بنیاد پر سلطنتیں قایم ہیں - اسی میں
سے ہر ایک قانون ملکی اخذ کیا جاتا ہے - اور اسی کے موافق
ہر ایک تکرار مالی و ملکی فیصل ہوتی ہے (موید الاسلام صفحہ ۷۴)

گاڈفری ہگنس صاحب اپنی کتاب کی دفعہ ۲۲۱ میں فرماتے ہیں :-
کہ جیسی عالی عبارتیں کہ قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ اس سے عمدہ غالباً دنیا بھر میں نہیں مل سکتیں انتہٰی ۱۲
پادری فنڈر صاحب اپنی کتاب میزان الحق باب ۲ فصل ۳ صفحہ ۲۶۲ میں فرماتے ہیں۔ جو کوئی طرف داری کو برقرار رکھکر قرآن کو مطالعہ کریگا وہ قبول کرے گا کہ قرآن اننی باتوں میں خدا کو حق حق اور راست راست بیان کرتا ہے۔ چنانچہ خدا کی صفات کی نسبت اُس میں ذکر ہوا ہے۔ کہ خدا واحد و قدیم و علیم و حکیم و رحیم و رؤف و غفور و کریم ہے اور اور اُس میں یہ بھی بیان ہوا ہے۔ کہ مرنے کے بعد انسان کی روح ابداً باقی رہے گی۔ اور بدن پھر اُٹھے گا۔ اور انصاف کے دن نیک کار اور بدکار سب اپنا اجر پاویں گے اور اُن کے سوا چند احکام ایسے بھی ہیں۔ جو کتب عہد عتیق و جدید کے احکام سے موافق ہیں۔ جیسے بُت پرستی نہ کریں اور خدا کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور اُس کی تصویر نہ کھینچیں اور اُس کا نام بے حرمتی سے نہ لیں۔ چوری چھنالا خون

جھوٹ نہ بولیں - خدا کے ساتھہ محبت رکھیں - بھائی برادر پر احسان اور غریب و فقیر پر رحم کریں ۔

چیمبرس انسائیکلوپیڈیا کی جلد ۶ میں ہے اسلام کا وہ حصہ بھی جس سے اُس کے بانی کی رائے کا انکشاف ہوتا ہے - نہایت کامل اور غایت درجہ میں موثر ہے - یعنی قرآن کی نصایح کسی ایک دو یا تین سورتوں میں مجتمع نہیں ہیں - بلکہ اسلام کی عالی شان عمارت میں سلسلۃ الذہب کی مانند مخلوط و ممزوج ہیں - ناانصافی - جھوٹ - غرور - کینہ کشی تہمت تمسخریہ - عداوت - فضول خرچی - طمع - حرامکاری - خیانت اور نفاق کی سخت ملامت کی گئی ہے - اور اُن کو قبیح اور بے دینی بتلایا ہے - اور بہ مقابلہ اُن کے خیراندیشی - فیض رسانی - عفت - بردباری - صبر و تحمل - کفایت شعاری راستبازی - عالی ہمتی - حیا - صلح پسندی - حق دوستی - اور ان سب پر بالا توکل بر خدا - اور انقیاد - امر الٰہی کو عماد پرہیزگاری حقہ احد مومن صادق کی اصلی نشانی قرار دی ہے ۔

جان ڈیونپورٹ صاحب اپنی کتاب موئید الاسلام صفحہ ۸۵

ہیں لکھتے ہیں :- فی الحال یہ امر بخوبی دریافت کرنا ناممکن ہے کہ اس قدر آدمیوں نے کیوں اسلام قبول کر لیا - مگر یہ ہو سکتا ہے - کہ ہم بعض بڑے بڑے سبب اس جگہ لکھیں -
اوّل سبب تو یہ ہے کہ تمام قرآن شریف خدا تعالےٰ کے بیان اور ایسے سنجیدہ مضامین سے پُر ہے - کہ جن کے پڑھنے سے آدمی کے دل پر ایک خاص طرح کا اثر ہوتا ہے - مگر جب اُسے اُن لوگوں نے پڑھا جو اپنے اہل شہر یہودیوں اور عیسائیوں کے ربط و ضبط کے سبب سے اپنی قدیم سود اعتقادیوں اور بُت پرستی سے متنفر تھے - تو اُنہیں اور بھی اپنے مذہب کی بے بنیادی ثابت ہوگئی ۔
دوم یہ کہ اس مذہب میں تمام اُن مذاہب کے عمدہ عمدہ مسئلے اور رسوم اور روایتیں چُن کر رکھی گئی ہیں - جو اُس زمانہ میں عرب میں رایج تھے ۔
سوم قرآن شریف ایسی حاوی کتاب ہے - کہ اس میں معاملات دینی و دنیوی سب موجود ہیں - بعض مؤرخ یہہ کہتے ہیں - کہ ان سببوں کے سوا لوگوں کے زیادہ تر اسلام قبول کرنے کا یہہ باعث تھا - کہ آں حضرت نے اس مذہب

ہیں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر غیر متعصب اور اہل انصاف اسے خیال بیہودہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہو جائے گی۔ کہ آں حضرت نے کبھی اس قلیل ترغیب پر اپنے مذہب کی رواج دہی کیواسطے اعتماد نہیں کیا۔

ہمیں یہ نہیں چاہئے۔ کہ ہم اس معاملہ میں عیسائیوں کے زہد و تقوے یا اہل یوروپ کے رسم و رواج کو دیکھ کر رائے لگا دیں۔ جب اہل عرب میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کا رواج قدیم سے چلا آتا تھا۔ اگر آں حضرت نے بھی اس امر کا حکم دیا۔ تو اس سے آپ کے معتقدین کو کیا آزادی حاصل ہو گئی۔ بلکہ آپ کے احکام نے اس بات میں یعنی کثرت نکاح میں جس کا اہل مشرق میں بہت رواج تھا کمی کر دی دگنا کر محدود کر دیا۔ اس زمانہ میں غیر تربیت یافتہ قوموں میں اکثر حرامکاری کا بہت رواج تھا۔ اور وہ اپنی رشتہ دار عورتوں سے خراب ہوا کرتے تھے۔ مگر جب آپ نے ان باتوں کی ممانعت قطعی فرمائی۔ تو وہ بالکل مفقود ہو گئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ کے وقت میں

تہذیب کو ترقی ہوئی - اور زوال نہیں ہوا - انتہیٰ ۔
پھر وہی صاحب اپنی کتاب صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں کہ کوئی
ایسا آدمی نہیں - جو قرآن شریف کو پڑھے اور اُس کے دل پر
خوف کا اثر نہ ہو - انتہیٰ ۔
اور صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں - کہ قرآن شریف اُن خیالات
اور الفاظ اور قصص سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال
کئے جا سکتے ہیں - مگر افسوس یہ عیب یہودیوں کی مقدس
کتابوں میں اکثر واقع ہیں - حقیقت میں قرآن شریف
ان عیوب سے ایسا مبرا ہے - کہ اُس میں ذرا سی بھی حرف
گیری ناممکن ہے - اگر ہم اُسے اول سے آخر تک پڑھیں -
تو کہیں ایسی بات نہ واقع ہوگی - کہ جس میں ہنسی آجائے ؎
ریورینڈ راڈویل صاحب اگرچہ قرآن مجید کی نسبت چند
بے اصل اور غلط الزامات قایم کرتے ہیں - مگر اسپر بھی خلاف
توقع اُن کے قلم سے ایسا کچھ نکل گیا ہے - جس کو آنحضرت ؐ
اور قرآن مجید کا گویا معجزہ کہنا چاہئے - چنانچہ فرماتے ہیں
کہ محمد کی زندگانی کا مدعا توحید الٰہی کا اعلان کرنا تھا - اور
وہ بیشک اس میں کامیاب ہوگیا - جس قدر کہ نہایت صحیح

تاریخی واقعات پر نظر کرنے سے ہمکو محمدؐ کی سیرت سے اصلی
واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اُسی قدر ہوا کسٹی۔ پریڈو
اور دیگر مصنفین کی سخت کلامی اور بدزبانی بیجا غلط ثابت
ہوتی ہے۔ اور یہہ کہنا حقیقت الامر کے زیادہ تر قریب
ہوگا۔ کہ وہ بیشک ایک اعلے درجہ کا شخص تھا۔ اگرچہ کچھہ نقص
بھی رکھتا تھا۔ اور ایک سچا واعظ تھا۔ اگرچہ غلطی میں پڑا ہوا
تھا۔ مگر اُس کی بہت سی غلطیوں اور نقصوں کی وجہ اُس
کے زمانہ کی حالت تھی۔ اور ضرور ہے کہ جس مذہب کا وہ
اصل بانی تھا۔ اُس میں سچائی اور نکوئی کے اصول بھی
ہوں۔ ورنہ یہ معما حل ہونا مشکل ہے کہ اُس کی تعلیم کا اثر
جس کو بے شبہ اُس کے پیروؤں کے فتحمند ہتھیاروں نے بہت
تیز کر دیا۔ اس وقت تک کہ تقریباً تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں۔
ہمارے زمانہ کے پندرہ کروڑ آدمیوں میں جو کل دنیا کے
چھٹے حصہ سے زیادہ ہیں۔ کس طرح قایم رہا۔ یہہ بھی مان لینا
ضرور ہے کہ قرآن نے جس طور پر خدا کی ذات کی تعریف بلحاظ
اُس کی وحدانیت اور تمام جہان کا پروردگار اور عالم الغیب
اور قادر مطلق ہونے کے بیان کی ہے۔ اُس کے لئے وہ بہت

اعلیٰ درجہ کی تعریف کا مستحق ہے - اور یہ بھی مان لینا ہو گا
ہے کہ قرآن کو صرف خدا ہی کے واحد پر نہایت پُر جوش اور گہرا
یقین ہے - اور گو کہ اس میں متوہمانہ تخیلات اور کہانیاں بھی
ہیں اور طفلانہ آداب و رسوم مذہبی کی بھی تعلیم کرتا ہے اور
ظلم و جور اور غلامی و تعدد ازدواج کی بھی اجازت دیتا ہے
مگر باوجود ان باتوں کے اس میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی
عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے - جو
باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالتہ اور ملہمانہ حکمت سے
بھرے ہوئے ہیں - اور اس نے ثابت کر دیا ہے کہ اس میں
ایسے اصول موجود ہیں - جن پر نہایت قوی قومیں اور گو
مستقل اور قیام پذیر بادشاہتیں تو شاید نہیں - مگر ملک فتح
کرنے والی سلطنتیں ضرور قایم ہو سکتی ہیں - اگرچہ اسلام بہت
سی باتوں کے لحاظ سے ایک ناکامیابی ہے - لیکن یہ زیادہ
تر قرآن ہی کی تعلیم کا نتیجہ تھا - کہ ایک بے آب و علف جزیرہ نما
کے باشندے جن کے افلاس کی برابری صرف ان کی جہالت
ہی کر سکتی تھی - نہ صرف ایک نئے مذہب کے پُر جوش
اور سچے پیرو بن گئے - بلکہ عمرؓ اور بہت سے اور لوگوں کی

بلکہ اُس کے بزور شمشیر پھیلانے والے ہوگئے۔ وہ ان
ملکتوں کے بانی اور شہروں کے آباد کنندہ اور [illegible]
خانے اُنہوں نے خراب کئے تھے اُن سے زیادہ [illegible] کتب
خانوں کے جمع کرنے والے ہوگئے۔ اور قسطنطنیہ۔ بغداد۔
قرطبہ (کارڈوا) اور دہلی کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی
یوروپ کو کپکپا دیا۔ اور اس طرح سے قرآن۔ جس میں یہ
وسیع قوت پائی جاتی ہے۔ اور جس میں ایسے اصول
ہیں کہ جو اس قوت کے ظہور کا منبع ہیں۔ اس قابل ہے
کہ اُس کی قدر ہمیشہ بلحاظ ایک مجموعہ قوانین اور سلسلہ تعلیم
مذہبی کے اُن تبدیلیوں کے اندازہ سے ہونی چاہئے۔ جو
اُس نے اُن لوگوں کی عادات و اعتقادات میں کیں
جنہوں نے اُسکو طوعاً خواہ کرہاً قبول کیا" والفضل ما شہدت
به الاعداء +

ڈوش صاحب جو ایک نامدار جرمن مؤرخ ہیں۔ لکھتے
ہیں۔ کہ
شادی و غم۔ عشق و محبت اور ہیبت و شجاعت کے وہ
عظیم الشان اظہارات جن کی کچھ خفیف سی صدائیں اب

ہمارے کان میں آتی ہیں۔ محمدؐ کے زمانہ میں پوری پوری
آزادی رکھتے تھے۔ اور محمدؐ کو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ
لوگوں سے صرف برابری ہی نہیں کرنی پڑی۔ بلکہ انپر فوق
لے جانا پڑا تھا۔ اور اپنے کلام کی فصاحت و بلاغت کو اپنے
دعوے رسالت کی دلیل گردانا پڑا تھا۔ محمدؐ کے پیشتر کے
شعرا نے عاشقانہ اشعار بہت کہے تھے۔ چنانچہ عنترہ نے جس
کے عشق کا حال ایک بہت مشہور داستان میں لکھا ہے
اور امرالقیس نے جس کو محمدؐ نے پیشواے شعراے عرب
مگر رہنماے اہل جہنم بتایا ہے۔ نہایت عالی و آبدار مضامین
عشقیہ نظم کئے۔ اور شراب و کباب اور معشوقان ماہ وش
وسیمیں تن کی تعریف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا
دیئے۔ مگر محمدؐ نے عاشقانہ مضامین نظم نہیں کئے۔ نہ کوئی
عاشقانہ غزل لکھی نہ اس دنیاے فانی کے رنج و راحت
نہ عرب کی شمشیر آبدار و شتر بے مہار۔ نہ عرب کے رشک و
حسد اور خواہش انتقام۔ نہ کسی قبیلہ و قوم کے آبا و اجداد کی
شجاعت و جوانمردی نظم کی۔ نہ کوئی ایسا مضمون بیان
کیا۔ جس سے معلوم ہو۔ کہ اس کے نزدیک وجود بشر کی

کوئی حقیقت ہی نہیں - اور انسان کے لئے مطلقاً فنا ہو جاتا ہی ہے - الغرض اُس نے لوگوں کو شعر و سخن نہیں سکہایا بلکہ اسلام سکہایا - اور کیونکر سکہایا کہ زمین و آسمان کو شق کرکے جنت نار کو مجسم کرکے دکہا دیا (رسالہ کوارٹرلی ریویو جلد ۱۲۷ نمبر ۲۵۴ - لنڈن ۱۸۶۹ء)

سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب لائف آف محمد میں لکھتے ہیں - چونکہ محمدؐ کو اپنی رسالت کا نہایت قوی اور مضبوط اعتقاد تہا اسلئے اُسکی طرف سے دین (اسلام) کے مواعظ میں بڑی قوت و شدت ظاہر ہوتی تھی - اور چونکہ فصاحت میں بھی اُس کو کمال تہا لہذا اُس کا کلام عربی زبان میں نہایت خالص اور بغایت موثر تہا - اُس کے ملکۂ زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنا دیا - اور اُس کے نہایت روشن اور زندہ خیالات نے قیامت و روز جزا اور نعمائے بہشت و عذاب جہنم کو سامعین کے نہایت قریب تر بلکہ پیش نظر کر دکھایا معمولی گفتگو میں تو اُس کا کلام آہستہ - مفصّل اور قوی تہا - مگر ہنگام وعظ آنکھیں سُرخ اور آواز بہاری اور بلند ہو جاتی تھی - اور تمام جسم ایک ایسی حالت جوش و خروش میں ہو جاتا تہا - گویا کہ وہ لوگوں کو کسی غنیم کے آنے کی

خبر دیتا ہے - جو دوسرے روز یا اُس رات ہی کو اُن پر آن پڑے گا۔

مسٹر گبن صاحب مورخ لکھتے ہیں - کہ قرآن خدا کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے - مکہ کے پیغمبر نے بتوں کی - انسانوں کی - ثوابت اور سیاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا - کہ جو شئے طلوع ہوتی ہے - غروب ہو جاتی ہے - اور جو حادث ہے وہ فانی ہوتی ہے - اور جو قابل زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے - اُس لئے اپنی معقول سرگرمی سے کائنات کے بانی کو ایک ایسا وجود تسلیم کیا جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا - نہ کسی شکل میں محدود - نہ کسی مکان میں اور نہ کوئی اُس کا ثانی مثل ہے جس سے اُس کو تشبیہ دے سکیں - وہ ہمارے نہایت خفیہ ارادوں پر بھی آگاہ رہتا ہے - بغیر کسی اسباب کے موجود ہے - اخلاق اور عقل کا کمال جو اُسکو حاصل ہے وہ اُس کو اپنی ہی ذات سے حاصل ہے - اِن بڑے بڑے حقایق کو پیغمبر نے مشہور کیا اور اُس کے پیروؤں نے اُن کو نہایت مستحکم طور سے قبول کیا - اور قرآن کے مفسروں نے

معقولات کے ذریعہ سے اُن کی تشریح و تصریح کی۔ ایک حکیم جو خدا تعالیٰ کے وجود اور اُس کی صفات پر اعتقاد رکھتا ہو مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقیدہ کی نسبت یہہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو ہمارے موجودہ ادراک اور قوائے عقلی سے بہت بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ جب ہمنے اُس لا معلوم (یعنی خدا) کو زمان اور مکان اور حرکت اور مادہ اور حیز اور فکر کے اوصاف سے مبرا کردیا۔ تو پھر ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لئے کیا چیز باقی رہی۔ وہ اصل اوّل (یعنی توحید ذات و صفات باری تعالیٰ) جس کی بنا عقل اور وحی پر ہے محمدؐ کی شہادت سے استحکام کو پہونچی۔ چنانچہ اُس کے معتقد ہندوستان سے لیکر مراکو تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں۔ اور تصویروں کے ممنوع کردینے سے بت پرستی کا خطرہ مٹا دیا گیا ہے۔

کارلل صاحب اپنی کتاب کی جلد ۲ میں صفحہ ۲۱۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ صادق کا کلام ہے اور صداقت سے پُر ہے۔

فاضل نامور ماسٹر رامچندر اعجاز قرآن صفحہ ۲۴ میں

لکھتے ہیں کہ جیسے توریت و انجیل کلام اللہ اور کتاب اللہ اور وحی اللہ ہیں ۔ اور اُن کا خلاصہ قرآن ہے ۔ پس ظاہر ہے کہ قرآن بھی کلام اللہ اور کتاب اللہ اور وحی اللہ ہوا اور نہ بناوٹ انسانی انتہی "

رسالہ النبی المعصوم مطبوعہ بمبئی ۱۸۸۱ء میں پادری ہوپری صاحب لکھتے ہیں ۔ صفحہ ۱ قرآن شریف اقرار کرتا ہے ۔ کہ وہ خود خدا کا کلام ہے ۔ اور وہ آپ کو یہودی اور عیسوی شریعت کا مخالف نہیں ٹھہراتا ۔ بلکہ یقین کرتا ہے ۔ کہ اس تمام دفتر کا جو آسمانی الہام سے ہے ایک باقی حصہ ہے ۔ فی الحقیقت اُس نے عیسوی قوانین سے بہت سی تکلیفات اور آئین موقوف کئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن ایسا کرنے میں وہ بتلاتا ہے ۔ کہ جس طرح اگلے زمانہ میں توریت سے ہوا کرتا تھا ۔ اُسی طرح وہ بھی کرتا ہے ۔ یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید ۔ جب وہ انبیائے سلف کا بیان کرتا ہے تو اُن کی نہایت تعریف کرتا ہے ۔ بڑی تعظیم وتکریم سے پیش آتا ہے ۔ اگرچہ بہت سے مقام اور اکثر آیات میں عیسیٰ کی الوہیت سے نفرت کرتا ہے ۔ تو بھی

اُس کو تمیع انبیاء اُلو العزم کے طور پر عیاں و بیان کرتا ہو جو

دفعہ ۵ — اس امر کی شہادت کہ نصّ سے کفار عرب بھی قرآن کی بے نظیری اور لاثانی ہونے کے قایل اور اُس کی فصاحت و بلاغت سے خیرہ اور حیران تھے۔ یہاں سے ظاہر ہے۔ کہ قرآن کی بہت سی آیتیں ہیں جن میں بیان ہوا ہے۔ کہ قریش و یہود نے محمد کو ساحر اور قرآن کی آیتوں کو سحر اور سحر مبین کہا ہے۔ مثلاً سورۂ صاد میں مرقوم ہے۔ کہ وقال الکٰفرون ھذا ساحرٌ کذابٌ یعنی منکروں نے کہا کہ یہ جھوٹا جادوگر ہے۔ پھر سورۂ زخرف میں ہے۔ کہ ولما جاءھم الحق قالوا ھذا سحر۔ یعنے جس وقت کہ حق اُن کے پاس پہونچا تو بولے یہ جادو ہے۔ پھر سورہ احقاف میں مذکور ہے۔ کہ قال الذین کفروا للحق لما جاءھم ھذا سحرٌ مبین یعنے منکر جس وقت حق بات اُنہیں ملتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے (میزان الحق باب ۲ فصل ۴ صفحہ ۳۰۵) پھر سورہ مدثر میں ہے فقال ان ھذا الا سحرٌ یؤثر۔ سو کہا کہ نہیں یہ (جو محمدؐ صاحب کہتے ہیں) مگر جادو کہ تعلیم کیا جاتا ہے ان ھذا الا قول البشر

نہیں ہے یہ مگر قول آدمی کا۔ پہر سورہ انبیا میں واسروا النجوی الذین ظلموا ہل ہذا الا بشر مثلکم افتاتون السحر وانتم تبصرون اور چہپا کر مشورت کی بے انصافوں نے کہ نہیں ہے یہ شخص مگر آدمی تمہیں سا کیا پس آتے ہو سحر کے پاس آنکھوں دیکھتے ۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی آیتوں کو فصاحت و بلاغت میں لاثانی اور طاقت انسانی سے باہر ہونے کے سبب معارضہ سے عاجز آکر بڑے بڑے مخالف شعرائے عرب سحر اور جادو کہتے تھے۔ اور گو بسبب ضد اور تعصب عناد قلبی کور باطنی شقاوت ازلی کے ایمان نہ لائے مگر اس کلام معجز نظام کے اسلوب عجیب کو دیکھ کر سراسیمگی اور حیرانی کی حالت میں اُن کو بھی مجبور آیہی کہنا پڑا کہ یہ سحر عظیم اور سحر مبین ہے جس کا مقابلہ نہیں ہوسکتا ۔

تاریخ گواہ ہے کہ عرب جاہلیت باوجود اُس غایت مرتبہ کی عداوت و مخالفت کے جو بانی اسلام علیہ السلام سے رکھتے تھے۔ اور اُس اعلےٰ و اکمل درجہ کی دستگاہ کے جو فصاحت و بلاغت میں اُن کو حاصل تھی اور اُس

انتہا کی ضد و کد اور اصرار و استبداد کئے جو آں حضرت ص کے دعوے رسالت کی تکذیب اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کی تردید میں کرتے تھے۔ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی چھوٹی سورت کی مانند بھی نہیں لاسکے اور اُن کا وہ سب سے بڑا اور نامی گرامی شاعر جو اناولاغیری کا دم بھرتا تھا۔ اور جس کا نام لبید تھا۔ سورہ بقرہ کی چند آیتوں کو پڑھ کر بے اختیار چلا اُٹھا۔ کہ خدا اور اُس شخص کے سوا جسپر وحی نازل ہوتی ہو۔ کوئی انسان ایسا کلام نہیں کر سکتا۔ اور فوراً شرک اور بت پرستی کو چھوڑ کر مسلمان ہو گیا ٭

فاضل نامور بابو رامچند راپنی کتاب اعجاز قرآن مطبوعہ ۱۸۸۲ء صفحہ ۱۸۸ میں فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے یہ دعوے کبھی نہیں کیا کہ ہم کوئی کتاب یا رسالہ مثل قرآن کے باعتبار فصاحت زبان کے تیار کر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ کہا کہ ایسے قصے جو قرآن میں ہیں ہم بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ وقالوا لو نشاء لقلنا مثل ھذا ان ھذا الا اساطیر الاولین ٭

دفعہ ۲۶۔ رسالہ اصل و افزایش و زوال دین محمدی صفحہ ۳۹ میں پادری جے ولسن صاحب فرماتے ہیں یہ ناحق کا دعوے قرآن کی عجیب عبارت کی بابت ناخواندوں کو قایل کرنے کے لئے محمد کے بہت کام آیا۔ کہ جب وہ اُنکے یار و انصار جنہوں کا مطلب یہہ تہا کہ حق و ناحق اُسکی رسالت کو تلوار سے ثابت کریں۔ جب اس دعوے کی شناخت ہونے لگی۔ اگر کوئی اُس کا انکار کرتا وہ فوراً اُسے قتل کرتے الخ۔ اور صفحہ ۸۲ میں لکھتے ہیں۔ محمد کی کامرانی کا دوسرا سبب یہ تہا۔ کہ اسلام بہ حیثیت ایک جنگی جہادی دین ہے۔ قرآن کے ملاحظہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اپنی سعی کے شروع میں محمد نے حیلہ کے اندیشی سے اپنا مطلب بہم پہونچانے کی کوشش کی۔ کہ جب تک وہ مکہ میں رہا۔ اور اُس کے رفیق اور انصار کم تھے۔ اُسکا مزاج اور تعلیم بہت ملایم تھی۔ تب تک وہ یہ تمام مقدور جبر کرتا۔ اور تیغ چلانا دین کی خاطر ناروا اور بیجا ٹھیراتا رہا۔ لیکن جس دن سے کہ مدینہ میں رفیق و انصار کی فوجیں اُس کے پاس جمع ہونے لگیں۔ دین کی خاطر جبر

کرنا - اور تیغ چلانا - جایز اور موجب ثواب سمجھا الخ *

اور پادری راجرس صاحب تفتیش الاسلام صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں۔ مدینہ میں آکر محمدؐ نے زور پکڑا - اور کھلا کھلی ظاہر کیا - کہ خدا کی راہ میں جہاد فرض ہے پس اُسکے پیرؤں نے جہاد کرنا شروع کر دیا - کیونکہ اُنہوں نے اس میں دو فایدے دیکھے - اول عاقبت بخیر ہونا - دوم دنیوی فایدہ الخ

اور صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں - جب تھوڑے سے لوگ اُس کے معتقد ہو گئے - تو عرب کے فرقے غصہ سے بھر گئے - اور اُس کے مار ڈالنے کی فکر کی - اس لئے ۶۲۲ء میں وہ معہ اپنے پیرؤں کے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر گئے *

یہاں پہلا حوالہ جو ہم نے تحریر کیا ہے اُس میں پادری جے ولسن صاحب کا یہ دعوے ہے - کہ قرآن کا معجزہ فصاحت جبراً منوایا جاتا تہا - اور جو کوئی انکار کرتا اصحاب اُسے تلوار سے قتل کر ڈالتے تھے - اور خواہ نخواہ معجزۂ فصاحت اور رسالت کا اقرار کرواتے تھے - اور دوسرے حوالوں سے اتنا ظاہر ہے - کہ مکہ شریف میں جس قدر آں حضرت کے پیرو ہوئے نہ جبراً اور بزور شمشیر - بلکہ رضا و رغبت اور صدق دل

سے ایمان لائے تھے۔
اور پھر یہ کہ دو فقرے لیکن جس دن سے کہ مدینہ

میں رفیق و انصار کی فوجیں اُس کے پاس

جمع ہونے لگیں الخ اور مدینہ میں آکر محمد نے

زور پکڑا۔ اور کھلا کھلی ظاہر کیا کہ جہاد فرض

ہے۔ صریح الدلالت ہیں اسپر کہ جہاد کے حکم آنے اور حضرت کے کفار کے ساتھ قتال کرنے سے پیشتر آپ کے بہت سے لوگ مطیع ہو چکے تھے۔ اور آپ کا مذہب رونق پکڑ چکا تھا۔

اور پھر یہ کہ لڑائی کے باعث اور مقدمہ آنحضرت سے نہیں بلکہ کفار ہی جہاد و قتال کا بہ کلی موجب[1] ہوتے۔ اور اُنہوں نے ہی تمام حقوق خویشی و یگانگی کو بالا ئے طاق

[1] وھم بدءوکم اول مرۃ۔ اور اُنہوں نے ہی تم سے پہلے ابتدا کی۔

رکھ کر حضرت کا یہاں تک ناک میں دم کیا کہ آپ پر
زیست دشوار ہو گئی - تین سال تک شعبہ ابی طالب میں
قید رہے - اور مدینہ میں آپ کے ہجرت کرنے اور وطن
چھوڑ دینے پر بھی وہ اپنے بُرے منصوبوں سے باز نہ آئے
تب بہ مجبوری تنبیہ مفسدین و اشرار کے لئے جہاد کا
حکم حضرتؐ نے نافذ فرمایا - اگر کفار اشرار کچھ بھی حضرت
کے ساتھ ڈھیلے ہوتے اعلائے کلمۂ حق سے باز نہ رکھتے -
مار ڈالنے کی فکر نہ کرتے - تو ہرگز آپ اُن سے نہ لڑتے
کفار ہی سے تو پہل ہوئی - حضرتؐ کی طرف جبر و قتال
کی نسبت بیجا ہے - پس وہ بے شمار لوگ جو جہاد کے
حکم آنے سے پیشتر آں حضرت اور قرآن پر ایمان
لائے ہوئے تھے - اُن کا معجزۂ فصاحت پر ایمان لانا
مجبوراً اور شمشیر کے ڈر سے نہ تھا - بلکہ صدق دل سے
انصار و مہاجرین قرآن پر ایمان لائے ہوئے تھے اور
قرآن کے لاثانی - اور عدیم النظیر ہونے کے معتقد تھے ۔

پھر یہ کہ معجزہ فصاحت کا مذکور اکثر انہیں سورتوں
میں ہے - جو مکہ شریف میں اُتریں - جیسے بنی اسرائیل

ہود - یونس - طور وغیرہ - اور یہیں فصاحت کا کمال زور
و شور تھا - اور سبعہ معلقہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکائے ہوئے
تھے - اور وہیں سب فصحا فصاحت قرآن سے دنگ
ہو گئے - پس کوئی وجہ نظر نہیں آتی حضرت اور آپ
کے اصحاب کے جبراً اور بزور شمشیر یہہ معجزہ منوانے کی -
اور یہاں سے پادری صاحبوں کے یہہ دعوے بیجا
صریحاً جنون اور خبط اور بیوقوفی سے معلوم ہوتے ہیں

دفعہ ۷ - اسباب معجزہ قرآنی

(۱) اُس کا پرلے درجہ کا فصیح و بلیغ ہونا - اُس کی ہر
ترکیب حسب موقع - اور تشبیہ اور مجاز اور کنایہ تحسین
لطافت سے مستعمل ہونا - باوجود اس کے تنافر اور
وحشت کلمات - اور غیر مانوس الفاظ سے پاک وصاف ہونا
اور کسی امر خلاف تہذیب کا اُس میں دخل تک نہونا -
(۲) اسلوب اس کلام پاک کا مخالف اسالیب بشری کے
ہے - خصوصاً مطالع اور مقاطع میں
(۳) تناقض اور اختلاف اس میں مطلقاً نہیں ہے

(۴) غیب کی خبریں اور صحیح صحیح قصص ماضیہ اسمیں مندرج ہیں۔ جو کہ کسی تواریخ سے نہیں لئے گئے ۔

(۵) اس[1] میں پیشین گوئیاں ہیں۔ جو اپنے وقت پر وقوع میں آئیں۔ اور آتی جاتی ہیں۔ جیسے غلبہ اسلام۔ بر جمیع ادیان۔ خبر فتح روم بر فارس۔ خبر فتح بیت المقدس۔ تسلط صالحین بر ارض شام۔ عدم دخول مشرکین بہ بیت الحرام وعدہ خلافت اصحابہ و تمکن دین سے نے الارض۔ عصمت آں حضرت از قتل وغیرہ ۔

(۶) اُس کے خیالات بلند۔ اور مضامین پاکیزہ اور عالی ہیں ۔

(۷) یہ کتاب تمام دینی صداقتوں کی جامع ہے ۔ کوئی شخص امر دین کی نسبت کوئی صداقت بیان نہیں کر سکتا۔ جو اس میں پہلے سے مذکور نہو ۔

[1] تائیدات کلام ربانی۔ اور صداقت قرآنی سے آگاہ ہونے کے لئے جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیاں کی کتاب براھین احمدیہ کو دیکھنا ہر شایق دیندار کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ فیروز الدین ۔

(۸) یہ کلام جمیع[1] روحانی - اور جسمانی مرض کے لئے شفا اور رحمت ہے - اور اپنی تاثیروں میں کمال کے درجہ تک پہونچا ہوا ہے

اور کوئی کلام اگر مکرر پڑہیں تو پہلے سا لطف نہیں رہتا اس مقدس کو جتنی دفعہ پڑھو لطف تازہ - اور لذت بے اندازہ حاصل ہوتی ہے -

(۱۰) باوجودیکہ اس میں بہت سے امور ایسے ہیں جو فصاحت میں نقصان لانے والے ہیں - تو بھی یہ کلام فصاحت میں اس انتہا کو پہونچا ہوا ہے - کہ عقول بشری اُس کی لطافت اور سلاست اور بلاغت سے حیران ہیں

۵ - ہر ملک کے فصیح اکثر دیکھی یا سنی ہوئی چیزوں جیسے گھوڑا یا اونٹ یا عورت - یا مرد - یا رزم و بزم وغیرہ کی صفت میں اظہار فصاحت کر سکتے ہیں - اور اس کلام میں بیشتر اُن چیزوں کا ذکر ہے - کہ جنہیں نہ کسی نے دیکھا اور نہ سنا جیسے بہشت کی خوبیاں - دوزخ کی صعوبتیں - نہر کوثر

[1] پیشین گوئیاں حضرت رسول خدا صلعم کے دیکھنے کے لئے میں کتاب نوید جاوید مصنفہ جناب سید ابو الغفور صاحب امام فن مناظرہ اہل کتاب کی طرف توجہ دلاتا ہوں ۱۳

سلسبیل - تسنیم وغیرہ کا ذکر ۔
(ب) شاعر جہاں تک جھوٹ میں ترقی کرے اُتنا ہی اُس کے کلام میں زیادہ لطف ہو جاتا ہے - اور اس کتاب مقدس میں جھوٹ سے نفرت اور پرہیز اور سچائی کا کمال ظاہر ہے ۔
(ج) کوئی شاعر یا ناثر اگر کسی مضمون کو مکرر لکھے تو فصاحت میں نقصان آجاتا ہے اور اول سا لطف نہیں رہتا - اور اس کلام پاک میں جس جگہ کوئی بات دوبارہ آئی ہے - لطف زیادہ ہوا ہے ۔
(د) کوئی کلام جب طول ہو تو پھر فصاحت مشکل ہے اور یہ کلام باوجود اتنے ضخیم ہونے کے کہیں فصاحت کے درجہ سے نہیں گرا ہے - سب جگہ یکساں فصیح و بلیغ ہے ۔
(ہ) ہر شاعر ایک فن خاص میں مہارت رکھتا ہے - اور اسی میں اظہار فصاحت کر سکتا ہے - اور قرآن شریف میں بندش ایک امر کی نہیں جمیع علوم و فنون کا جامع اور وہی صداقتوں کا منبع اور مخزن ہے - "ملک عشتر کاملۃ"
دفعہ ۸ - پادری جے ولسن صاحب بہادر - اپنی کتاب میں لکھتے ہیں - کہ قرآن شریف میں نبیوں اور

نقلوں کا مفصل اور مسلسل تذکرہ نہیں - اور توریت و انجیل کی روایات کا تذکرہ بہ ترتیب صحیح نہیں ہے - بے ترتیب سا تذکرہ ہے - جیسا کسی سے سنا سنایا ہو - اور بے ترتیبی سے لکھا ہوا ہو (دیکھو رسالہ اصل افزائش و زوال دین محمدی صفحہ ۱۲) لیکن میں کیا کہوں ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

یاد رکھنا چاہیئے - کہ قرآن شریف میں کوئی قصہ بطور کتھا یا کہانی کے ہرگز نہیں ہے اُس کا تو اسلوب اور طرز تحریر ہی عجیب اور نرالا اور ممتاز ہے - اُس میں کسی قصہ سے قصہ مقصود بالذات نہیں ہے - بلکہ عبرت انام و تذکیر عوام - و ہدایت عام - و اظہار رفعت باری تعالےٰ وغیرہ ہ

قرآن شریف کا تو خاص مقصد اور منشا یہ ہے کہ وہ جمیع علوم اوّلین و آخرین اور تمام اصول اور صد اقتیں دینی اور معاملات مرجوعہ دنیادی - کامل طور پر نہایت موجز اور مدلل عبارت میں کوٹ کوٹ کر بھر دے اور تمام کتب سلف کا خلاصہ اور لب لباب مختصر سی عبارت میں جمع

کر دے۔ جس کا پڑھنا پڑھانا یاد کرنا چند روزہ عمر کے
بہت کم حصہ میں ہر شخص کو نصیب ہو سکے۔ کیونکہ بقا ہو
احکام قرآن شریف خدا تعالیٰ کو روز قیامت تک منظور
ہے۔ اور تاکہ بہ سبب قلت فرصت اور کثرت مشاغل کے
کوئی شخص برکات اور فیوضات کلام الٰہی سے محروم
نہ رہے۔ اور طبایع ملول نہوں۔ اقل اور اول عبارت
میں جمیع حقایق و دقایق جمع کر دیئے گئے ہ
اور بے ترتیب اور غیر مسلسل سا تذکرہ نبوتوں کا اس میں
اس لئے ہے۔ کہ اُن کا سلسلہ وار بیان جو کہ بہت طول
تھا۔ لکھنا منظور نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ تحصیل حاصل تھی۔ جب
کہ کتب اخبار سلف میں وہ سلسلہ وار موجود ہیں تو اب
بجز مختصر تذکرہ نبوت کے جو محض تصدیق اور یاددہی کے
واسطے تہا۔ اُس کا تفصیل وار بیان بے فایدہ تھا ہ اور
یہ گمان کہ آں حضرت نے سنکر نقل کیا ہے بالکل باطل
اور نادر ہوا ہے۔ اس واسطے کہ قرآن شریف میں تحریفات
عہد عتیق وجدید اور غلطی عقاید یہود و نصارا کا اظہار ہے
پس اگر سُنی سنائی باتوں پر صاحب قرآن کا مدار ہوتا

تو اغلاط کتب سابقہ اور عقاید باطلہ یہود و نصاریٰ کی تردید اس میں نہ ہوتی۔ یہاں سے ثابت ہے کہ اہل کتاب سے زیادہ صاحب قرآن کو توریت و انجیل کے مضامین سے آگاہی تھی۔ یہاں تک کہ خود اہل کتاب کے علمار کے قایل کرنے کے لئے توریت منگائی جاتی تھی۔ قال اللہ تعالے۔ قل فاتوا بالتوریة فاتلوها ان کنتم صادقین ×

ایسا ہی سر ولیم میور صاحب وغیرہ نے بڑی جد وجہد کے بعد اپنے نزدیک قرآن شریف میں یہ عیب نکالا ہے کہ اس کے قصص و احکام اور بیانات میں بے ربطی ہے چنانچہ گبن استہزاءً لکھتا ہے کہ یورپ کا کافر قرآن کے قصص اور مواعظ اور بیان کی بے انتہا ناموزوں بے ربطی کو جس سے شاذ ہی کوئی تصور یا خیال پیدا ہوتا ہے اور جو کبھی تو ایسا پست ہے کہ گویا زمین پر لوٹتا ہے۔ اور کبھی ایسا بلند ہے کہ گویا بادلوں کے پار ہو جاتا ہے۔ بے صبری کے ساتھ پڑھتا ہے۔ اور اگرچہ اس نے اس کی وجہ نہایت انصاف سے خود ہی بیان کر دی ہے۔

کہ طرز بیان کی فصاحت و بلاغت ترجمہ کے ذریعہ سے یوروپ کے کافر تک نہیں پہونچ سکتی۔ مگر ہمپر فرض ہے کہ اس شی کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کریں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ مخالفین کے بیانات میں کہاں تک سچائی ہے۔

واضح ہو کہ قرآن مجید اپنی اصلی موہنی اور دلربا صورت میں فرنگستان میں نہیں پہونچا۔ بلکہ اس شکل میں وہاں پہونچا ہے جس کا خاکہ مسٹر گاڈفرے ھگنس نے عمدہ طور پر ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ اگر عبرانی کتب مقدسہ کا ترجمہ اس طرح پر شایع کیا جائے کہ ہر لفظ قابل تبدیل ہیں اور شایستہ معنے سے ذلیل اور غیر مہذب معنی میں بدل دیا جائے ــ اور ہر آیت کا مضمون کسی جوڑ توڑ اور ناقابل برداشت غلط ترجموں اور غلط تاویلوں کے ساتھ مصنف پر معیوب معنی پہنانے کا ذریعہ بنا یا جائے ــ اور ایک بے قدر اور خراب شرح اس کے ساتھہ دی جائے تو اس ذریعہ کا کسی قدر تصور بندھ سکتا ہے کہ جس کی وساطت سے قرآن کی اشاعت یوروپ

ہیں ہوتی ہے۔ اور چند اور مشہور و معروف عیسائی مصنفوں نے بھی اسکی تائید کی ہے۔
چنانچہ مانشیور بیلوار جو ایک فرانسیس مترجم قرآن ہے۔ مانشیور ڈوورایر یہ شخص گورنمنٹ فرانس کی طرف سے مصر میں کانشل تھا اور زبان عربی و ترکی جانتا تھا، کے ترجمہ کی نسبت لکھتا ہے۔ کہ اگر قرآن جو تمام ایشیائی ملکوں میں عبارت کے کمال اور قوت خیالات کے مجد و اجلال میں اعلے مرتبہ پر ہے ڈوورائر کے ترجمہ میں ایک نامرتب اور سست و بے مزہ بیان کہ جس سے طبیعت دق ہوجاتے معلوم ہو۔ تو یہہ الزام اُس طرز پر لگانا واجب ہے جو ڈوورائر نے اس ترجمہ میں اختیار کی۔ یہ کتاب زبور داؤد کی مانند جدا جدا آیتوں میں ہے۔ یہ طرز تحریر جو نبیوں نے اختیار کی اس غرض سے تھی کہ نثر میں زندہ خیالات اور نظم کے استعارے اور محاورات بیان میں آسکیں۔ ڈوورائر نے بلا لحاظ متن کے سب آیتوں کو ملا دیا۔ اور اُن کو ایک بیان مسلسل کردیا۔ اور اس ہیئیت کے رفع کرنے کو

لکھی تفسیریں اور جھگڑا کرو عبارتیں بیچ میں ملا دیں جس سے اس کے خیالات کی شان اور عبارت کی فصاحت کی بالکل جاتی رہی۔ اور اصل کی تعریف ناممکن ہوگئی۔ اس ترجمہ سے کوئی نہیں خیال کر سکتا۔ کہ قرآن عربی زبان میں وحید و فرید ہے"

اور اسی ترجمہ کی نسبت سیل صاحب لکھتے ہیں کہ اسکو ہر صفحہ میں غلطیاں ہیں اور اکثر تبدل اور حذف و زیادتی کی ایسی خطائیں ہیں جو اس قسم کی تصنیف میں معاف و معذور نہیں ہو سکتیں"

قرآن مجید کا ایک اور ترجمہ جو فادر لیوئیس مراکشی نے کیا۔ اور عالم المتن مع حاشیہ چھاپا گیا۔ اس کی نسبت حاشیہ سیوادی لکھتا ہے۔ کہ اس فاضل صاحب نے جس نے چالیس برس ترجمہ اور تردید کرنے میں صرف کئے صحیح طریقہ کا برتاؤ کیا۔ یعنی متن کے موافق آیتوں کی تقسیم کی مگر ترجمہ لفظی کر ڈالا۔ اس نے قرآن کے مضمون کو نہیں بیان کیا۔ بلکہ اس کو لاطینی وحشی زبان میں پریشان کر دیا ہے۔ اور گو اصل عبارت کی سب خوبیاں اس ترجمہ سے جاتی

رہیں۔ تاہم اس ترجمہ کو ڈو دا یر کے ترجمہ پر ترجیح ہے۔ مراکسی نے جو ایک نہایت متعصب شخص تھا۔ ایک رسالہ بھی اسلام کی تردید میں اس ترجمہ کے ساتھ چھاپا تھا۔ اس کے طرز استدلال کی نسبت مسٹر سیل لکھتے ہیں کہ "جو حاشیے اس نے لگائے وہ تو بڑے فائدے کے ہیں مگر اس کی تردید جس کی وجہ سے کتاب کی ضخامت بہت بڑھ گئی۔ وہ بہت ہی کم یا کسی کام کی نہیں۔ کیونکہ اکثر ناکافی اور گاہ گاہ گستاخانہ ہے"۔

پہلا انگریزی ترجمہ جو مسٹر الگزنڈر راس نے کیا وہ ڈو دائر کے ترجمہ کا ترجمہ ہے۔ اور اس لئے وہ خرابی اس میں بھی ہے جو ڈو دائر کے ترجمہ میں ہے۔ البتہ دوسرا ترجمہ جو مسٹر جارج سیل نے کیا کسی قدر اچھا ہے۔ مگر وہ عیب جس کی شکایت سیواری نے کی ہے اور جنہے لطف مناسبت وارتباط آیات کو کھو دیا۔ جس کے باعث سے پڑھنے والوں کو ایک بے مزہ پھیکی اور الجھاؤ کی تقریر معلوم ہوتی ہے۔ اس میں بھی موجود ہے۔ یعنی آیتوں کی تفریق نہیں کی اور تمام کتاب کو ایک بیان مسلسل کر دیا ہے ۔

غرضکہ اس قسم کے ترجموں کے ذریعہ سے قرآن مجید یورپ میں پہونچا ہے۔ اور مسلمانوں کو تو خدا نے توفیق ہی نہیں دی۔ کہ خود دوسری زبانوں میں ترجمہ کرتے اور مختلف ملکوں میں شایع کرتے۔ اور اس طرح پر قرآن مجید کا اصلی حسن و جمال لوگوں کو دکھاتے مگر بقول سعدی سے

حاجت مشاطہ نیست روی دلارام را

اس نے خود ہی اپنے روئے روشن سے نقاب اٹھاکر وہ ربانی تجلے کی کہ انہی لوگوں میں سے جو اسکے مخالف اور منکر تھے۔ حقیقت بین اہل نظر کو اپنا والہ و شیدا کرلیا اور وہ ہزار دل سے اس کے خداداد حسن و جمال اور فضل و کمال پر فریفتہ ہوگئے اور بے اختیار اُن کی زبان پر آگیا کہ وہ از سرتاپا صداقت اور ہر قسم کے اوصاف کا معدن و مخزن ہے۔ چنانچہ مسٹر طامس کارلایل مرحوم جو اس صدی میں نہایت مشہور و معروف فضلا میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک قرآن میں سچائی کا جوہر اس کے تمام معنے میں موجود ہے جس نے اسکو وحشی عربوں کی نظر میں منقش بہا کردیا تہا۔ سب سے اخیر یہ کہا

جا سکتا ہے - کہ یہ کتاب یعنی قرآن سب سے اول
اور سب سے اخیر جو عمدگیاں ہیں وہ اپنے میں رکھتا ہے
اور ہر قسم کے اوصاف کا بانی ہے - بلکہ در اصل ہر قسم
کے وصف کی بنا صرف اُسی سے ہو سکتی ہے"
مسٹر گاڈ فرے ہیگنس جو وہ بھی علم و فضل اور
بے تعصبی و انصاف پسندی میں بڑے عالی رتبہ شخص
ہیں - لکھتے ہیں - کہ مسیح کی انجیل کی طرح قرآن غریب
آدمی کا دوست اور غمخوار ہے - بڑے آدمیوں کی ناانصافی
کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے - وہ آدمیوں کی باعتبار مدارج
کے توقیر نہیں کرتا - یہ امر اُس کے مصنف کی (خواہ وہ
عرب کے نامی پیغمبر محمد ہوں - خواہ اُن کے خلیفہ عثمان
لازوال نیکنامی کا باعث ہے کہ اُس میں ایسا ایک بھی
حکم نہیں بتایا جا سکتا ہے - کہ جس میں پولیٹیکل خوشامد
درود داری کی طرف ذرا سا بھی میل ہو - جیسا کہ
ویسٹ منسٹر ریویو میں منصفانہ رائے دی گئی ہے
کہ اگر خود مختار و جابر ایشیائی فرمانرواؤں کو ان کے ارادہ
سے کوئی چیز کبھی روک سکتی ہو تو وہ غالباً قرآن کی ایک

بے تکلف آیت کسی ذی جرأت واعظ کی زبانی ہو گی
مسٹر جان ڈیون پورٹ جو یہ بھی ایک ثقہ عالم
اور غیر متعصب شخص ہیں فرماتے ہیں کہ منجملہ اُن بہت
سی اعلےٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کے لئے واجب
طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں۔ دو خوبیاں نہایت
بیّن ہیں۔ یعنی اول تو اُس کا مؤدبانہ اور ہیبت و
رعب سے بھرا ہوا طرز بیان جو ہر ایک مقام پر جہاں
خدا تعالےٰ کا ذکر یا اُس کی ذات کی طرف اشارہ ہے
اختیار کیا گیا ہے۔ اور جس میں خداوند عالم کو اُن
جذبوں اور اخلاقی نقصوں سے منسوب نہیں کیا۔ جو
انسان میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے اُس کا اُن
تمام خیالات و الفاظ اور قصوں سے مبرّا ہونا جو فحش
اور خلاف اخلاق اور نا مہذب ہوں۔ حالانکہ نہایت
افسوس کی بات ہے کہ یہہ عیوب تورات وغیرہ کتب
مقدسہ یہود میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ فی الحقیقت
قرآن ان سخت عیوب سے ایسا مبرّا ہے کہ اُس میں خفیف
سی خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں۔ اور اول سے

آخر تک پڑھ جاؤ تو اُس میں کوئی بھی ایسا لفظ نہ پاؤ گے جو پڑھنے والے کے چہرہ پر شرم وحیا کے آثار پیدا کرے قرآن میں ذات باری کی تعریف نہایت مشرح اور صاف ہے - اور جو مذہب اُس نے انہی ان خوبیوں کے ساتھ قایم کیا ہے - وہ وحدانیت الٰہی کا نہایت پختہ اور شدید یقین ہے - اور بجائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ کو فلسفیانہ طور پر صرف ایسا مسبّب الاسباب مان لیا جائے - جو اس عالم کو مقررہ قوانین پر چلاکر خود ایسی شان و عظمت کے ساتھ الگ ہے کہ اُس تک کوئی شئے نہیں پہونچ سکتی - قرآن کے روسے وہ ہروقت حاضر و ناظر ہے - اور اُس کی قدرت کاملہ ہمیشہ اس عالم میں عامل اور متصرّف ہے - علاوہ ازیں اسلام ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں کوئی امر متنازعہ فیہ نہیں اور چونکہ اُس میں کوئی ایسا معمّا نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے اور زبردستی قبول کرنا پڑے اس لئے وہ لوگوں کے خیالات کو ایک سیدھی سادھی اور ایسی پرستش پر قایم رکھتا ہے - جو تغیر پذیر نہیں ہے - حالانکہ تیز و تند اور اندھا دھند جوش مذہبی نے پیروان

اسلام کو اکثر اوقات آپ سے باہر کر دیا ہے - اور
سب سے اخیر بات بہہ ہے - کہ مذہب اسلام ایسا
مذہب ہے کہ جس سے ولیوں - شہیدوں - اور تبرکات
اور تصویروں کی پرستش اور ناقابل فہم باتیں اور حکیمانہ
باریکیاں اور راہبوں کی تجرید و تعذیب نفس بالکل خارج
کر دی گئی ہے - چنانچہ اسلام میں ایسے ثبوت موجود
ہیں - جنپر خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ اس کے بانی
نے ماہیت اشیا اور اس زمانہ کی قوموں کی حالت اور
نیز اس امر پر کہ مسایل مذہبی عقل سے کیونکر مطابق ہو سکتے
ہیں - ایک وسیع اور عمیق غور کے بعد اپنے مذہب کی
بنا ڈالی ہے - اور اس وجہ سے یہ کچھ محل تعجب نہیں
ہے - کہ اسلامی طور کی پرستش اہل کعبہ کی بت پرستی اور
صابئین کی پرستش اجرام فلکی اور زردشتیوں کی آتش
پرستی پر غالب آگئی ؎

قرآن مجید کے تبدیل مضامین و تلفظ بیان کی نسبت
کہ جو سر ولیم میور کی مخالفانہ و متعصبانہ نکتہ چینی گویئے
والی اور سامعہ خراش - ابتر - خام - بے ترتیبی - تکرار بیانی

طولِ کلام - الجھاوٹ - نہایت خام و مہمل معلوم ہوتی ہے
مسٹا دوسٹی لکھتے ہیں کہ اُن تبدیلات مضامین میں
جو مثل برق کے تیز و طرار ہیں - اس کتاب کی ایک
نہایت بڑی خوبصورتی پائی جاتی ہے - اور گوئٹھے ایک
مشہور ترین جرمن فاضل ہے، کا یہہ قول بجا ہے - کہ
جس قدر ہم اس کے قریب پہونچتے ہیں یعنی اُسپر زیادہ
غور کرتے ہیں وہ ہمیشہ دور کھنچتی جاتی ہے - یعنی زیادہ
اعلٰے معلوم ہوتی ہے - وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر
متعجب کرتی ہے - اور آخر کار رفعت آمیز تحیر میں ڈال
دیتی ہے"

پس دیکھو کہ ایک ہی شئے مختلف آنکھوں کو کیسی مختلف
نظر آتی ہے - سعدی علیہ الرحمۃ نے سچ کہا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

اور یہی مؤرخ اپنے آرٹیکل کے ایک اور مقام پر لکھتا
ہے - کہ ہم وفعتہ از راہ ترجیح اس عجیب کتاب کی ماہیت
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - جس کی اعانت سے عربوں نے

سکندر اعظم کے جہان سے بڑا جہان اور دومتہ الکبری کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کرلی اور جسقدر زمانہ کہ سلطنت روم کو اپنی فتوحات کے حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اُس کا دسواں حصّہ بھی اُنکو نہ لگا۔ ایسی کتاب جس کی اعانت سے جملہ بحر سمام میں یہی لوگ بحیثیت سلاطین یوروپ میں آتے تھے۔ جہاں کہ اہل فنیشیا (شام وفلسطین) تاجروں کی حیثیت سے اور یہود پناہ گیروں یا قیدیوں کی طرح پر آتے تھے۔ یہی لوگ مع ان پناہ گیروں کے یوروپ کو انسانیت کی روشنی دکھانے کے لیئے آتے تھے۔ یہی لوگ جبکہ تاریکی چھا رہی تھی۔ یونان کی مُردہ عقل اور علم کو زندہ کرنے اور اہل مغرب اور اہل مشرق کو فلسفہ۔ طب ہیئت اور نظم لکھنو کا خوشنما اور دلچسپ فن سکھانے اور علوم جدیدہ کی بنا ڈالنے اور ہم لوگوں کو غرناطہ (گرینیڈا) کی تباہی کے دن پر ہمیشہ کے لیئے رُلانے کو آئے تھے ۔

دفعہ ۹ جمیع العلم فی القرآن لاکن تقاصر عنہ افہام الرجال

واضح ہو کہ قرآن شریف تمام علوم کا منبع اور جمیع فنون کا مخزن ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ کوئی صداقت دینی یا امر دنیاوی ایسا نہیں۔ جس کا ذکر یا اشارہ اُس میں نہ ہو۔ باوجود اس قدر موجز اور مختصر ہونے کے ایک محض اُمّی شخص سے ایسے ملک میں کہ

تمدّن کا اُسپر پڑا تھا نہ سایہ
ترقی کا واں تھا قدم تک نہ آیا
نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی
نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی

ایسی فصیح و بلیغ عبارت میں بدیہی ہے اُس کے الہامی اور منجانب اللہ ہونے پر چنانچہ اللہ تعالیٰ خود قرآن شریف فرماتے ہیں ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ۔ ہمنے نہیں چھوڑا ہے اس کتاب میں کسی شے کا ذکر۔ پھر فرماتے ہیں ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیٔ۔ اور اُتاری ہے

بھیجے تجھ پر کتاب بیان کرنے والی ہر شے کو ÷

ہم یہاں چند علوم اور صداقتوں کا ذکر نمونتاً جن کا اشارہ قرآن شریف میں پایا جاتا ہے مختصر بیان کرتے ہیں ÷

(۱) زمین سو سال کی متواتر تحقیق کے بعد علماء نے سائینٹسٹ اور جیالوجین نے زمین کے بارہ میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ زمین اپنے کناروں سے سکڑتی جاتی ہے۔ یہ دو وجہ۔ اول مادہ کشش سے جو اس میں موجود ہے۔ دوم اسکی گرمی کے پھیلاؤ کو سمندر کا پانی کم کرتا جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ ایک وقت ہوگا جو زمین کی موجودہ شکل نہ رہے گی۔ بلکہ دوسری شکل ہو جائے گی ×

ان علماء نے مدتوں کی تحقیقات کے بعد یہ امر دریافت کیا ہے ہمارے نبی اُمّی نے ۱۳ سو سال پیشتر یہ صداقت بیان فرمائی ہے۔ دیکھو (سورۃ رعد رکوع ۵) +

اولم یروا انا ناتی الارض ننقصہا من اطرافہا۔ کیا اُنہوں نے معلوم نہیں کیا۔ کہ ہم گھٹاتے چلے آتے ہیں زمین کو اس کے کناروں سے۔ اور نیز یہ کہ زمین اپنی شکل موجودہ بدل دے گی۔ دیکھو (ابراہیم رکوع ۷) یوم

تبدل الارض غیر الارض والسمٰوات وبرزوا للہ الواحد القہار۔ اس دن کہ بدلی جاوے گی زمین سوائے اس کے اور آسمان بھی۔ اور روبرو ہوں گے اکیلے خدائے غالب کے پاس۔ اس بدلنے سے روز قیامت مراد ہے دیکھو یہ حقیقت قرآنی مطابق علوم جدیدہ کے ہے ۔

(۲) تین سو صدی سے ایک علم جیالوجی (علم الارض) نکلا ہے یہ علم تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت کرتا ہے۔ کہ قدامت زمانہ کے برسوں کی بےحد ہے۔ یہ علم سالہائے سال کی محنت اور تجربہ کے بعد حاصل ہوا ہے۔ مگر ہمارے رسول مقبول نے ہم کو اس علم سے اشارتاً تیرہ سو برس پیشتر آگاہ کر دیا ہے دیکھو (کہف رکوع ۷) ما اشہدتہم خلق السمٰوات والارض ولا خلق انفسہم۔ نہیں شاہد کیا تھا میں نے اُن کو وقت پیدا کرنے آسمانوں کے۔ اور زمین کے۔ اور نہ وقت پیدا کرنے جانداران کی کے . . . . . .

(۳) یونانی علم ہیئت میں سیارات کی نسبت یوں تحقیق کرتے تھے۔ کہ یہ آسمان میں ایسے جڑے ہوئے ہیں۔ جیسے نگینے۔ یا ہیرے انگوٹھی میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں مگر اس

زمانہ کی تحقیقات جدیدہ نے جس کے ساتھ تجربہ اور مشاہدہ بھی ہے اسکو بالکل غلط ثابت کیا ہے ×

اس وقت کے علم ہیئت کی یہ تحقیق ہے۔ کہ سیارات بوسیلہ قوت جاذبہ (کشش ثقل) فضائے بسیط میں معلق ہیں۔ قرآن شریف نے اس حقیقت کو ۱۳ سو برس پیشتر بیان فرما دیا ہے۔ اور یونانی ہیئت کی جو بے تجربہ اور بے مشاہدہ تھا۔ کچھ پرواہ نہ کی۔ جیسا کہ سورہ یونس میں ہے وکلٌ فی فلک یسبحون۔ ہر ایک سیارہ بیچ ایک دایرہ کے تیرتا ہے۔ جناب مولوی شاہ عبد القادر صاحب محدث دھلوی رہ نے اپنے ترجمہ قرآن میں متعلق اس آیت کے۔ حاشیہ پر یہ لکھا ہے۔ کہ سیارات آسمان میں جڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ علیحدہ ہیں۔ اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے نے سیاروں کا اپنے گھروں کے درمیان پیرنا فرمایا ہے۔ اگر جڑے ہوئے ہوتے۔ تو پیرنا نہ فرماتے × فاعتبروا یا اولی الابصار ×

(۴) یہ امر اس وقت کی تحقیق میں مسلم الثبوت ہو چکا ہے۔ کہ زمین ہی کا پانی بذریعہ بخیر ابر بن کر مینہ برستا ہے

دیکھو یہی صداقت اس آیت سے وقیل یاارض ابلعی ماءک ویاسماء اقلعی سے نکلتی ہے۔ یہاں زمین کے ساتھ اپنا پانی متعلق کرنے سے کیا علمی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ اور نیز سورہ اعراف میں مذکور ہے کہ وھو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحاباً ثقالاً سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات۔ یعنے وہ اللہ ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دینے والیاں اپنی رحمت (مینہ) سے پہلے یہاں تک کہ جب وہ اٹھاتے ہیں بادل بھاری ہانک لیجاتے ہیں ہم اس بادل کو کسی شہر مردہ کی طرف اور نازل کرتے ہیں بواسطہ ابر کے پانی اور نکالتے ہیں بہ سبب اس کے ہر طرح کے میوے ۔

اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحاباً فیبسطہ فی السماء کیف یشاء ویجعلہ کسفا فتری الودق یخرج من خللہ فاذا اصاب بہ من یشاء من عبادہ اذا ھم یستبشرون اللہ وہ ہے کہ بھیجتا ہے ہواؤں کو کہ وہ بادل کو اٹھاکر آسمان میں پھیلا دیتی ہیں۔ جس طرح اللہ چاہتا ہے اور

کرتا ہے اُس کو تہ بر تہ۔ پس تو دیکھتا ہے کہ مینہ اُس کے درمیان سے نکلتا ہے۔ پس جب پہونچاتا ہے اُس کو جس کو چاہتا ہے۔ اپنے بندوں میں سے۔ وہ لوگ یکایک خوش ہو جاتے ہیں (معجزات محمدیہ)*

(۵) قرآن میں حرکت ارض کا بھی اشارہ ہے۔ دیکھو سورہ حم سجدہ رکوع ۲) فقال لہا وللارض ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا اتینا طائعین یعنے پھر کہا اس (آسمان) کو اور زمین کو چلے آؤ تم دونو خوشی سے۔ یا زورکے سے۔ وہ بولے ہم آئے خوشی سے انتہی۔ پس آنا بے حرکت کے نہیں ہوسکتا +

(۶) آج کل کے نئے ہئیت دانوں کا یہ خیال (جو خدا کی غیر محدود سلطنت اور وسیع ملک کے آگے نہایت قرین قیاس ہے) ہے کہ اگرچہ نظام شمسی میں آفتاب مرکز عالم ہے۔ اور زمین اور سب ستارے اُس کے گرد گردش کر رہے ہیں۔ لیکن آفتاب بھی ساکن نہیں ہے۔ بلکہ سب ستارے اُس کے گرد اور وہ خود کسی اور کے گرد گردش کرتا ہے۔ اسی خیال کے موافق۔ قرآن شریف سورہ یٰسین

لہ کرہاً سے اُن کی ناخوشی مقصود نہیں۔ بلکہ یہ کہ ضرور آنا ہی پڑے گا +

رکوع ۳ میں اللہ تعالےٰ یوں فرماتا ہے والشمس تجری
لمستقر لھا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم - اور سورج چلا جاتا ہے
اپنی ٹھہری راہ پر یہ اندازہ ہے غالب علم والے کا ×
اور یہ بھی کہ چاند منزلیں طے کرکے سورج کو پکڑتا ہے
سورج چلکر نہیں پکڑتا - دیکھو سورۃ یٰس رکوع ۲
والقمر قدرناہ[1] منازل حتی عاد کالعرجون القدیم
لا الشمس ینبغی[2] لھا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار
وکل فی فلک یسبحون ٥ اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں
منزلیں - یہاں تک کہ پھر ہو جاتا ہے مثل پرانی ٹہنی
کھجور کی - نہ سورج کو پہونچے کہ پکڑلے چاند کو اور نہ رات
آگے بڑھے دن سے - اور ہر کوئی ایک ایک گھیرے میں
پیرتے ہیں ×

---

[1] چاند اور سورج ملتے ہیں مہینہ کے آخر - تو چاند چھپ گیا - جب آگے بڑھا تو نظر آیا
پھر منزل منزل بڑھتا چلا - جب تک پورا اسی طرح آپہنچا - ٹہنی سا نظر آیا - پھر ٹہنی سا ہو کر چھپا
بیچ میں بڑھ کر پورا ہوا اور گھٹا منزلیں ہیں ۲۸ (از حاشیہ قرآنی شاہ عبد القادر صاحب)

[2] سورج چاند ملتے ہیں تو چاند پکڑتا ہے سورج کو - سورج نہیں پکڑتا چاند کو - اور
رات دن میں کوئی آگے بڑھے - یہ کہ دن پر دوسرا دن آوے ۱۲

بعض علوم و فنون کے نظارے

علم الٰہی توحید و تذکیرِ احکام (اس حد تک اور اس طرز سے اکہ کوئی الہامی کلام مقابلہ نہیں کرسکتا) ×

علم اصول دین و استدلال لوکان فیہما آلہتہ الا اللہ لفسدتا ×

علم اخلاق سیاست مدن۔ تدبیر منزل۔ اکثر مقامات میں ×

علم الروح قل الروح من امر ربی ×

علم معاد۔ بیان بہشت۔ و دوزخ۔ اعراف۔ کوثر۔ تسنیم وغیرہ ×

علم فرائض۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم الخ ×

علم طب جسمانی وکان بین ذالک قواماً + شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس ×

طب روحانی وشفاء لما فی الصدور ×

علم ہیئت افلم ینظروا فی ملکوت السموات والارض الخ ×

علم ہندسہ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب الخ

علم حساب لتعلموا عدد السنین والحساب الخ

علم کسور۔ دیکھو آیت میراث ×

علم نجوم والنجوم مسخرات بامرہ ×

علم بیان و معانی بدیع۔ فصاحت و بلاغت سے تمام قرآن شریف پڑھیے ×

علم مجلس اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا الخ ×

علم تصوف یحبہم ویحبونہ۔

علم اصول تعبیر علمتنی من تاویل الاحادیث۔ دیکھو سورہ یوسف ×

علم جبر و مقابلہ۔ الم۔ طہ وغیرہ ×

علم تواریخ۔ قصص انبیاء ماضیہ وغیرہ ×

علم جغرافیہ افلم یسیروا فی الارض و ذکر ممالک و امصار وغیرہ ×

فن شاعری والشعراء یتبعہم الغاوون الخ

علم خیاطت و طفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ الخ ×

علم سیاحت قل سیروا فی الارض الخ ×

حداوت آتونی زبر الحدید والنا له الحدید -
تجارت وجہاز رانی واصنع الفلک باعیننا الخ
غزل کالتی نقضت غزلها الخ -
نسیج کمثل العنکبوت - اتخذت بیتا -
علم فلاحت افرأیتم ما تحرثون ×
صید واحل لکم صید البر ما دمتم حرما ×
فن عمارت وغوص کل بناء وغواص -
صباغت واتخذ قوم موسی من بعده من حلیهم
عجلا الخ ×
الزجاجت صرح ممرد من قواریر - المصباح فی زجاجه -
فخاز فاوقد لی یا ھامان علی الطین الخ ×
ملاحت واما السفینه فکانت لمسٰکین الخ ×
کتابت علم بالقلم ×
خبز احمل فوق راسی خبزاً -
طبخ فجاء بعجل حنیذ -
غسل والقصاره وثیابک فطهر قال الحواریون
وهم القصارون +

بیع وشرا قال الذی اشتراہ من مصر الخ

کیل لت والوزن واوفوا الکیل والمیزان ـ

رمی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمی ـ

الغرض کوئی ایسا علم نہیں جس کا اشارہ اور کوئی صداقت دینی و دنیاوی ایسی نہیں جس کا صراحتًہ بیان اس کلام پاک میں نہو ـ اور یہ کلام اور اُس کے احکام بالکل قوانین فطرت کے مطابق ہیں ـ صرف غور کرنے والی عقل اور دریافت کرنے والا دل چاہئیے ـ اس کلام کو سچے دل اور صاف باطن کے ساتھ پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی قادر ذوالجلال صادق خدا کا کلام ہے جس کے یہہ سب کام ـ اور جس کے ہاتھ سے یہ سارا انتظام فطر نکلا ہوا ہے ـ بخلاف اور مسلمہ کتب الہامیہ کے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے ـ کہ یہ اُس سچے خدا کا کلام نہیں ـ جس کے یہہ سب کام ہیں ـ حالانکہ خدا کا کام اور کلام ایک ہونا چاہئیے ـ فافہم وتدبر ؀

بیان اس امر کا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا صرف تبلیغ رسالت کے لئے تھا

دفعہ ۱۰ - علمائے اہل کتاب جو کہتے ہیں - کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف آپ بنا لیا ہے - تو یہہ امر بھی غور طلب ہے - کہ قرآن شریف ۲۳ برس میں بہ تدریج اُترتا رہا ہے - پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ میں اپنی عمر میں یہ کام یقیناً پورا کر لوں گا - بخلاف اس کے جس سال قرآن شریف پورا اُتر چکا - اُس سال یہ آیت نازل ہوئی - کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ آج کے دن کامل کیا میں نے تمہارا دین - اور پوری کیں میں نے تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا تمہارے لئے اسلام کو دین

انتہے - اور اُسی سال ۸۱ دن کے بعد جناب سرور کائنات صلعم نے رحلت فرمائی - گویا جس کام (یعنی تبلیغ رسالت) کے لئے اس جہان میں تشریف لائے تھے - جب وہ کام سرانجام ہو چکا تو اس فانی عالم میں رہنے کی ضرورت نہ رہی - اور پیغام وصال الہی آ پہونچا - اس لئے آپ نے دار آخرت کو حیات دنیا پر اختیار کیا - اور کار رسالت کو سرانجام پہونچا کر رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے - افسوس علماء نصارا پر اگر ایسی ایسی عمدہ دلایل دیکھ کر حقیقت اسلام پر اُن کی آنکھیں نہ کھلیں فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (سورہ حج) اُن پر واویلا ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے - اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے (متی ۱۳ باب ۱۳) اُن کے حق میں یسعیاہ نبی کی نبوت پوری ہوئی - کہ تم کانوں سے تو سنو گے مگر سمجھو گے نہیں اور آنکھوں سے تو دیکھو گے پر دریافت نہ کرو گے (متی باب ۱۳ آیت ۱۴) لہم قلوب لا یفقہون بہا و لہم اعین لا یبصرون بہا و لہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغفلون (اعراف رکوع ۲۲)

اسرار التنزیل ۴

یعنی

قرآن شریف کے بتدریج اترنے کے بواعث

اگلے انبیا پر کتب الہامیہ دفعۃً واحدۃً ایک ہی وقت میں نازل ہو جایا کرتی تھیں۔ لیکن آخری آسمانی کتاب کو خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے بتدریج تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال کے عرصہ میں آنحضرت ؐ کی پوری مدت رسالت میں نازل فرمایا۔ اس کے بواعث ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

(۱) سب سے بڑا سبب تو یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُمّی محض تھے۔ جیسا کہ خود قرآن شریف سے ثابت

طور پر ثابت ہے۔ اس لئے اس نبی اُمّی پر قرآن شریف بتدریج ہی اُترنا مناسب تھا۔ تا کہ آسے آں حضرت صلعم اور صحابہ رضہ بتدریج ساتھ ساتھ ضبط اور حفظ کرتے رہیں اور سہو اور غلطی کی گنجایش تک نہ رہے۔ اور اس کا جو فایدہ اُمّت محمدیہ کو ہوا ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ یہیں سے قرآن شریف کے ضبط و حفظ کرنے کی عادت اہل اسلام میں راسخ ہوگئی۔ چنانچہ اب تک قرآن شریف کے لاکھوں حافظ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ بخلاف اور مذاہب کی کتب کے۔ کہ ایک شخص بھی توریت و انجیل وغیرہ کا حافظ پایا نہیں جاتا۔ اس عادت کا بڑا فایدہ یہ ہوا۔ کہ قرآن شریف ۱۳۰۰ برس سے برابر تحریف و تبدیل اور سہو کاتب وغیرہ سے بالکل محفوظ ہے۔

دنیا میں اگر قرآن شریف کی ایک نقل بھی نہ رہے۔ تو بھی قرآن شریف کے گم ہو جانے یا تحریف و تبدیل ہو جانے کا مطلق اندیشہ نہیں ہے۔ شہر تو ایک طرف رہے گا دُن ہی کا ایک حافظ اگر سارا قرآن شریف زبانی لکھا سکتا ہے اور اس سے اللہ تعالے کی وہ زبردست پیشین گوئی

پوری ہوئی - کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون
کہ ہم ہی نے یہ قرآن شریف بتدریج نازل کیا ہے - اور
ہم ہی اس کے محافظ ہیں - اللہ اکبر - اس حفاظت کی
پیشین گوئی کس قدر زبردست ثابت ہوئی - کہ مخالفین
تک بے اختیار پکار اُٹھے ہیں کہ دنیا بھر میں کوئی ایسی
کتاب نہیں ہے - جو ۱۲۰۰ برس تک ایسی صحیح المتن رہی
ہو (از لائف آف محامت سر ولیم میور صاحب جلد
اول صفحہ ۱۴ و ۱۵) *

اور پھر یہ کہ ایڈورڈ گبن صاحب مورخ رومی اپنی کتاب
کی جلد ۶ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں - کہ قرآن کی بہت سی نقلوں
سے وہی اعجاز کا سا خاصہ یگانگت اور عدم قابلیت تحریف
کا متن ثابت ہوتا ہے *

اگر قرآن شریف دفعتہً آں حضرت صلعم پر نازل ہوتا - تو
ممکن تہا کہ آپ پوری کتاب کے موجود اور مکتوب ہونے
کی وجہ سے ضبط و حفظ میں تساہل کرتے لیکن اس طرح
آہستہ آہستہ نازل ہونے کے سبب سے آپ کا اور صحابہ رض
(وہ منزلہ حصہ قرآن شریف کا) وظیفہ ہو جایا کرتا تہا اور

آتا قاتا تمام اہل اسلام میں پھیل کر سب کو حفظ اور اچھی طرح ضبط ہو جایا کرتا تھا ×

(۲) ضرور تھا۔ کہ آخری آسمانی کتاب میں تمام عقاید باطلہ اور اوہام فاسدہ کی تردید۔ اور جمیع عقاید حقہ اور اخلاق فاضلہ کی تلقین ہو۔ کوئی عقیدہ باطل رہ نہ جاتے۔ جس کی اُس میں تردید موجود نہ ہو۔ اور کوئی صداقت ایسی نہ رہے۔ جو اُس کے اندر پائی نہ جاتی ×

کیونکہ آخری آسمانی کتاب کے بعد تو کوئی اور کتاب آنے والی نہیں۔ جو رہے ہوئے نقصوں کو پورا کرے۔ کسی نئی معلوم شدہ صداقت کو اپنے اندر شامل کرلے۔ یا نئے باطل عقیدہ کی براہین عقلیہ سے تردید کرے۔ آخری کتاب کے لئے ضرور تھا۔ کہ وہ تمام صداقتوں پر مشتمل۔ اور ہر قسم کے بطلان کی مستاصل ہو ×

اللہ تعالے کی اعلے حکمت کی طرف غور کرو۔ کہ اُس نے نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے ملک میں مبعوث کیا۔ جس میں ہر قسم کے عقیدہ والے لوگ موجود تھے۔ یعنی کوئی ایسا عقیدہ باطل ہو نہیں سکتا۔ جو آں حضرت م

کے زمانہ میں اہل عرب میں سے کسی نہ کسی فرقہ کا نہ ہو۔ مشرکین وہاں تھے۔ جنہوں نے سینکڑوں بتوں کو خدا کا شریک قرار دے رکھا تھا۔ کوئی بتوں کو متصرف حقیقی اور خدا سمجھتا تہا۔ کوئی صرف ان کو خدا کے ہاں ایک سفارشی خیال کرتا تہا۔ ھٰؤلاء شفعاؤنا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ

مجوس وہاں تھے۔ جو دو خداؤں کو مانتے ہیں۔ خالق شر اور خالق خیر۔ آتش پرست دگبر، ستارہ پرست (صابی) شمس پرست۔ قمر پرست۔ غرض کہ ہر قسم کے بطلان پرست وہاں جمع ہو رہے تھے۔ یہود وہاں آرہے تہے جو قساوت قلبی میں مشہور اور سخت بد اعتقادیوں میں گرفتار تھے۔ عیسائی وہاں تھے۔ جو تثلیث و کفارہ کو قایل اور اعمال حسنہ کو فضول قرار دیتے ہیں۔ خدا کے منکر۔ دہریے۔ نیچری۔ سوفسطائی فلسفی۔ مادہ و روح کو قدیم ماننے والے (آریہ کے بہائی) فرقہ متناسخیہ۔ وغیرہ۔ غرضیکہ ہر قسم کے باطل عقیدہ والے لوگ خدا نے گو یا کھینچ کھانچ کر عرب میں اکٹھے کر دیئے تھے۔ تاکہ قیامت

تک کوئی ایسا فرقہ باقی نہ رہ جائے جس کے باطل عقیدہ کا بطلان آخری کتاب میں پایا نہ جائے۔ اور تاکہ کسی فرقہ کو اللہ پر الزام کی جگہ نہ رہے لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ، اور ساری دنیا پر اتمام حجت ہو جائے۔ اور یہی خاتم النبیین کے آنے کی غرض و غایت تھی۔ اللہ تعالے خود قرآن شریف میں فرماتا ہے ما فرطنا فی الکتاب من شیئ ہم نے اس کتاب میں کوئی حقانی صداقت باہر نہیں چھوڑی۔ تمام صداقتوں پر حاوی ہے اور جمیع حقایق پر مشتمل ہے۔ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا۔ لا مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم اور تیرے رب کی باتیں صداقت اور عدالت کی راہ سے پوری ہو گئیں۔ اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور وہی سنتا جانتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ آج میں نے تم پر اپنا دین کامل کیا۔ اور تم پر اپنا احسان پورا کیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔

یہ عجیب اتفاق جو آں حضرت صلعم کی بعثت کے وقت پیش آیا۔ محض اللہ تعالے کی طرف سے سمجھنا چاہئے

دنیا کے ہر قسم کے اہل باطل کو ایک جگہ جمع کر دینا اور براہین عقلیہ کے ساتھ اُس کے عقیدہ باطل کی علانیہ تردید کر کے ہر ایک گروہ کو ساکن اور مغلوب کر دینا۔ ارادہ الٰہی کے بغیر ہو نہیں سکتا۔ اور جتنے نبی اور رسول گذرے ہیں سب کو ایک آدھ فرقہ باطلہ کے ساتھ سابقہ پڑا ہے۔
اولوالعزم رسولوں کی طرف دیکھو۔ تو حضرت نوح ؑ اور حضرت ابراہیم ؑ کو صرف بُت پرستوں اور مشرکوں کے ساتھ معاملہ پڑا ہے۔ حضرت موسیٰ ؑ کو فرعون کے ساتھ جو دہری مزاج تھا۔ پالا پڑا۔ لیکن خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی خاص فرقہ سے معاملہ نہیں پڑا۔ بلکہ آپ کے زمانہ مبارک میں بد اعتقادیوں بد اخلاقیوں اور بطلان کا ایک بحر ظلمات جوش زن تھا۔ اور عقائد باطلہ اور رذائل ناقصہ انتہا کے درجہ کو پہونچ چکے ہوئے تھے۔ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگیا۔ کہ بدچلنیوں۔ زنا۔ شراب وغیرہ پر علانیہ فخر کیا جاتا تھا۔
پس خاتم الانبیاء صلعم کو سارے مذاہب باطلہ کی تردید اور تمام اہل باطل کی مخالفت کر کے حق کو ساری دنیا کے

کے اوپر ثابت کرنا پڑا۔ پس اگر یہہ بات سچ ہے۔ کہ ریفارمر کا رتبہ اور درجہ اس کی اصلاح کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے۔ تو جس قدر دنیا کی عقاید باطلہ و اخلاق ناقصہ کی اصلاح رسول کریم صلے اللہ علیہ و سلم نے کی ہے بس انہیں پر ختم ہے۔ نہ کوئی ایسا مصلح ہوا نہ ہو سکتا ہے یہیں سے اُن کی نبوت و رسالت کا درجہ بھی سمجھہ لو۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئٍ علیما)

بلاشبہ جب کہ دنیا کی عقاید باطلہ اور رذائل کی اصلاح جیسی کہ آں حضرت نے کی ہے۔ ہرگز کسی نے نہیں کی بلکہ انہیں پر ختم ہوگئی ہے۔ تو یقیناً سمجھو کہ آنحضرت صلعم سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ علیہ الف الف صلوٰۃ وسلام من رب العلمین آمین ×

میں نے بارہا غور کی ہے۔ کہ تمام رسولوں کا سردار اور انبیاء کا خاتم ہو کر عرب جیسے ملک میں پیدا ہونا جو خشک پُر ریگ اور ایک بیابان ہے؟ اس میں اللہ تعالیٰ کے

کی کیا حکمت تھی؟ کیوں نہ آں حضرت م ہندوستان یا شام۔ یا یوروپ وغیرہ میں پیدا ہوئے۔ لیکن جب اس بات کی طرف توجہ کی۔ کہ عرب جیسے اکھڑ۔ تندخو اور لڑاکے ملک میں ایک شخص کا دعوے نبوت کرکے سرسبز اور کامیاب ہو جانا۔ اور اُن کے اخلاق ردیہ کی اصلاح کرلینا۔ ہزاروں برسوں کی خانہ جنگیوں کو دفعتہً مٹا دینا۔ یہی اس کی نبوت کے لئے کافی و شافی دلیل اور بدیہی ثبوت ہے۔ اور یہ کہ علے الخصوص آنحضرت صلعم کے زمانہ میں عرب کی خانہ جنگیاں اور بداخلاقیاں انتہا کے درجہ کو پہونچ چکی تھیں۔ معہذا ہر قسم کے باطل خیالات اور جھوٹے عقاید والے لوگ وہاں موجود ہو رہے تھے۔ اور یہ کہ ملک عرب قدرت کی اور دنیا فیضیوں سے قریباً بے نصیب ہے ؛

ان باتوں کی طرف گہری نگاہ ڈالی جاتی ہے تو مجھے سوائے عرب اور علے الخصوص مکہ کے خاتم النبیین ہوئے بعثت کے لئے اور کوئی جگہ موزون نہ معلوم ہوتی والعلم ما قیل ؛ س ف

بس قدر کے لایق تہا بیابان عرب
سرسبز ہوا ہوئی جو بعثت تیری

اللہ اکبر تمام حکیموں کا حکیم وہی خدا ہے - وہ ہر امر اس طرح سرانجام کرتا ہے - کہ اُس سے بہتر اور با موقعہ تر انسان کے قیاس میں آنا ہرگز ممکن ہی نہیں فتعالی اللہ الملک الحق - لاالہ الا ھو رب العرش الکریم ۵

ظاہر میں بھی مکہ ناف زمین مشہور ہے - زمین کا بنانا اور پھیلانا یہیں سے شروع ہوا - یوں بھی پرانی دنیا کا وہ سنٹر (مرکز) ہے - مشرق کو ایشیا - شمال کو یورپ اور اُس کے مغرب کو افریقہ ہے - لیکن ایک اور اعتبار سے بھی مکہ شریف کو ناف زمین قرار دینا بالکل مناسب ہو ماں کے پیٹ میں بچہ ناف ہی سے پرورش پاتا ہے - ساری دنیا کی روحانی پرورش کی سبیل بھی مکہ معظمہ ہے جس میں خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے جن سے ساری دنیا میں اصلی روحانی تعلیم پھیلی - اس جہت سے بھی مکہ معظمہ کا ناف زمین ہونا بالکل بجا اور واقعہ کے مطابق ہے - یہی وجہ ہے کہ مکہ معظمہ کا نام

ام الفرائے زبنیتوں کی ماں بھی ہے ۔ اس وجہ سے ۔ کہ
جس طرح بچے ماں کی چھاتیوں سے دودھ چوس کر جسمانی
پرورش حاصل کرتے ہیں ۔ ام القریٰ سے روحانی تعلیم
کی جوئے شیر رواں ہوئی جس سے سارا جہان پرورش
پا رہا ہے فتفکروا یا اولی الالباب ×

عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین قرار
دیتے ہیں ۔ لیکن غور کرنے والی طبیعتیں بخوبی جان سکتی
ہیں ۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز ہرگز خاتم النبیین
نہیں ہو سکتے ۔ ضرور وہ ایک مقدس اور عالی رتبہ
رسول ہیں ۔ لیکن نبوت کا خاتمہ اُن پر قرار دینا نہ صرف
غلطی بلکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقصد نبوت کے
ہی صریح برخلاف ہے ۔

حضرت مسیح م خود علانیہ فرماتے ہیں ۔ کہ میں سوائے بنی اسرائیل
کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے اور کسی کے پاس نہیں آیا ۔
پس جب کہ وہ اپنی نبوت کے عام ہونے تک کے قایل
نہیں ۔ تو خاتم النبیین ہونا تو ایک بات ہی اور ہے ۔ اب
رہا تکمیل دین ۔ اور ساری صداقتوں کا انجیل میں پایا جانا

اس کی نسبت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف صاف
اقرار کرتے ہیں۔ کہ میں نے سچائی کی ساری راہیں نہیں
بتلائیں۔ اور تمام صداقتوں پر مشتمل میرا مذہب نہیں
ہے۔ صرف ضرورت وقت کے مطابق حقانی باتیں اور
ضروری صداقتیں بیان کر دی گئی۔ چنانچہ انجیل یوحنا
۱۶ باب ۱۲ میں وہ فرماتے ہیں۔ کہ میری اور بہت سی
باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں۔ پراب تم اُن کی برداشت
نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو تمہیں
ساری سچائی کی راہ بتاوے گی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ
کہے گی۔ لیکن جو کچھ وہ سنے گی۔ سو کہے گی۔
پس جب کہ حضرت عیسیٰ ؑ خود حواریوں سے ارشاد فرماتے
ہیں۔ کہ تمہاری فہم سارے اسرار حقانیت کے سمجھنے کے
متحمل نہیں ہوسکتے۔ اور روح حق یعنی حقیقی فارقلیط کی
طرف ساری صداقت کی راہیں بتانے کو حوالہ کرتے ہیں
تو تعجب کی بات ہے۔ کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کو
خاتم النبیین قرار دیتے۔ اور انجیل کی نسبت ساری صداقتو
پر مشتمل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ×

بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حواری اعلیٰ درجہ کے
اسرار حقیقت کے سمجھنے سے بالکل خالی اور معمولی عقل
و فہم کے تھے۔ جس کو خود عیسائی لوگ تسلیم کرتے ہیں
اور انجیل سے بھی اظہر من الشمس ہے۔ اسی لئے حضرت
عیسیٰ نے دقیق اور عالی مطالب اُن سے بیان نہیں
کئے۔ وہ بچارے دھوبی اور مچھوے تھے۔ اُن کے
افہام و عقول کو اسرار عالیہ سے کیا مناسبت تھی۔
پس حضرت عیسیٰ ؑ اُن سے معمولی باتیں کیا کرتے تھے
اور وہ بھی تمثیلوں سے سمجھا سمجھا کر۔ تب بھی اُن کے
فہم شریف میں بہت کم آیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت
عیسیٰ کے آسمان پر تشریف لے جانے تک وہ ضعیف
الایمان اور ناتربیت یافتہ رہے۔

سوائے اس کے حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں ہر قسم کے
اہل مذاہب باطلہ موجود نہیں تھے۔ نہ حضرت عیسیٰ ؑ
کو تمام دنیا کے عقاید باطلہ کی تردید کرنی پڑی نہ رذایل
ردیہ کی استیصال پر زیادہ تکلیف اٹھانی پڑی۔ اُن کو
زیادہ سے زیادہ قوم یہود سے پالا پڑا۔ جو آگے ہی خدا

اور رسالت کے قائل تھے - اور اُن کے لئے بجز جزوی
اصلاح اور اُن کی سخت دلی کے دُور کرنے کے اور کسی
قسم کی تعلیم و تلقین کی ضرورت نہ تھی ×

لیکن سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ کو نہ صرف قوم یہود
سے - بلکہ دنیا کے تمام مذاہب باطلہ سے معاملہ پڑا - اور
ہر قسم کے عقیدہ باطل کی تردید کرنی پڑی - جس کی
وجہ سے آنحضرت صلعم کو اعلےٰ سے اعلےٰ دقایق اور
معارف وحقایق اور اسرار بیان کرنے پڑے اور طرح
طرح سے ہر قسم کے باطل خیال اور جھوٹے عقیدہ کی
براہین عقلیہ ونقلیہ سے تردید کرنی پڑی - پس خاتم النبیین
ہونا اُس شخص کو زیبا ہو سکتا ہے - جس کی تعلیم سے
کوئی صداقت باہر نہ رہ گئی ہو - اور جس نے کسی باطل [?]
کا ابطال باقی نہ چھوڑا ہو ×

حضرت عیسیٰؑ نے جو اپنی بشارت میں آں حضرت صلعم
کی نسبت فرمایا ہے - کہ وہ آکر سچائی[۱] کی ساری راہیں

---

[۱] انجیل خدا اور بندہ میں تمیز نہیں کر سکی اور سچائی کی راہیں کیا
بتائے گی ؟ ×

بتا دے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں
تمام اہل کتاب دل سے یقین کرتے تھے۔ کہ یہ وہی سچا
فارقلیط ہے۔ جس کی نسبت انجیل میں ارشاد ہے۔ کہ
وہ ساری سچائی کی راہیں بتا دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالے
قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلاً
والذین آتینھم الکتاب یعلمون انہ منزل من ربک فلا تکونن
من الممترین ○ وتمت کلمت ربک صدقاً وعدلاً ○ لا
مبدل لکلماتہ۔ وھو السمیع العلیم ○

کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حاکم مقرر کروں۔ حالانکہ
اسی نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل فرمائی۔ اور
جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے۔ وہ جانتے
ہیں کہ وہ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل
ہوا ہے۔ سو تو ہرگز شک و شبہ مت لا۔ اور تیرے رب
کی باتیں راستی اور عدالت کی بابت پوری ہو گئیں۔
اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا (یعنی انجیل میں
جو وعدہ دیا ہے وہ خلاف نہیں ہو سکتا) اور وہی سمیع

و علیم ہے۔ پس اس سے بڑھ کر آن حضرت صلعم کے خاتم
النبیین ہونے کی اور دلیل کیا ہو گی۔ کہ آپ نے ساری
سچائی کی راہیں دنیا کو بتا کر دین حق کو کامل و مکمل کیا۔
چونکہ عرب کی مختلف قوموں کے ساتھ مختلف اوقات میں
آن حضرت ص کو پالا پڑا ہے۔ مکہ میں مشرکین۔ دہریوں
وغیرہ کے ساتھ اور مدینہ میں یہود و نصاریٰ وغیرہ کیساتھ
اس لئے ضرور تھا۔ کہ قرآن شریف بتدریج اُترے۔
تاکہ جوں جوں کسی فرقہ باطلہ کے ساتھ مقابلہ پڑے
بتدریج اُس کے عقاید باطلہ کی بیخ کنی اور تردید کرتا جاوے۔
(۲۲) رسول خدا صلعم دنیا میں اکمل البشر ہو کر تشریف فرما
ہوئے ہیں۔ تمام رسولوں سے آپ کا درجہ افضل اور
اعلیٰ تھا۔ اور صفات الٰہی کے آپ کامل ترین مظہر تھے۔ یا
دوسرے لفظوں میں یہہ کہنا چاہیئے۔ کہ آپ دنیا میں
خداوند ذوالجلال کے قایمقام ہو کر تشریف لائے۔ خداوند
تعالےٰ کی ؎ صفات جمالی بھی ہیں اور جلالی بھی۔ رسول کریم
صلعم بھی اللہ تعالیٰ کی جمالی اور جلالی صفات کا اکمل ترین

؎ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم و ان عذابی

مظہر ہو کر تشریف لائے - ابتدا سے ۱۳ برس جو آپ نے
مکہ معظمہ میں کفار کی ہدایت و تبلیغ میں کاٹے کمال نرمی
اور ملایمت سے آپ نے وعظ فرمایا - قوم کے طعن و تشنیع
برداشت کئے - تکلیفیں سہیں - اذیتیں اٹھائیں - یہاں
تک کہ قوم نے آپ کی ہلاکت کا ارادہ کیا - جس کی وجہ
سے آپ کو مجبوراً اپنا وطن اور پیارا وطن چھوڑنا پڑا - اور
اس ناسپاس قوم سے آپ مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے ٭

مکہ معظمہ میں آپ کی تشریف آوری کا زمانہ قرآن شریف
کی جمالی تعلیم کی اشاعت کا زمانہ تھا - اور اس عرصہ میں
آپ باوجود انتہائے درجہ کی تکلیفات اٹھانے کے صفح اور
عفو ہی کو کام فرماتے رہے - جیسا کہ خدا کی صفات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۵) ھوالعذاب الالیم میرے بندوں کو خبر کر دے - کہ
میں بخشنے والا مہربان ہوں - اور یہ کہ میرا عذاب دردناک عذاب ہے - رسول
کریم صلعم بھی خدا کے ان دونوں صفتوں کے مظہر ہو کر دنیا میں تشریف لائے اور
خدا کی غفران اور رحمت کی بشارت دینے کی وجہ سے بشیر اور اس کی غضب اور
اور عذاب سے ڈرانے کے باعث نذیر کہلائے - پس آپ دنیا میں خدا کے اکمل ترین مظہر یا آئینہ حق نما
ہو کر تشریف لائے ہیں کما قال اللہ تعالی انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیرا - ہم نے تجھ کو سچا
بشیر و نذیر کر کے دنیا میں بھیجا ہے ٭

جمالی کا تقاضا ہے۔ اور صفح اور درگذر ہی کے احکام اللہ تعالے کی طرف سے آپ پر نازل ہوتے رہے ۔

لیکن جب کہ آپ کی ناسپاس قوم نے آپ کی کچھ بھی قدر نہ کی۔ آپ کو جھٹلا دیا۔ علانیہ حق کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایذا و تکلیف کو اقصے الغایت تک پہونچا دیا اور باوجود وطن سے ہجرت کر جانے کے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا تو اب انتقام الہی کا وقت آ پہونچا۔ خدائے جلال کی طرف سے جلالی احکام نازل ہونے شروع ہوئے۔ حتے اینکہ اللہ تعالے نے اپنے وعدوں کے موافق اُن کفار اشرار کو بالکل نیست و ہلاک کر ڈالا۔ اور دین اسلام کو آں حضرت صلعم کی عین حیات ہی میں سارے عرب پر غالب کر دیا وخسر ھنالک المبطلون۔ وظھر امر اللہ ۔

پس اس طرح خدا کی جمالی اور جلالی تعلیم پوری ہوئی اور آں حضرت صلعم خدا کی جمالی اور جلالی صفات کے مظہر اتم ہو کر دنیا کے روبرو آئینہ حق نما ہو کر جلوہ گر ہوئے ۔

اس جمالی اور جلالی تعلیم کے پورا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ قرآن شریف کا ایک حصہ مکہ میں اترے۔ اور ایک حصہ

دبیتہ ہیں - ایک حصہ الٰہی مواعید کا اور دوسرا حصہ اُن کے پورا ہونے کا - ایک حصہ تعلیم و تلقین اور اتمام حجت کا اور دوسرا حصہ نہ ماننے اور حق کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کی وجہ سے سنت اللہ کے موافق ہلاکت و عقوبت کا ۔

دنیا میں ہزاروں انبیا گذر چکے ہیں - جن کو اشاعت دین میں اپنی اُمتوں سے کمال تکلیفیں اور اذیتیں اُٹھانی پڑیں - جھٹلائے گئے - ماریں کھائیں - زخمی ہوئے - یہاں تک کہ بعضوں کی جان پر آبنی - اور سچ تو یہہ ہے - کہ پیغمبروں کے بارے میں سنت اللہ یا قانون قدرت ہی یہی ہے - کہ وہ سخت دُکھ دیئے جائیں - اُن کی مزاحمتیں کی جائیں - ہر طرح اُن کے استیصال میں کوشش کی جائے - لیکن وہ اپنے عزم سے ذرا متزلزل نہ ہوں - پہاڑ کی طرح اپنے ارادہ پر جمے رہیں - یہاں تک کہ نصرت الٰہی آ جائے اور اُن کے استقلال کی وجہ سے اُن کو تمام مخالفین پر غالب کردے - اسی فوق العادہ اور خارق عادت استقلال کی وجہ سے اُن کا خدا کی طرف سے اور سچا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے - قرآن شریف کو غور سے پڑھنا چاہئے جس طرح

انبیاء کی نبوت کو قرآن نے ثابت کیا ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب ہرگز کسی نبی کو اس طرح ثابت نہیں کر سکتی۔ یہ قرآن کا تمام انبیا پر بھی احسان ہے۔ کہ اُن کی نبوت حقہ اسی سے ثابت ہوتی ہے۔ کس طرح قرآن شریف ایک ایک نبی اور اُس کی بے غرضانہ نصیحت کا ذکر کرتا ہے۔ اور اُس کی قوم کی تکذیب اور پرلے درجہ کی مخالفت کا ذکر فرماکر آخر کار اُس نبی کے غلبہ اور کامیابی کو اُس کی صداقت کا معیار بیان کرتا ہے۔ بلا شبہ قرآن شریف نے جو انبیاء کی اثبات نبوت اور اظہار صداقت کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ ایسا بدیہی ہے کہ معمولی عقل کا آدمی بھی اُس پر غور کرکے انبیا کی صداقت پر شہادت دے سکتا ہے۔

ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین۔ انہم لہم المنصورون ○ وان جندنا لہم الغالبون ○ (والصافات)	ہمارے مرسل بندوں کی نسبت ہمارا قانون مقرر ہو چکا ہے۔ کہ یقیناً وہی

کامیاب رہیں گے اور ہمارا الٰہی لشکر ہی غالب رہے گا۔

حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءھم نصرنا	یہاں تک کہ جب پیغمبر نومید ہو گئے۔ اور انہوں نے خیال

فنجی من نشاء ولا یرد باسنا عن القوم المجرمین (یوسف)

کیا۔ کہ وہ جھوٹ سے منسوب ہوئے۔ ہماری مدد آ گئی سو ہم جس کو چاہتے ہیں نجات دیتے ہیں۔ اور مجرم لوگوں سے ہمارا عذاب رکتا نہیں۔

یہ الٰہی قانون ہے۔ جس کا ہم نے یہاں ذکر کیا۔ ہر ایک نبی پر سختیاں اور مصیبتیں واقع ہوتی رہی ہیں۔ مخالفین نے چاہا کہ اُن کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیں۔ لیکن چونکہ وہ سچے درخت تھے۔ کسی کے کاٹنے سے نہ کٹ سکے۔ چونکہ صداقت کے نور تھے کسی کے بجھانے سے نہ بجھ سکے۔

حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ نحن معاشر الانبیاء اشد بلاء فالامثل فالامثل ہم گروہ انبیاء پر سب سے سخت تر مصیبتیں پڑتی ہیں۔ پھر اُس سے قریب تر پر۔ پھر اُس سے قریب تر پر۔

سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ تمام انبیاء کے سردار اور خاتم المرسلین ہیں۔ تکلیفوں اور مصیبتوں کا بھی اُن پر خاتمہ ہو گیا۔ آپ کی سخت درجہ پر تکذیب کی گئی۔ ساحر ا‌ور شاعر۔ کاہن۔ مجنوں کے لقب سے یاد کئے گئے۔

نماز پڑھتے وقت اوپر غلاظتیں پھینکی گئیں - راستے میں کانٹے بکھیرے گئے - آپ کو پتھر مارے گئے ۔
تین برس تک شعب ابی طالب میں محصور کئے گئے -
اور یہی آپ کے معتقدین کا حال رہا - حتےٰ ایں کہ مشرکین نے آپ کے قتل کا ارادہ کر کے آپ کو بالکل ہی نیست و نابود کرنا چاہا - چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے - کہ ما اوذی نبی مثلی قط کسی نبی کو مجھ سی تکلیفیں نہیں پہونچیں - مجھ پر تکلیفوں کا خاتمہ ہو گیا ہے -
اسی جہت سے اللہ تعالے نے آں حضرت ﷺ پر قرآن مجید بتدریج نازل فرمایا - تاکہ بار بار قرآن شریف کے نازل ہونے سے آپ کو تسلی ہوتی رہی - اور اُس سخت سی سخت تکلیفوں کے مقابل خدا کا اطمینان دہ پیغام آپ کی تکالیف و آلام میں خفت پیدا کرے ۔
اور ہر بات کے وقت اُس کا جواب اللہ تعالے کی طرف سے آتا رہے - تو آپ کا دل ثابت رہے -
چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے :-

وقال الذین کفروا لولا نزّل علیہ القراٰن جملۃ واحدۃ

کذٰلک لنثبت بہ فؤادک ورتلنٰہ ترتیلا ۰ ولا یاتونک بمثل الا جئنٰک بالحق واحسن تفسیراً - اور منکروں نے کہا - کہ اسپر قرآن سارا ایک دفعہ ہی کیوں نہ اُترا - اسی طرح ہم نے بتدریج نازل کیا ہے - تاکہ اس سے تیرے دل کو ثابت اور مضبوط رکھیں - اور ہم نے اسکو بتدریج تجھے پڑھ کر سنایا ہے (۱) اور تیرے پاس کوئی مثل نہیں لاتے - مگر کہ ہم تجھ کو حق بات اور اس سے بہتر کھول کر پہونچاتے ہیں ۔

(۵) دنیا میں - جتنے رسول آئے - ہر ایک کے تاریخی حالات ایک دھندلی حالت میں ہیں - ان کے تفصیلی حالات بہت کم معلوم ہیں - کیوں ؟ - ان پر آسمانی صحائف وکتابیں دفعۃً نازل ہوگئیں - جن سے وہ امت پر وعظ فرماتے رہے - لیکن ان کے حالات زندگی ان کی اپنی آسمانی کتابوں سے بہت کم منکشف ہوتے ہیں - ہاں پہلے اور

---

(۱) ہر بات کے وقت اس کا جواب اترتا رہے - تو پیغمبر کا دل ثابت رہے (از حاشیہ شاہ عبدالقادر دہلوی رح)

لوگوں نے اپنی دریافت کے مطابق ظنی طور پر لکھتے ہیں لیکن قرآن شریف صرف وعظ و تلقین اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ رسول کریم صلعم کی مفصل ہسٹری ہے۔ آپ کی زندگی کے سارے واقعات قرآن شریف سے ایسے عیاں ہوتے ہیں۔ کہ کسی نبی یا کسی بادشاہ کی لایف اس درجہ صداقت و یقین پر پہونچی ہوئی ہرگز نہیں۔ ابتدائے بعثت سے وفات تک تمام حالات نبوی کو قرآن شریف نہایت عمدہ طور پر بیان کرتا ہے اگر حدیث اور کتب تواریخ سے جن میں رسول خدا صلعم کے جزوی و کلی حالات مندرج ہیں۔ بالکل قطع نظر کریں تو صرف قرآن شریف ہی سے رسول خدا ص کی زندگی کے حالات اور واقعات اخلاق و صفات وغیرہ سب مفصل معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور خارجی ثبوتوں کو بالکل رہنے دیں۔ تو فقط قرآن شریف سے رسالت خدا ص کی نبوت کا ثبوت اکمل ترین طور پر ہو جاتا ہے۔ جس کے ماننے میں کسی موافق یا مخالف کو ہرگز تامل کی گنجایش نہیں رہتی قرآن شریف سے ظاہر ہے۔ کہ ابتدائے بعثت سے

کسطرح رسول کریم ؐ کو تکلیفات اور مصائب اور
سخت سے سخت اذیتوں کا سامنا ہوا۔ اور کس طرح
کفار نے اُس خدا کی روشن کئے ہوئے چراغ کو بجھانے
کی لگاتار جی توڑ کوششیں کیں۔ لیکن چونکہ وہ خدا کا لگایا
ہوا درخت تھا۔ اُس کو ان مخالفانہ ہواؤں اور معاندانہ
حملوں سے ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ چونکہ وہ صداقت کا
نور تھا۔ کسی کی مُنہ کی پھونکوں سے ہرگز نہ بجھ سکا۔
بلکہ جن لوگوں نے اس پر حملے کئے۔ وہ آپ ہی نیست و
نابود ہوگئے۔ جن لوگوں نے مُنہ کی پھونکوں سے بجھانا
چاہا۔ آپ ہی بجھ گئے۔ ہاں یہ وہ پتھر تھا۔ کہ جس پر
جا کر گرا۔ اُسے پیس دیا اور جو اس پر آکر گرا۔ آپ چور
ہوگیا۔ (متی ۲۲ باب ۴۲)
اگر یہ مثل سچ ہے۔ کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ
تو دنیا میں حضرت رسول کریم صلعم کے برابر کوئی صاحب
استقامت و استقلال ہرگز ہرگز نہیں گذرا۔ پس ایسے
سخت ترین مصایب و تکلیفات کے وقت جو آنحضرت
پر کفار کی طرف سے وارد ہوئیں۔ اور جس کی دنیا میں

ہرگز نظیر نہیں ہے۔ آں حضرتؐ کا یہ فوق العادہ استقلال اور یہ خارق عادت استقامت اگر اعلیٰ سے اعلیٰ معجزہ نہیں ہے۔ تو پھر ہم نہیں جانتے کہ معجزہ کا اور مفہوم کیا ہو سکتا ہے؟

اگر قرآن شریف آں حضرتؐ پر دفعتًہ نازل ہوتا تو رسول خداؐ کی ایسی مفصل بشری اور نبوت کی صداقت معلوم ہونی مشکل تھی کیونکہ اگر فرض کریں۔ کہ قرآن شریف بعثت کے شروع یا وسط میں نازل ہوتا۔ تو باقی عمر کے واقعات زندگی ایسے اعلیٰ درجہ یقین پر معلوم نہ ہوتے۔ جیسے کہ اب ہیں اسی لئے حکمت الٰہیہ حقیقی ہوئی۔ کہ اس اہم کتاب کو اس طرح بہ تدریج نازل کرے تاکہ پیغمبر اسلام کی حالات زندگی و صداقت نبوت نہایت اعلیٰ طور پر ثابت ہو کہ جس سے کسی فرد بشر کو مطلق انکار کی گنجائش تک نہ رہے۔ فقد تکونیہ

سے ایک عجیب بات ہے کہ دنیا میں کسی نبیؑ کا مزار ٹھیک ٹھیک کسی شخص کو معلوم نہیں ہے اہل مذہب اپنی نبی کی مزار کو ظنی طور پر خاص خاص مقام میں بیان کرتا ہے۔ لیکن آخری نبیؐ کی مزار جسکا دین خدا کو قیامت تک رکھنا منظور تھا تمام دنیا کی نظروں میں مشاہدہ و معاینہ اور قطعی طور پر ثابت ہے۔ کہ آپ کا مزار مبارک مدینہ میں ہے ×

یا اولی الالباب ×

(۹) پچھلے انبیا کی سینکڑوں بشارتیں جو آں حضرت ؐ کی تشریف آوری کے بارہ میں ہیں - اور آں حضرت صلعم کی زندگی کے مختلف واقعات کی طرف اشارہ کرتی ہیں - اگر قرآن شریف ابتدائے بعثت ہی میں دفعتہً نازل ہو جاتا تو اُن بشارات کا مصداق آں حضرت ؐ کو گردانے میں شک و شبہ کی گنجایش رہتی - لیکن چونکہ رسول کریم صلعم کی زندگی کے واقعات بتدریج اُن بشارات کے مصداق ہوتے گئے ہیں - اس لئے اللہ تعالے قرآن شریف میں بتدریج اُن واقعات کا ذکر (جیسے جیسے وقوع میں آتا گیا) بیان فرمایا ہے - تاکہ تمام دنیا کی نظروں میں قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ مبشر عیسیٰ و مثیل موسیٰ و مصداق بشارات انبیاء سابقہ یقیناً آں حضرت صلعم ہی ہیں - چنانچہ کتب سابقہ کی بشارات کو آں حضرت صلعم کے واقعات کے ساتھ ملانے سے اظہر من الشمس ہے - کہ آں حضرت ؐ کا وجود باجود ہی ان بشارات کا مصداق ہے و بس ×

اور یہ کہ اگر رسول کریم ؐ دنیا میں نہ تشریف لاتے تو کتب

سابقہ کی بشارات پوری نہ ہوتیں اور سب کتابیں ناقص اور ناتمام رہتیں ٭

(۷) جس روز سے قرآن شریف اُترنا شروع ہوا اور کفار نے مخالفت کی۔ اُسی دن سے اللہ تعالے برابر لگاتار پیشین گوئیاں فرما رہے ہیں۔ کہ آخر یہ دین سب پر غالب آجا ئیگا۔ اور کفار مغلوب ہوں گے۔ اللہ تعالے جیت جائے گا اور اُس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے والے ہار جائیں گے۔ چنانچہ سارا قرآن شریف ان پیشین گوئیوں سے بھرا پڑا ہے (جس کا ہم آگے "تاریخ محمدی میں" مفصل بیان کریں گے۔ پس اگر قرآن شریف دفعتہً نازل ہو جاتا تو صرف پیشین گوئیاں ہی اُس میں ہوتیں۔ بغیر وقوع میں آنے کے۔ اُن کے ظہور کا اُس میں ذکر ہو نہیں سکتا تھا۔ پس دنیا کو اُن پیشین گوئیوں کے پورا ہونے اور آں حضرت صلعم کی نبوت کی صداقت میں اشتباہ ہی رہتا۔ اس لئے حکمت الہٰیہ مقتضی ہوئی۔ کہ اُن پیشین گوئیوں کو آں حضرت صلعم ہی کے عہد میمنت مہد میں پورا کر کے قرآن شریف ہی میں اُن کے پورا ہونے کا ذکر بھی اپنے وقت پر درج ہو

جائے ۔ تاکہ تمام دنیا کو اُن ثبوتوں کے پورا ہونے اور آں حضرت ؐ کی رسالت کی صداقت میں شک و شبہ کی گنجایش تک نہ رہے ۔

اور یہ امر تا وقتیکہ قرآن شریف بتدریج نازل نہ ہوتا ممکن نہیں تھا ۔ اس لئے اللہ تعالے نے قرآن شریف کو آنحضرت پر آہستہ آہستہ ۲۳ برس میں نازل فرمایا ۔ چنانچہ جس دن تمام نبوتیں پوری ہوگئیں ۔ اللہ تعالے کے وعدے ہر طرح ظہور میں آچکے ۔ دین کامل اور مکمل ہوچکا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً ۔

(۸) قرآن شریف کو دعوے ہے ۔ کہ اگر جن و بشر اس بات پر اتفاق کریں ۔ کہ ایسا قرآن شریف بنائیں تو ہرگز نہیں لا سکیں گے ۔ دفعۃً سارا نازل ہوتا ۔ تو کفار کو یہ کہنے کا موقعہ تھا ۔ کہ اتنے بڑے قرآن شریف کے معارضہ کے لئے ہم وقت کہاں سے لائیں ۔ لیکن اللہ تعالے نے اُن کو بالکل عاجز کرنے کے لئے آہستہ آہستہ نازل کیا ۔ تاکہ اُن کو معلوم ہو جائے ۔ کہ اگر قرآن شریف کلام بشری ہے تو وہی بشری

ہیں۔ تھوڑے تھوڑے حصہ قرآن کے مقابل اُن اتنے بڑے بڑے فصحا و بلغا کو کہہ کر لانے میں کوئی بھی ہرج دقت اور دقت نہیں ہے ۔ اور یہ کہ جب وہ تھوڑے تھوڑے حصہ قرآن کے مقابل لا نہیں سکتے ۔ تو سارے قرآن شریف کے مقابل وہ کیونکر کوئی کلام لا سکتے ہیں ۔

(۹) قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ کا ایک عجیب اسلوب ہے ۔ جو اگلی آسمانی کتابوں سے بالکل ایک خصوصیت رکھتا ہے ۔ اگلی شرایع میں سب شرعی احکام ایک ہی وقت میں نازل ہو جایا کرتے تھے (کما ذکر) اُن کا شان نزول یا سورہ یا عملی نمونہ ہونا کوئی ضروری نہیں تھا۔ لیکن قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے ایسا التزام رکھا ہے کہ جس قدر احکام حسن معاشرت یا اصلاح قوم وغیرہ کے متعلق نازل فرمائے ہیں ۔ قریباً سب کا کوئی نہ کوئی شان نزول یا سورہ یا عملی نمونہ ضرور ہے ۔

اس امر کے دریافت کرنے کے لئے تم قرآن شریف کی مختلف تفاسیر کا مطالعہ کرو ۔ غالباً کوئی آیت نہ رہے گی ۔ جس کا شان نزول یا سورہ نہ ہو ۔ یعنی پہلے ایک واقعہ

وقوع میں آیا۔ پھر اُس کے متعلق ایک یا کئی آیات نازل ہوئیں۔ یہ طرز صحایف آسمانی میں سے صرف قرآن شریف کو ساتھ خاص ہے۔ اور اس کا جو فایدہ ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ اس شان نزول یا عملی نمونہ سے خدا کے وہ امر و نواہی اور آیات کلام الٰہی آناً فاناً آفاق میں منتشر اور طبایع میں راسخ ہو جاتے تھے۔ اور صرف زبان سے ایک بات کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دینے کی نسبت نصیحت اور تبلیغ کا یہ طرز تمام اسالیب سے افضل و اعلےٰ ہے اور اثر میں اقوےٰ ہے۔

چونکہ تمام عملی نمونے آں حضرت ؐ کے وقت میں دفعۃً واحدۃً ظہور میں نہیں آئے۔ بلکہ آہستہ آہستہ آپ کی عمر میں وقوع میں آئے۔ اس لئے اللہ تعالے نے قرآن شریف بھی آہستہ آہستہ نازل فرمایا۔

(۱۴) عرب کی اخلاقی حالت جس قدر بگڑی ہوئی تھی۔ محتاج بیان نہیں۔ رذایل اور شرور اُن کی طبیعت میں راسخ ہو کر طبیعت ثانیہ ہو گئے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اس زمانہ میں اہل عرب کی نظیر بد اخلاقی میں اہل عرب

ہی تھے۔ اس سے بڑھ کر اُن کی اخلاقی حالت اور کیا
بگڑی ہوئی ہوگی۔ کہ وہ چوری۔ زنا۔ مے نوشی اور تمام
اخلاق ردیہ پر فخر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک حیا اور شرم
کا مادہ اُن کے دلوں سے اُٹھ گیا تھا۔ اگر قرآن شریف
دفعتہً نازل ہوتا تو یک لخت اُن کے اخلاق شنیعہ کا
استیصال ہونا بالکل محال تھا۔ اس لئے جیسا کہ اُستاد
شفیق اور پیارے اتالیق کا قاعدہ ہے۔ حکمت الٰہی اس
امر کی مقتضی تھی۔ کہ بتدریج قرآن شریف کے احکام نازل
فرمائے جائیں۔ اور آہستہ آہستہ اُن کے رذائل وشنایع
کی بیخ کنی کی جائے۔ جو تعلیم بہ تدریج کی جائے وہ دلوں
میں نقش بر سنگ اور ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ
اُس وقت سے ۱۳۰۰ برس گذر چکے۔ لیکن اہل عرب سے
وہ افعال شنیعہ ایسے کافور ہوئے۔ کہ پھر بت پرستی وغیرہ
بد اخلاقیاں اُن میں رائج نہیں ہوئے پائیں۔ اور بقول
راڈویل صاحب مترجم قرآن کے اہل عرب کی ایسی کایا
پلٹ گئی۔ اور یہ بھیڑ بکری چرانے والی قوم ایسی اعلےٰ حالت
تہذیب پر پہونچ گئی۔ کہ جیسے کسی نے اُن پر سحر کر دیا ہو۔

فتفکروا یا اولی الالباب ۔

(۱۱) ایک مثل مشہور ہے - ہرچہ زود آید - دیر نپاید - اگلے انبیا پر کتابیں دفعتہً نازل ہوگئیں - مناسب بھی ایسا ہی تھا - کیونکہ اُن کا مذہب خدا تعالے کو قیامت تک رکھنا منظور نہیں تہا - لیکن آنحضرت صلعم کے دین کو اللہ تعالی نے ہمیشہ کے لئے قایم رکھنا تھا - اس لئے ضرور تہا کہ مذکورہ بالا اصول کے موافق ان پر آسمانی کتا بتدریج نازل ہو تاکہ اُس کا اثر دیرپا اور قیامت تک باقی رہے ۔

(۱۲) اگر قرآن شریف دفعتہً نازل ہو جاتا - تو وہ بڑا اعجاز جو قرآن شریف کے ۲۳ برس کے اندر بتدریج اُترنے میں پایا جاتا ہے - ہرگز ظہور پذیر نہ ہوتا -

بات یہہ ہے کہ آں حضرت م نے ۴۰ برس کی عمر میں نبوت کا دعوے کیا - اور قرآن شریف کا تھوڑا تھوڑا حصہ بقدر ضرورت و احتیاج لوگوں کو جوں جوں اُترتا رہا سنایا اور کوئی شخص نہیں جان سکتا - کہ جو کام میں نے اپنے ہاتھوں سے کیا ہے ضرور پورا ہی کرکے رہوں گا - ممکن ہے کہ ادھورا ہی چھوڑ کر مرجائے - لیکن آنحضرت م

نے متواتر اور بار بار ارشاد فرمایا۔ کہ میں دین کو کامل ہی کرکے رہوں گا۔ اور اسلام کا غلبہ آنکھوں سے دیکھ کر دنیا سے اُٹھایا جاؤں گا۔ اور باوجود ہزارہا ناکامیوں کے بڑی زور شور سے اسی دعوے پر جمے رہے۔ چنانچہ سارا قرآن شریف علانیہ پکار رہا ہے۔ کہ آخر اسلام جیت کر ہی رہیگا۔ گو لاکھ اس کے خلاف میں کوششیں کی جائیں ٭

اب ممکن تھا۔ کہ سارا قرآن شریف اترنے اور دین کو کامل ہونے سے پہلے ہی آں حضرت صلعم دنیا سے رحلت کر جاتے۔ چنانچہ جنگ اُحد میں اگر اسلام سچا نہ ہوتا۔ تو آں حضرت صلعم کے دنیا سے اُٹھ جانے میں کوئی امر باقی نہیں رہا تھا۔ لیکن دیکھو کہ حسب وعدہ الٰہی سارا قرآن شریف اُتر کر اور اسلام کو علانیہ غالب دیکھ کر آں حضرت صلعم نے رحلت فرمائی۔ اور سب کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** اس آیت کے نزول کے ۸۲ روز بعد آں حضرت صلعم زندہ رہے ہیں۔ جو اہل بصیرت کے لئے اسلام کی صداقت پر آیت بیّن ہے ٭

اتنی لمبی مدت میں ایک سلسلہ کا برابر قایم رہنا اور آخر

سلسلہ کا کامل ہو کر آں حضرت ؐ کا دنیا سے اُٹھ جانا کم نہیں جانتے - کہ اس سے بڑھ کر معجزہ اور کیا ہو سکتا ہے ہ

یقیناً آں حضرت ؐ کی ذات اقدس کے بغیر دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوا - جس نے اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے درخت کو ایسا باردار اور پُر ثمر دیکھ کر اور اس طرح دعوے کے ساتھ ہر امر میں کامیابی حاصل کرکے دنیا سے رحلت کی ہو ٭

(۱۴) قرآن شریف کے نزول اور بہ تدریج اُترنے کی خبر بائیبل میں بھی ہے - جس کی نسبت اللہ تعالے قرآن شریف میں فرماتا ہے -

وانہ لتنزیل رب العالمین - نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین - بلسان عربی مبین وانہ لفی زبر الاولین - اولم یکن لہ آیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل ٭

اور قرآن شریف رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے - اُسے روح الامین (جبرئیل) نے اُتارا ہے تیرے دل پر تا کہ تو

اُن کو ڈرسناوے - واضح عربی زبان میں - اور یقیناً اس کا ذکر کتب سابقہ میں موجود ہے - کیا قریش کے لئے یہہ نشان نہیں - کہ اُسے بنی اسرائیل کے علما جانتے ہیں ×

چنانچہ نزول قرآن کی خبر کتاب - استثنا ۱۸ باب ۱۸ میں ہے - میں اُن (بنی اسرائیل) کے لئے اُن کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے تجھہ سا (مثیل موسیٰ) ایک نبی برپا کروں گا - اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالوں گا - اور جو کچھہ میں اُسے فرماؤں گا - وہ سب اُن سے کہے گا اور ایسا ہوگا - کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا - نہ سنے گا - تو میں اُس کا حساب اُس سے لوں گا ×

اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالوں گا الخ - غور سے قرآن شریف کی طرف دیکھو - اس میں بجز خدا تعالےٰ کے کوئی متکلم معلوم نہیں ہوتا - گویا اللہ تعالےٰ آں حضرت صلعم کی زبان سے بول رہا ہے - نزل به الروح الامین علےٰ قلبك کے یہی معنے ہیں ×

اور ایسا ہوگا - کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا

نام لے کر کہے گا۔ نہ سنے گا۔ تو میں اس کا حساب اُس سے
لوں گا۔ جن لوگوں نے آں حضرت ص کی نہ سنی۔ جو کچھ
اُن کا انجام ہوا۔ اور جس طرح اللہ تعالے نے اُن سے
حساب لیا۔ قرآن شریف سے اظہر من الشمس ہے۔ کفار
قریش کا کیا حال ہوا۔ قوم یہود کا کیا انجام ہوا۔ کس نے
اُس نبوت کے آخری پتھر سے آکر سر ٹکرایا۔ جو چور چور
نہ ہو گیا ۔

پھر یوحنا ۱۶ باب میں بشارت فارقلیطہ میں اللہ تعالے
آں حضرت ص کی نسبت ارشاد فرماتا۔ وہ اپنی نہ کہے گا
بلکہ جو سنے گا۔ سو کہے گا۔ مذکورہ بالا آیات کا اور
اس آیت کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اللہ تعالے قرآن شریف
میں فرماتا ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ اور وہ
اپنی خواہش نفسانی سے نہیں بولتا وہ وہی بولتا ہے
جو اس پر خدا کی طرف سے وحی ہوتا ہے ۔

اور قرآن شریف کے بتدریج اُترنے کی خبر یسعیاہ ۲۸ باب
۱۳ میں ہے۔ کہ خداوند کا کلام اُن سے یہ ہو گا۔ حکم پر حکم

تھم پر تھم - قانون پر قانون یہ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں -
تاکہ وے چلے جاویں - اور پچھاڑی گریں - اور شکست
کھاویں - اور دام میں پھنسیں - اور گرفتار ہوویں انتہیٰ
اس آیت سے قرآن شریف کے بہ تدریج اُترنے کی خبر
اور حکمت صاف طور پر بیان کردی گئی ہے - یعنی کہ
قرآن شریف بہ تفاریق حسب اقتضائے مصلحت زمانہ
نازل ہوگا - کچھ مکہ میں کچھ مدینہ میں - کچھ اور جگہوں میں
تاکہ کفار کی ذلت اور شکستگی کا موجب ہو - کیونکہ ابتدا
میں ۱۴ برس کے عرصہ تک جو سن بلوغ کا زمانہ ہے -
رسول خدا صلعم اُن کفار کو جواب تک روح کی راہ سے
بچپن کی حالت میں تھے - شفیق باپ اور مہربان اُستاد
کی طرح نرمی اور ملائمت سے اُن کے اخلاق کے سنوارنے
اور دین حق کی طرف راہ یاب ہونے کے لئے دل وجان
سے کوشش کرتے رہے - اور درصورت کفران اور انکار
کے سخت وعید میں فرماتے رہے - اور آخرکار اسلام
کی نصرت اور کفار کی ترہیب و ہلاکت کے وعدے بڑے
جزم اور وثوق کے ساتھ بیان فرماتے رہے - اور قرآن

شریف میں اُن کی نسبت صرف تنبیہ اور عفو ہی کا حکم
ہوتا رہا۔ لیکن باوجود اس قدر سمجھاتے بجھاتے پیغام
الہی کے پہونچانے۔ حکم پر حکم سنانے اور کامل اتمام حجت
کے جب اُنہوں نے ایسے ناصح مشفق کی بات کو پس پشت
ڈال دیا۔ تو آخرکار وعدہ الہی نے کام لیا۔ خدا کا
غضب بھڑک اُٹھا۔ اور سیاست شدید کے سزاوار ہوئے
شکستیں کھائیں۔ دام میں پھنسے۔ اور گرفتار ہوئے اور
اللہ کے وعدے سچے اور پورے ہوئے ۞ ولا مبدل
لکلمات اللہ۔ فاعتبروا یا اولی الالباب ۞

دفعہ ۱۲۔ علمائے مسیحی اختلاف قرأت کو سبب تحریف

قرآن کا بتاتے ہیں۔ یا بعض مردود شیعہ شنیعہ کے اقوال
اپنے دعوے کی تائید میں لاتے ہیں۔ سو پہلے امر کی نسبت
اُنہیں یہ خیال کرنا چاہیے۔ کہ یہ سات متفرق قرائیتیں
لوگوں کی طرف سے ہیں۔ یا خدا کی طرف سے۔ بصورت
اول ثابت کرنا چاہیئے۔ اور بصورت دوئیم جبکہ ساتوں
قرائیتیں خدا ہی کی طرف سے ہیں۔ اور خود حضرت نے ہی
بہ امر الٰہی اُمت کی آسانی کے واسطے مقرر فرمائی ہیں۔
(کذا فی صحیح مسلم وغیرہ)*
اور اس اختلاف قرائت سے ذرا کسی مضمون میں بھی فرق
نہیں آتا۔ مثلاً سورہ فاتحہ میں مالک یوم الدین بھی درست
ہے۔ اور ملک یوم الدین بھی (مالک دن انصاف کا۔ بادشاہ
روز جزا کا) اور دونو صحیح ہیں۔ معنے میں کچھ فرق نہیں تو
اس اختلاف قرائیت کو تحریف سے وہی متعلق سمجھے گا۔ جو
عقل سے مطلق بے علاقہ۔ اور انصاف سے بکلی بے بہرہ
ہوگا۔ البتہ اگر پیچھے کسی غیر کی طرف سے یہ اختلاف ہوتا
تو بھی کچھ اعتراض کی گنجائش تھی۔ لیکن جبکہ احادیث صحیحہ
مسلمہ سے ثابت ہے۔ کہ یہہ ساتوں قرائیتیں خدا کی طرف سے

ہیں۔ اور ساتوں کی ساتوں کلام الٰہی ہیں۔ اور کسی قرایت سے معنے میں بھی فرق نہیں آتا۔ تو اسکو تحریف کہنا جاہلوں کو دہوکا دینا ہے۔ یہ اختلاف قرایت ایسا نہیں ہے جیسا کہ انجیل میں کسی تثلیث گرنے اتنا بڑہا دیا ہے۔ کہ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں۔ باپ و کلام و روح القدس (نامہ اول یوحنا ۵ باب ۷) دیکھو کس قدر چالاکی کی ہے۔ کہ عقیدہ تثلیث کے تراشنے کے لئے ایک آیت جعلی داخل کر دی۔ اور نہ صرف یہی بلکہ تحریف انجیل کا زیادہ حال دیکھنا ہو۔ تو پادری عماد الدین کی ہدایت المسلمین صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۳ تحقیق الایمان مطبوعہ ۱۸۶۱ء صفحہ ۱۴۲ و ۱۶۲۔ اور پادری فنڈر صاحب کی اختتام دینی مباحثہ ۱۸۵۹ء صفحہ ۵۸ و ۵۸ تک ملاحظہ کریں۔ جہاں انہوں[1] نے خود محرف آیات گنوا دی ہیں۔ اور سینکڑوں ہزاروں بلکہ ڈیڑھ لاکھ تک اختلاف پہونچا (دیکھو اغلاط نامہ وارڈ صاحب) چنانچہ پادری فنڈر صاحب اختتام دینی مباحثہ ۱۸۵۵ء صفحہ ۱۳۰ میں

[1] کتاب عیسائیوں کی دینداری کا نمونہ دیکھو۔ اس میں عیسائیوں کی تحریف کی خوب قلعی کھولی گئی ہے ×

لکھتے ہیں کہ یہ بات سچ ہے - ویرولیس ریڈنگ دسہو
کاتب) بہت ہیں - اور کہ ہر حال میں یقین سے نہیں کہہ
سکتے - کہ صحیح کون ہے - انتہی - پھر خود دینداروں کا تحریف
کرنا - دیکھو ھارن صاحب کی تفسیر جلد ۲ مطبوعہ لنڈن
۱۸۲۳ء صفحہ ۱۳۳ ہ

پھر سب سے بڑھکر یہ کہ ابتدائً بیسیوں مختلف جعلی انجیلیں
تالیف ہوئیں جن میں سے ۲۷ مروجہ حال چھانٹ کر الہامی
قرار دی گئیں اور باقی ۱۳۳ جعلی ٹھہریں (از انٹروڈکشن
ہارن صاحب اوپر علوم بیبل کے مطبوعہ ۱۸۲۵ء لنڈن
جلد ۱ صفحہ ۲۴۶) اب منصف آدمی خیال کرسکتا ہے - کہ
ابتدا میں اس قدر جعلی انجیلیں تیار ہوئیں - جن میں سے
۲۷ کتابیں اصلی ٹھہراکر باقی جعلی قرار دی گئیں - ڈیڑھ لاکھ
غلطیوں تک نوبت پہونچی - ۷ خط مشکوک ٹھہرائے گئے -
(اختتام دینی مباحثہ صفحہ ۳۸) اناجیل اربعہ کے مصنف نامعلوم
(از نوید جاوید) ہ

پس انجیل کو محرف سمجھنا چاہئے - یا قرآن شریف کو - جس
کی نسبت خود خداوند تعالے فرماتے ہیں انا نحن نزلنا

الذکر وانالہ لحافظون (حجر رکوع ۱) ہم نے اُتارا ہی اس قرآن کو۔ اور ہم ہی اُس کے محافظ ہیں (تغیر و تبدیل سو) پہر یہ کہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔ نہیں دخل ہے اُس میں باطل (تحریف و تناقض) کا۔ آگے سے نہ پیچہے سے (یعنی کسی طور سے کسی وقت میں) اتارا ہوا ہے۔ حکمت والے سراہے گئے کی طرف سے (حم سجدہ رکوع ۱) پس اختلاف قرایت جس سے ذرا بہر معنے میں فرق نہیں پڑتا۔ کسی غیر الشارع کی طرف سے نہیں ہے۔ کہ تحریف کا موجب ہو۔ یہ آں حضرت نے ہی اصحاب کو تعلیم کر دیا تہا۔ کہ یہہ لفظ اس طرح بہی پڑھ لینا۔ اور اس طرح بہی کچہہ فرق نہیں۔ اس امر کی تشریح ہم ایک مثال سے کئے دیتے ہیں۔ بلا شبہ اختلاف قرایت کی مثال یوں ہے۔ کہ بکر کا قاصد ایک رقعہ خالد کے پاس اس صنعت کا لایا کہ اُس کے الفاظ کہی طرح سے پڑھے جا سکتے ہیں اور اس کہی طرح کے پڑھے جانے سے نہ تو عبارت مختل ہوتی ہے اور نہ فصاحت و بلاغت میں کچہہ نقصان آتا ہے اور نہ راقم

کا مطلب اُس سے فوت ہوتا ہے - پہر خالد نے اپنے تمام
دوستوں کو اس صنعت مذکور سے آگاہ کر دیا اور اُنہوں
نے تمام ملک میں مشہور کر دیا - اب جو اُس کو دیکھے گا
سوائے صنعت کے اختلاف کوئی منظر نہیں آئے گا - برخلاف
انجیل کے کہ اُس کی مثال یوں ہے - کہ مثلاً خالد پھانسی
سے مارا گیا - ساٹھ ستر برس کے بعد اُس کے چیلوں زید
عمرو بکر وغیرہ نے ارادہ کیا - کہ اُس کے حالات عمری قلمبند
کئے جائیں - جب یہہ سب کچھہ تحریر ہو چکا - تو بعض
حالات تحریر شدہ جعلی مقرر ہوئے - اور باقی ایسے باہم
مختلف ہوئے - کہ جن میں بموجب کہنے مفسرین کے اصل
اور ساختہ میں شناخت نہیں ہوتی - بلکہ ہر سال کمی
و زیادتی کی گرم بازاری رہتی ہے - اس حد تک کہ ڈاکٹر
گرلیس باخ نے ۳۵۵ نسخہ انجیل کا مقابلہ کیا - تو ڈیڑھ
لاکھہ اختلاف نکالا - جس کو شک ہو - اب چند نسخے مختلف
سنین کے مقابلہ کر کے اس امر کی تصدیق کر لے ؀
اسی واسطے فاضل اجل آنریبل ولیم میور صاحب بہادر
کتاب تواریخ محمدی جلد اول مطبوعہ لنڈن ۱۸۶۱ء صفحہ ۱۵

کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا اپنی خاص کتاب کا ہماری کتب مقدسہ کے اختلاف عبارت سے مقابلہ کرنا۔ ایسی چیزوں کا باہم مقابلہ کرنا ہے۔ جن کے حالات۔ اور اصلی امور میں کچھ بھی مناسبت نہیں ہے۔ انتہی ۔

امر دویم کی نسبت۔ ہم معتبر شیعوں کے اقوال در باب حفظ و صون قرآن شریف کے لکھے دیتے ہیں۔

(۱) صراط مستقیم میں۔ جو شیعوں میں ایک معتبر تفسیر ہے۔ آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے آگے لکھا ہے۔ اے انا لحافظون من التحریف والتبدیل والزیادۃ والنقصان یعنے ہم حافظ ہیں تحریف اور تبدیل اور زیادتی اور کمی سے ۔

(۲) ملا محمد صادق شارح کلینی کا قول ہے ویظہر القرآن بھذا الترتیب عند ظہور الامام الثانی عشر و یشھر بہ یعنے ظاہر ہوگا قرآن اسی ترتیب سے۔ بر وقت ظاہر ہونے بارھویں امام کے۔ اور مشہور ہوگا اسی ترتیب سے ۔

(۳) حدیقہ سلطانی میں ہے نقلاً عن مجمع البیان فی تفسیر انا لہ لحافظون والزیادۃ فی القرآن بطلانہا مجمع علیہ

واما النقصان فرواه قوم من اصحابنا وبعض الحشویة من العامة والاصح خلافه کما نص به سید المرتضیٰ ۔

(۴) قاضی نور اللہ شوستری کی کتاب مصائب النواصب میں مرقوم ہے ما نسبه الی شیعة من قولهم لوقوع التغیر فی القرآن لیس مما قال به جمهور الامامية وانما قال به شرذمة قليلة لااعتبار لهم فیما بینهم۔ یعنے جو لوگ نسبت کرتے ہیں ہماری طرف کہ شیعہ قایل ہیں اس بات کے ۔ کہ قرآن میں کچھ تغیر ہوا ۔ سو یہ قول جمہور امامیہ کا نہیں اُس کے قایل گروہ قلیل ہیں جن کا اعتبار نہیں ۔

(۵) شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ رسالہ اعتقادات میں لکھتے ہیں اعتقادنا فی القرآن ان القرآن الذی انزل اللہ تعالیٰ علی نبیه هو ما بین الدفتین ۔ وهو ما فی ایدی الناس لیس باکثر من ذلك یعنے اعتقاد ہمارا قرآن میں یہ ہے ۔ کہ تحقیق قرآن جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا ۔ وہی ہے جو دو دفتوں میں موجود ہے ۔ اور وہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں پایا جاتا ہے ۔ اس سے زیادہ نہیں ۔ انتہی ۔

(۶) محمد بن الحسن حر عاملی - جو بڑا محدث شیعوں میں گذرا ہے لکھتا ہے :-

ہر کسے کہ تتبع اخبار و تفحص تواریخ و آثار نمودہ بعلم یقینی مے داند - کہ قرآن در غایت و اعلےٰ درجہ تواتر بودہ - والآف صحابہ حفظ و نقل مے کردند - آن در عہد رسولِ خدا مجموع مؤلف بود - انتہٰے ؂

ان چھ شواہد سے ظاہر ہے - کہ محقق شیعوں کے نزدیک قرآن شریف کمی بیشی تبدیل و تحریف سے بہ کلی محفوظ ہے اور جو شرذمہ قلیلہ اس کے نقصان کے قایل ہیں - اُن کا قول جمہور محققین کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتا ؂

پھر یہ کہ امام عسکری نے اسی قرآن مروجہ کی تفسیر لکھی ہے - اگر ناقص ہوتا - تو اس کی کبھی تفسیر نہ لکھتے اُس کے قراین و ربط عبارت پر کبھی بھروسا نہ کرتے ؂

پھر حضرت علی اور تمام آیمہ کرام کا بھی اسی قرآن مروجہ پر عمل رہا ہے - اگر یہ قرآن ناقص اور محرف ہوتا - تو وہ حضرات کیوں اسپر عمل کرتے - اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر حضرت عثمان کی طرف سے - اس قرآن

میں کچھ نقصان وقوع میں آیا ہوتا۔ تو حضرت علی اپنی خلافت کے زمانہ میں۔ کبھی تکمیل کئے بغیر نہ رہتے۔ جب کہ اسی کی تکمیل دین و ایمان کی تکمیل تھی۔ اور خصوصاً جب کہ حضرت کے اصحاب میں سے اکثروں اور خود حضرت علی کو بھی قرآن شریف ازبر یاد تھا۔ پس یہاں سے ظاہر ہے۔ کہ یہ قرآن مروج موافق تنزیل۔ اور وہی قرآن شریف ہے۔ جو حضرت پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھا۔ کچھ کم و بیش نہیں ہے۔

اب ہم علمائے اہل کتاب کے اقوال۔ دربارۂ حفظ وصون قرآن شریف کے نقل کرتے ہیں ×

(۱) ایڈورڈ گبن صاحب مورخ رومی اپنی کتاب کی جلد ۲ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں۔ کہ قرآن کی بہت سی نقلوں سے وہی اعجاز کا سا خاصہ یگانگت اور عدم قابلیت تحریف کا متن ثابت ہوتا ہے۔

(۲) آنریبل میور صاحب اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں۔ کہ نہایت قوی گمان پر ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ ہر ایک فقرہ قرآن کا صحیح اور بلا تبدیل محمدؐ

ہی کا کہا ہوا ہے۔ اور اُس کے نتیجہ میں جیسا کہ قرآن
ہمیں نے کہا ہے۔ یہہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن کو ہم بالیقین ایسا
ہی محمدؐ کا کلام سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مسلمان اُس کو کلام
الٰہی سمجھتے ہیں ۞

(۳) ولیم میور صاحب اپنی کتاب سیرتِ محمدی الموسوم
بہ لایف آف محامد جلد ا صفحہ ۵ مطبوعہ لنڈن ۱۸۶۱ء میں
لکھتے ہیں۔ کہ محمدؐ صلعم کی حیات میں قرآن کی حفاظت
صرف اُن متفرق تحریروں ہی میں منحصر نہیں تھی۔ یہی
وحی الٰہی تمام مسلمانوں کا نبی تھا۔ ہر ایک جماعت عام
میں قرآن پڑھنا ضروری تھا۔ اور خلوت میں قرآن کی
تلاوت اور ذکر باعث ثوابِ اعظم تھا۔ یہہ مضمون تمام
روایات قدیم میں متواتر الیقنے ہے۔ اور خود قرآن ہی
سے یہی پایا جاتا ہے اسی کے مطابق ہر ایک مسلمان
اس کو کم و بیش حفظ کرتا تھا۔ اور مسلمانوں کی قدیم
سلطنت میں جو شخص جس مقدار تک قرآن پڑھ سکتا تھا
اُسی اندازہ کے موافق اُس کی قدر و منزلت ہوتی تھی
اور عرب کی رسم سے اُس کی زیادہ تائید ہوتی۔ وہ لوگ

نظم کے تو از حد مشتاق تھے - اور فن کتابت کا سامان
کافی اُن کے پاس تہا - کہ خطبوں کو لکھ رکھتے - اس لئے
مدت سے وہ لوگ اس کے عادی ہو رہے تھے - کہ اشعار
اور خطاب کو اپنے دل کی زندہ تختیوں پر منقش کر رکھتے تھے
قوت حافظہ اُن کی انتہا کے درجہ پر تھی - اور اُس کو وہ
لوگ قرآن کی نسبت بہ کمال سرگرمی کام میں لاتے تہے
اُن کا حافظہ ایسا مضبوط اور اُن کی محنت ایسی قوی تھی
کہ حسب روایات قدیم - اکثر اصحاب محمدؐ صلعم پیغمبر کی حیات
ہی میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے
تھے - اور عرب کا حافظہ کیسا ہی دیر پا کیوں نہو - تاہم اُن
تحریروں کو جو صرف یاد ہی سے لکھی جاتیں - ہم بے اعتبار
سمجھ لیتے - لیکن اس امر کے باور کرنے کی وجہ معقول
ہے - کہ بہت سی مجرّی نقلیں جن میں کل قرآن شامل
تہا - یا جو تقریباً کل پر محتوی تہیں - مسلمانوں نے پیغمبر کی حیات
میں لکھ لی تہیں - جبکہ اُن لوگوں کو لکھنے کی استعداد
حاصل تھی - تو صحیح نتیجہ نکل سکتا ہے - کہ جو چیز ایسی
حفاظت شدید سے یاد کی جاتی تھی - وہ اسی طرح بہ کمال

احتیاط لکھی بھی جاتی ہوگی۔ انتہی مد

(۴۴) پھر آنربیل ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ ہم کو یہہ بھی معلوم ہے۔ کہ جب کوئی قبیلہ مسلمان ہوتا تہا۔ تو محمد صاحب کی عادت تھی۔ کہ اپنے اصحاب میں سے کسی ایک یا دو اصحابی کو اُن کے پاس بھیجتے تھے۔ تاکہ اُن کو قرآن اور ضروریات دین سکھلا دیں۔ اور اکثر خبر ملتی ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھ مذہبی امور کی تعلیم کے لئے تحریریں لے جایا کرتے تھے۔ پس لاجرم یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ قرآن کی ضروری سورتیں بھی ہمراہ لے جایا کرتے ہونگے بالتخصیص وہ اجزاء قرآن جنپر مذہبی رسوم موقوف تہیں اور جو نماز میں اکثر پڑھی جاتی تہیں۔ علاوہ اُن تصریحات کے جو قرآن ہی میں خود اُس کے مکتوب ہونے کی کیفیت مروی ہے قرآن کے بیسویں سورہ کی نقل کا تذکرہ ہے جو عمرؓ کی بہن کے گھر میں اُن کے ذاتی مصرف کیلئے تھی۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جو ہجرت سے ۳ یا ۴ برس پیشتر گذرا تو اس قدر قدیم زمانہ میں قرآن کی نقلیں لکھی جاتی تہیں۔ اور عام تہیں۔ دراں حالیکہ مسلمان کم اور مظلوم

تھے - تو یقینی نتیجہ نکلتا ہے - کہ جب پیغمبر صلعم کو فوت ہوئی
اور یہ کتاب اکثر ملک عرب کے لئے شریعت قرار پائی - تو
اُس وقت قرآن کے نسخے کثرت سے بڑھ گئے ہوں گے -
(لائف آف محامد جلد اول مطبوعہ لنڈن ۱۸۶۱ء صفحہ ۱۰۹)
پھر اُسی کتاب لایف آف محامد کے حاشیہ صفحہ ۳ پر لکھا ہی
کہ یہ بات بدیہی ہے کہ وحی لکھا جایا کرتی تھی - کیونکہ خود
قرآن میں بارہا اس کا کتاب نام رکھا گیا ہے ۔

(۵) پادری جے ایم راڈویل صاحب اپنی کتاب
کے صفحہ ۴۷ میں سورۃ قیامہ اور طہٰ کی بعض آیات سے
استنباط کرتے ہیں - کہ شروع ہی سے محمد صلعم نے ایک
لکھی ہوئی کتاب کے مشہور کرنے کا منصوبہ کر لیا تھا - پھر
پادری جے - ایم راڈویل صاحب صفحہ ۶۳ لا یمسه الا
المطہرون کے حاشیہ پر لکھتے ہیں - کہ یہ آیت اس امر
پر متضمن ہے - کہ لا اقل قرآن کے اجزاء کی نقلیں عام
کے استعمال میں موجود تھیں - اور جب عمرؓ ایمان لائے
اور اُنہوں نے اپنی بہن کے ہاتھ سے بیسویں سورۃ کی
نقل لینی چاہی - تب اُن کی بہن نے اسی آیت کا

حوالہ دیا تھا ۔
(۹) پھر آنریبل ولیم میور صاحب اپنی کتاب کی جلد
اول صفحہ ۱۴ و ۱۵ میں فرماتے ہیں۔ کہ عثمانؓ کا نسخہ ہم
تک بلا تحریف چلا آیا ہے۔ درحقیقت اسی احتیاط سے
اس کی حفاظت ہوئی ہے۔ کہ قرآن کے بے شمار نسخوں
میں جو اسلام کی کثیر الوسعت مملکت میں منتشر ہیں۔ کچھ
اختلاف نہیں ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ بالکل اختلاف ہی
نہیں ہیں۔ محمد صلعم کی وفات کے بعد ایک چہارم صدی
میں قتل عثمانؓ کے وقت سے مسلمانوں میں تنازع اور
شدید مخالفتیں پیدا ہونے سے مسلمانوں میں پھوٹ پڑ گئی
تھی۔ تاہم ان میں ایک ہی قرآن ہمیشہ سے جاری رہا
ہے۔ اور سب میں بالاتفاق اسی ایک ہی قرآن کا
استعمال میں رہنا اس بات کے ثبوت کی ایک لاجواب
دلیل ہے۔ کہ ہمارے پاس اب وہی کتاب ہے جو اس
مظلوم خلیفہ کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ غالباً دنیا میں
کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے جو بارہ سو برس تک ایسی
صحیح المتن رہی ہو۔ انتہیٰ ۔

(۷) پادری عماد الدین نے جس نے اپنی تصنیفات میں
اسلام کی مذمت اور توہین میں کوئی مخالفت باقی نہیں
رکھی۔ اپنی کتاب ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۸ء صفحہ ۵۰
میں لکھا ہے۔ کہ طرح طرح کی شرارتیں اور قسم قسم کے مضامین
جو محمدؐ صاحب کو معلوم بھی نہ تھے۔ ان مولویوں نے
مذہبی کتابوں میں لکھ کر دین محمدیؐ کی شکل کچھ کی کچھ
بنا دی ہے۔ لیکن یہی قرآن آج تک وہی قرآن ہے جو
محمدؐ صاحب کے عہد میں تھا انتہی

(۸) پادری صفدر علی اپنی کتاب نیاز نامہ مطبوعہ
۱۸۸۱ء صفحہ ۱۰۳ میں لکھتے ہیں۔ کہ اب جس قدر قراءتیں
پائی جاتی ہیں۔ اور جو اختلافات ہیں جزئیات اور
خفیف باتوں میں ہیں۔ باقی تمام اصول ایمانیہ اور ارکان
اسلام و تعلیمات و اخبار وغیرہ جملہ مطالب و مقاصد
روایتوں اور قراءتوں کے بموجب یکساں ہیں۔ کچھ اختلاف
نہیں ہے۔ بلکہ جیسا نسخہ عثمان رضہ نے ترتیب اور جمع کر کے
لکھا تھا اب موجود ہے۔ انتہی

مخفی نہ رہے۔ کہ قرآن شریف کی سند کتابی اور زبانی

دونو ایسی مستحکم اور صحیح ہمارے پاس ہے۔ کہ کوئی ہمارا
مخالف اپنی اُس کتاب کی جسے وہ کتاب اللہ جانتا ہے
ہرگز نہیں لا سکتا ‫٭

قرآن کی سند کتابی کے یہ معنے کہ حضرت نے اپنے
روبرو تمام قرآن مجید لکھوایا۔ اور پھر اُنہیں کے دیکھنے
والوں اور قرآن کے حافظوں نے اُس تمام لکھے ہوئے
کو جمع کیا۔ اور نقلیں کراکر جابجا منتشر کیں۔ اور اسی
طرح ہمیشہ اُس کی نقلیں تمام ملکوں اور دیاروں میں
ہوتی رہیں۔ اور رفتہ رفتہ ہم تک پہونچیں اور وہ اصل
نسخہ جو حضرت کے دیکھنے والوں نے اُن تحریروں سے
نقل کیا تھا۔ جو حضرت کے روبرو ہوئی تہیں۔ اب تک
کعبہ شریف میں موجود ہے۔ امام اُس کا نام ہے۔ اور
دوسری نقلیں اور مقامات پر بھی ہوں گی۔ مجھے اس
وقت تحقیق نہیں ہے۔ کیونکہ کئی نقلیں صحابہ نے کرکے
جا بجا بھیجی تہیں ‫٭

اور زبانی سند کا یہ حال ہے۔ کہ سینکڑوں صحابہ
یعنے حضرت کے دیکھنے والوں نے حضرت سے سُنا۔ اور

زبانی یاد کیا - اور ایک ایک حرف کی تحقیق کی - اور باوجودیکہ
لکھا ہوا موجود تہا مگر لوگوں کی تحقیق و احتیاط کا یہہ حال تہا
کہ تمام قرآن مجید کو بیس بیس اور تیس تیس مرتبہ بلکہ اس
سے بھی زیادہ اُن لوگوں کے روبرو پڑھ پڑھ کر سناتے
تھے - جنہوں نے خود آں حضرت م سے یاد کیا تہا - اور
آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا - اور پھر حضرت عمرؓ
نے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے چوتھے
برس قرآن مجید کی حفاظت کی ایک عمدہ تدبیر یہہ نکالی -
کہ رمضان کے مہینے میں ابی بن کعب صحابی کو جو مشہور
حافظ قرآن تھے - اور اول سے آخر تک حضرت سرور عالم
کے روبرو اُنھوں نے قرآن مجید کو خوب زبانی یاد کر رکھا تہا
یہہ حکم دیا کہ مجمع عام میں نماز کے اندر تم امام بن کر
قرآن مجید سنایا کرو - اور دوسرے صحابی جنہوں نے
آں حضرت سے قرآن مجید یاد کیا ہے - یا وہ لوگ جنہوں نے
حضرت کے دیکھنے والوں سے یاد کیا ہے وہ سب سنا
کریں - تاکہ کسی کو قرآن مجید کے کسی لفظ بلکہ کسی حرف
میں شک نہ رہے - پھر یہہ نماز جس میں مجمع عام میں

قرآن مجید پڑھا جاتا تہا - ہر شہر اور دیہات میں پھیل گئی اور
اُن تمام ملکوں میں جہاں اہل اسلام تھے - یہہ طریقہ جاری
ہوگیا - چنانچہ آج تک یہہ دستور جاری ہے - کہ ہر شہر
و دیار کی مسجدوں میں جماعت عام کے روبرو ایک مہینہ
کامل قرآن مجید پڑھا جاتا ہے - اور بہت سے سننے والے
نہایت توجہ سے اس امر کا خیال رکھتے ہیں - کہ ایک حرف
کی بھی غلطی نہونے پاوے - ملت محمدیہ میں کتاب اللہ
کے حفظ اور یادگار کا اس قدر اہتمام کیا گیا جس کی کچھہ
انتہا نہیں - ہر زمانہ اور ہر وقت میں لاکھوں قرآن مجید
کے حافظ ہوتے چلے آئے اور چلے جاتے ہیں - بالفرض اگر
اس وقت تمام عالم سے قرآن شریف کے کل نسخے ناپید
کردیئے جائیں تو اُسی وقت حفاظ کے سینے سے وہی قرآن
شریف جس میں ایک حرف یا ایک لفظ کا فرق نہو موجود
ہوسکتا ہے -

اور صحابہ اور تابعین کے وقت میں بہی تہا - کہ بعض
حافظان قرآن نہایت مشہور و معروف ہوتے تھے اور
دور دور سے لوگ اُن کے پاس قرآن کی سند لینے اور

پڑھنے کو آیا کرتے تھے۔ اور اُن کے بعد بھی یہ طریقہ جاری رہا۔ یہ جو سات قاری مشہور ہیں یہ اسی وجہ سے مشہور ہوئے کہ یہ لوگ خاص اسی کام کے ہو گئے تھے۔ اور شب و روز قرآن مجید ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ اُن سے بہت خلقت نے قرآن مجید پڑھا۔ ان ساتوں میں بعض تو صحابہ کے دیکھنے والے ہیں اور بعض اُن کے شاگرد۔ غرضکہ اسی طرح ہر قرن میں دستور چلا آیا۔ دافع التلبیسات صفحہ ۶ و ۷ و ۲۸

اور اب تک قرآن شریف کے حفظ کرنے کا دستور برابر جاری ہے اور ہزاروں حافظ و قاری دنیا میں موجود ہیں۔ بخلاف اور مذاہب کے کہ اُن میں کوئی اپنی آسمانی کتاب کا حافظ نہیں۔ قرآن شریف میں پھر تحریف کا کیا خدشہ ہے۔ اگر تمام جہان میں ایک جلد بھی قرآن شریف کی نہ رہے تو تا ہم اندیشہ کا مقام نہیں۔ حافظوں کے لوح دل پر سے نقل اُتار سکتے ہیں۔ چونکہ اسکا خدا حافظ ہے اس واسطے ہزاروں حافظ دنیا میں موجود ہیں۔ اور لاکھوں قرآن خوان حاضر ہ

جان ڈیون پورٹ صاحب صفحہ ۷۲ میں لکھتے ہیں کہ ایسے بھی متقی مسلمان ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں ستر ہزار مرتبہ قرآن کو تمام و کمال پڑھا ہے۔

علم حدیث کے معتبر ہونیکا بیان

دفعہ ۱۳۔ قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت اور سلسلہ اسناد تو پچھلی دفعات میں بہ تفصیل بیان ہو چکا۔ اب احادیث کے معتبر ہونے اور سلسلہ اسناد کا کچھ حال

نوٹ علم حدیث کے معتبر ہونے کا بیان مفصل دیکھنے کے لئے کتاب دفع البلیات مصنفہ مولوی محمد علی صاحب بہکا پوری کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ جہاں سے یہہ مضامین مقتبس ہوئے۔ اور استادی مولوی غلام اللہ صاحب قصوری کی کتاب تائید الاسلام اور حیات الانسان حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری مرحوم میں بھی احادیث کا معتبر ہونا واضح طور سے ثابت کیا گیا ہے۔ محمد فیروز الدین +

سُنئیے

احادیث صحیحہ کی روایت زبانی کی کیفیت یہ ہے

کہ آں حضرت ص کے دیکھنے والوں نے آں حضرت سے سُنا
اور اُس کو یاد کرلیا - اور پھر جو حضرت ص کے بعد ہوئے اُنہوں
نے اُن کے دیکھنے والوں اور سننے والوں سے یاد کیا - غرضکہ
اسی طرح یاد کرتے ہوئے چلے آئے - چونکہ اُس وقت عرب
میں یاد کرنے کا دستور بہت زیادہ تھا - قصیدے کے قصیدے
اور خطبے کے خطبے زبانی یاد کرلیتے تھے - اس لئے اُنہوں نے
اپنے دستور کے موافق احادیث کو بھی یاد کیا - نہیں بلکہ اس
میں اور بھی زیادہ کوشش کی - چنانچہ اُنہیں اپنی یاد کی
تنقیح اور تحقیق کا یہہ شوق تھا کہ اگر کسی محقق اور محدث کو
سنتے تو منزلوں اُس کی تحقیق کے لئے جاتے - مگر جو محدث
یا جو شناشنی کسی سے حدیث روایت کرتا پہلے اُس کو چال
چلن اور صدق و دیانت کا حال بخوبی معلوم کرلیتا تھا -
اور اس کی صحبت میں رہ کر اس کی تصدیق کرتا تھا - اگر
ذرا بھی اُس میں کذب - یا دوسرے بُرے افعال کا شائبہ
پاتا تو فوراً اُس کی روایت کو ترک کرتا - اور سمجھہ دیتا کہ فلاں

شخص ایسا ہے اُس کی روایت قابل اعتبار نہیں ہے اسی
وجہ سے ہمارے یہاں علم رجال کا بڑا فن ہو گیا جس میں
بتفصیل روایت کرنے والوں کا حال مذکور ہے۔ یعنی محدثین
نے لکھ دیا ہے۔ کہ فلان راوی فلان کا بیٹا اور اُس کا پوتا
فلان شہر میں پیدا ہوا فلان مقام پر مر گیا۔ اس قدر اُس نے
سفر کئے فلان فلان اشخاص سے اُس نے علم حاصل کیا اور
صدق و دیانت فضل و کمال میں ایسا تھا۔ غرضکہ اُس
کی سوانح عمری خصوصاً وہ امور جو روایت کے وثوق اور
عدم وثوق پر مبنی ہیں سب لکھ دیئے ہیں۔ یہاں سے معلوم
ہو گیا۔ کہ ہمارے پاس سلسلہ سند کے لئے بھی سند موجود ہے
اور ہم ہر ایک راوی کا حال بخوبی بیان کر سکتے ہیں :۔

حدیث کی سند کتابی کا یہ حال ہے ۔ کہ اگرچہ حضرت
کے دیکھنے والوں کی کوئی تحریر ہم تک نہیں پہونچی۔ اُس وقت
صرف زبانی یاد پر مدار رہا جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا۔ مگر اُن کے
دیکھنے والوں نے جنہیں ہماری اصطلاح میں تابعین کہتے ہیں۔
علاوہ یاد کے قلمبند کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔ اور سلسلہ لکھنے کا
جاری ہو گیا تھا۔ یہہ لوگ ایسے ہوئے ہیں۔ جیسے عیسائیوں

متی مرقس اور لوقا - البتہ کل حدیثیں اُس وقت میں
جمع نہیں ہوئی تھیں - اور چونکہ یاد رکھنے کا بہت رواج
تھا - اس لئے پھر بھی زبانی روایت بڑی احتیاط کے ساتھ
رہی - دوسری صدی میں اکثر اور تیسری صدی میں سب
مجتمع ہوگئیں - اور اناجیل کا تحریری وجود بھی اخیر دوسری
صدی میں پایا جاتا ہے - غرضکہ صحابہ کا زمانہ ایسا گذرا
کہ صرف زبانی یاد پر مدار رہا اور پھر تو زبانی اور تحریری
دونوں سندیں ہوگئیں ؛

دفعہ ۱۳ - اب ہم کچھ اصول جامعین علم حدیث کے
بیان کرتے ہیں - واضح رہے کہ جو محدث جس شخص سے
روایت کرتا تھا - وہ اُس کے پہلے حالات دیکھتا تھا - کہ
یہہ راوی اپنے اقوال و افعال میں دیانت دار اور
سچا ہے یا نہیں - اگر اُس محدث نے اُس کی صحبت میں
رہ کر یا اُس کے صحبت یافتہ لوگوں سے معلوم کرلیا کہ یہ
راوی جو مجھسے حدیث بیان کرتا ہے - ہر ایک بات
میں سچا ہے کبھی لغو یا جھوٹی بات نہیں کہتا - اور
[illegible] جھوٹ کے دوسرے گناہوں سے بھی بچتا ہے -

اُس وقت وہ محدث اُس کی روایت کو لے گا اور اُس
حدیث کو بیان کرے گا - اگر اُس کے نزدیک ایک مرتبہ بھی
اُس کا جھوٹ ثابت ہو جائے گا - یا کسی دوسرے گناہ کا
مرتکب پائیگا - تو پھر محدث ہرگز اُس سے روایت نہ کریگا
اگر کرے گا تو کہہ دے گا کہ روایت ہرگز قابل اعتبار نہیں
اُس کا فلان راوی کذاب یا فاسق ہے - پس ایک مرتبہ
کے حیثیت با فسق سے اُس کی تمام روائیتیں غیر معتبر سمجھی
جاوینگی - اور پھر محدثین اتنی ہی تحقیق پر اکتفا نہیں
کرتے بلکہ بعد دیکھنے چال چلن کے قوت حافظہ پر بھی نظر
کرتے ہیں - اگر اُسے قوی الحفظ پاتے ہیں اور جان لیتے
ہیں کہ اُسے نسیان کا مرض نہیں ہے - اور اُسے یاد رکھنے
کا شوق ہے - لاپرواہی نہیں کرتا ہے - اُس وقت اُس
کی روایت کو صحیح کہتے ہیں - علٰے ھذا القیاس - وہ راوی
بھی اپنے اُستاد کو اسی طرح جانچے گا - اگر موافق شرایط
مذکورہ کے پائے گا - تو روایت کرے گا ورنہ نہیں - اسی
طرح جے واسطے درمیان میں حضرت تک ہوں گے اُن کی
تحقیق اسی طرح کیجائے گی - اُس وقت اُس حدیث کی صحت

اور عدم صحت پر حکم کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۴۴۔ مخفی نہ رہے کہ اہل اسلام پہلی ہی قرن میں درپئے اہتمام احادیث نبویہ ہو گئے تھے۔ اور یہہ اہتمام اُن کا بہ نسبت مسیحین کے کئی درجہ اچھا تھا۔ جیسا کہ قرآن کو حفظ کرنے میں اہتمام اُن کا آج تک بہ نسبت کتب مقدسہ کے بہ نظر انصاف کتنا بھاری ہے۔ مگر اصحاب نے بہ سبب احتیاط و اختلاط کلام الٰہی اور کلام رسول کے حدیثوں کو جمع نہیں کیا تھا۔ پھر تابعین نے امثل زہری وغیرہ جمع کرنا احادیث کا شروع کیا تھا۔ مگر اُن کو ابواب فقہ کی ترتیب کے مطابق لکھا نہیں تھا۔ جس صورت میں یہہ ترتیب احسن تھی۔ تبع تابعین نے ایسا ہی اُنکو ضبط کیا۔ چنانچہ امام مالک رضہ نے جو ۹۵ھ میں تولد ہوئے۔ کتاب موطا مدینہ میں لکھی۔ اور سفیان ثوری نے کوفہ میں وغیرہ ذلک۔ پھر بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین کو احادیث کے لانے اور ضعیفہ کے چھوڑنے کی شرط پر لکھا۔ اور محدثین نے حدیث کی بابت بہت ہی کوشش کی۔ چنانچہ اسماء الرجال ایک فن خاص حدیث کیواسطے

تصنیف ہوا کہ جس سے راویانِ احادیث کا حال کہ حفظ
اور دیانت میں وہ کیسے تھے معلوم ہوتا ہے۔ اور صحاح
ستہ کی حدیثوں کا اسناد آں حضرتؐ تک برابر پہونچتا ہے
اور بعض حدیثیں بخاری کی ثلاثی ہیں جو تین وسیلے سے
حضرت تک پہونچتی ہیں۔ اور صحیح حدیث تین قسم پر ہے
۱۹ متواتر اور مشہور اور خبر واحد۔
متواتر وہ ہے جس کو ہر زمانہ میں اتنا بہ کثرت لوگوں نے
روایت کیا ہو کہ عقل اُن کی جھوٹ بولنے کو محال جانے
جیسا کہ نماز کی رکعتوں کی تعداد اور زکوٰۃ کا مقدار اور
اکثر معجزات آں حضرت وغیرہ۔ اور **مشہور** وہ ہے جو
اصحاب کے زمانہ میں مثل تواتر کے مشہور نہ تھی۔ مگر
تابعین کے زمانہ یا تبع تابعین کے زمانہ میں اُس کا اشتہار
ہو گیا اور اخیر کے دو نوں زمانوں سے کسی نے اُمت میں قبول
کر لیا ہو پس یہ بھی متواتر ہی کی طرح ہوتی ہے۔ جیسا کہ
حکم رجم درباب زنا وغیرہ۔ اور **خبر واحد** وہ ہوتی ہے کہ
جس کو ایک نے ایک سے یا ایک نے جماعت سے یا جماعت
نے ایک سے نقل کیا ہو۔ متواتر میں علم قطعی واجب

اور انکار اُس کا کفر ہے - اور مشہور میں علم طمانیت واجب
اور انکار اُس کا بدعت اور فسق ہے اور خبر واحد میں
دونو علم مذکورہ سے کوئی بھی واجب نہیں - اثبات
عقاید اور اصول دین میں اُسکو کچھ دخل نہیں - مگر عملیات
میں اعتبار اُس کا باقی ہے -

دفعہ ۱۵ - فاضل اجل جناب سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب لایف آف محمدؐ کی پہلی جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

اس میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ محدثین اپنے کام
میں راستباز اور دیانت دار تھے - یہہ بھی اچھی طرح قبول
کیا چاہئے کہ جو روایتیں اُس وقت رایج تھیں - اُنہوں
نے نیک نیتی سے اُنہیں تلاش کیا - اور جن اسناد پر
وہ قایم تھیں اُن میں بڑی احتیاط سے تحقیق کی اور نہایت
احتیاط و صحت سے اُنہیں قلمبند کیا - اُن کے ... کرنے
والوں کے سبق ظن نے تو بیشک کسی روایت کے
اسناد کے قبول یا رد کرنے میں اثر کیا ہوگا - مگر ایسے گمان
کی کوئی وجہ نہیں - کہ اُنہوں نے خود روایتوں میں کسی

طرح دست اندازی کی ہو۔ مثلاً ایک شیعی المذہب محدث ایسی روایت کو جو بنی اُمیہ کے سلسلہ سے عائشہ سے مروی ہو ترک کر دیگا۔ اور اُنہوں کا ہوا خواہ ہر ایک سلسلہ روایت کو جس میں وہ خاندان علی کا کوئی خفیف دوست پائیگا ترک کر دیگا۔ لیکن بہ ظن غالب نہ یہ نہ وہ کسی روایت میں جس کے سلسلہ اسناد کو بلا تعرض تسلیم کریگا۔ الحاق یا اختلاق کسی مضمون یا محمول کا ہو نہ کرے گا۔ ان جامعین کی دیانت داری اُن کی کتابوں کے طرز تحریر اور مضمون سے ثابت ہوتی ہے۔ ایک کامل سلسلہ اسناد کا جس کے واسطے سے ہر ایک روایت کے ہر ایک طبقہ میں اصحاب رسول میں سے کسی شخص تک سیاقت ہوئی ہے ہمیشہ روایت کے قبل رہتا ہے اور جو نام اس سلسلہ کے لااقل آخری گواہ بھی بیان کرتے ہیں۔ اُن کی صحت تسلیم کرنی ضرور ہے۔ یہہ نام محض بناوٹ کے نہ تھے۔ بلکہ واقعی اشخاص کے نام تھے۔ اکثر اُن میں سے ارباب شہرت تھے۔ مجموعہ روایات عموماً مشتہر ہوتے تھے۔ اور ایسی اسناد میں اختلاف کرنے سے جامعین کے اعتبار میں نقصان آتا تھا۔ اور نہ

محدّث عموماً دارالعلم حدیث کا مرکز ہوتا تھا اور جا بہ اناس
اُس کی اسناد پر تنقید کرتے تھے۔ پس جہاں تک اس
قسم کی تنقید کو اعتبار ہو سکتا ہے۔ اُسی قدر اعتبار یہاں
بھی فوراً تسلیم ہو سکتا ہے۔ بھر جس سادگی سے نہایت
ہی متخالف روایتیں قبول کی گئیں اور برابر لگائی گئیں۔
یہہ باتیں اُن محدثوں کی راستبازی کی ضامن ہیں۔ جو کچھ
جمع ہو سکا وہ سب محتاط سادگی سے انبار کیا گیا۔ ہر ایک
روایت کو خواہ محض تکرار ہی ہو۔ یا وہ ایک وزن اگلی
روایتوں کے صریح خلاف ہو یعنی اسناد مخصوص بلا اعتراض
لکھا گیا اور ان شدید غیر متحمل الوقوع امر اور محض افسانہ
بلکہ صریحی اختلافات کا بھی کچھ اعتداد نہ کیا۔ پس اس سے
اور کچھ نہیں تو صدق نیت تو لامحالہ ظاہر ہے۔ ایسا نہ ہوتا
تو روایات مختلفہ کے رفع کرنے یا تطبیق دینے میں تکلیف
گوارا کرتے اور اس قدر روایتیں جن میں یا تو ادھر یا اُدھر
جمع کرنے والے کی رائے اور سبق ظن کو دخل ہوا تھا۔ ہم کو
معتبر نظر آتیں۔ اگر ہم اُن کی نیت تصور کریں تو ساتھ ہی یہ
بھی تصور کریں کہ مخالف روایتوں کو اُنہوں نے بلا تعصب

قبول کرلیا۔ انتہیٰ۔

مسلمانوں کے علم اسماء الرجال اور درایت میں جو کچھ خوبی اور حسن رکھا گیا ہے۔ اُس کے بارہ میں ایک محقق انگریز کی رائے پر اب ہم یہاں اکتفا کرتے ہیں ڈاکٹر اسپرنگر صاحب جن کی مہارت علوم عربیہ میں مشہور ہے۔ اور بڑے صاحب نظر تھے۔ اُنہوں نے کورٹ آف ڈائرکٹرز کی ہدایت اور کلکتہ ایشیاٹک کے زیر اہتمام کتاب الصحابہ فی تمیز الصحابہ تصنیف شیخ حجر بن عقلانی دباب (۸۰) چھاپنی شروع کی۔ تو اُس کے دیباچہ میں بزبان انگریزی یہ مضمون لکھا ہے کہ مسلمانوں کے علوم کی عزت علم اسماء الرجال ہے نہ تو کوئی قوم ایسی گذری اور نہ کوئی اب ہے۔ جس نے مسلمانوں کی مانند ۱۲ سو برس کے عرصہ میں ہر ایک اہل علم کے حالات زندگی قلمبند کئے ہوں۔ اگر مسلمانوں کی کتب رجال جمع کی جاویں۔ تو غالباً ہم کو پانچ لاکھ علمائے مشاہیر کا تذکرہ مل جاوے۔ اُن کی تاریخ میں کوئی قرن یا نامی جگہ ایسی نہیں ہے۔ جس کا کوئی آدمی اس تذکرہ میں نہو۔ انتہیٰ +

پادری عماد الدین صاحب کی تواریخ محمدی کے دیباچہ کا رد

پادری عماد الدین صاحب اپنی تواریخ محمدی کے شروع میں اس کتاب کا اسباب تالیف یوں بیان کرتے ہیں ؛

(۱) پہلا سبب اس کتاب کی تالیف کا یہہ ہے - کہ جب ہم نے استفسار اعجاز عیسوی - ازالۃ الاوہام کا رد بخوبی کر دیا - اور ظاہر کر دیا - کہ وہ کتابیں دین محمدی کو ہرگز ثابت نہیں کرتیں - بلکہ اُن کی تطبیق بھی غلط ہے - چنانچہ نیاز نامہ و قرآن الحق و تحقیق الایمان و ہدایت المسلمین وغیرہ پر غور کرنے سے یہہ بات بخوبی معلوم ہو سکتی ہے تو اب بعض مسلمانوں نے یہہ کہنا شروع کیا کہ خاص اُمور میں اگر مسلمان سکتا کھا گئے - تو کیا ہوا - ساری شریعت محمدی و فضایل احمدی جو کتب اہل اسلام

میں ہیں ہرگز رد نہیں ہو سکتے - اس لئے یہہ کتاب بنائی گئی - الخ -

الجواب ہم نہیں جانتے کہ وہ کون مسلمان تھا جس نے آپ سے کہنا شروع کیا کہ نیاز نامہ وغیرہ کتب سے مسلمان لوگ خاص امور میں سکت پا گئے - مسلمان لوگ تو اس نیاز نامہ - قرآن الحق - تحقیق الایمان وغیرہ کو بالکل نکارہ اور واہیات سمجھتے ہیں - اور وہ ایک آن میں اُنکا جواب دے سکتے ہیں - پھر وہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ ان کتابوں سے کسی قدر فضایل احمدی اور مسایل دین محمدی رد ہو گئے - اسلام ایک مضبوط چٹان ہے جس کو اللہ تعالی کے فضل سے جنبش ممکن ہی نہیں - پھر کون مسلمان ہے جو آپ کے روبرو اسلام کی شکست کھا جانے کا قایل ہو گیا - اسلام کا تو ایک مسئلہ بھی ساری دنیا سے رد نہیں ہو سکتا تو کوئی مسلمان اسلام کی شکست کو کیونکر مان سکتا ہے ؟ نیاز نامہ - قرآن الحق وغیرہ جن کا آپ ذکر کرتے ہیں اُنکا تو دنداں شکن جواب مسلمان عرصہ سے دے چکے ہیں - اور عیسائیوں کی نادانی اور غلط فہمیوں کو طشت ازبام

کر چکے ہیں۔ پھر ان کتابوں سے مسلمان لوگ ہار کیسے مان سکتے ہیں۔ کوئی کتاب عیسائی لوگ تیار نہیں کرتے۔ جس کے کئی کئی دنداں شکن جواب اہل اسلام کی طرف سے شایع نہ ہوتے ہوں (چنانچہ آپ کا دل اس امر کو بخوبی جانتا ہے) تو پھر مسلمان عیسائیوں سے کیسے دب سکتے ہیں۔ مباحثہ امرتسر میں حافظ ولی اللہ صاحب کی خود بدولت کا شکست پانا اور مباحثہ سے بھاگ جانا بھی حضور کو معلوم ہے۔ تو پھر ایسا لکھتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی۔ حضرات اہل اسلام نے تو باوجود تنگ دستی اور کم مائیگی کے عیسائیوں کا ناطقہ وہ بند کیا ہے کہ عیسائیوں کو مجبور ہو کر اپنے اخباروں میں چھپوانا پڑا کہ مسلمان لوگ ہمارا خوب مقابلہ کرتے ہیں۔ اور اُن کے سامنے ہماری کچھ پیش نہیں جاتی جب حال یہ ہے تو مسلمان لوگ اسلام پر شکست کا دھبہ کس طرح لے سکتے ہیں۔ اور شکست پانے کا کیسے اعتراف کر سکتے ہیں؟

آپ کی کتاب تحقیق الایمان کے تین جواب تو اہل اسلام کی طرف سے چھپ چکے ہیں۔ یعنی تریاق مسموم

تزھیق البطلان - ھدایت الانسان جن کے جواب الجواب میں آپ لب تک نہیں ہلا سکے - اور ایسا کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھ گئے کہ گویا دنیا ہی میں نہیں - تو پھر آپ کس زبان سے کہہ رہے ہیں کہ مسلمان بعض مسایل میں شکست کھا گئے -

آپ کی ہدایت المسلمین یا اقبال المسلمین کے جواب میں آة الیقین - عقوبت الضالین - تنزیہ القرآن وغیرہ شایع ہو چکے - جن سے آپ نے اپنی بے انتہا غلطیوں کا اقرار و اصلاح ہدایت المسلمین مرمت شدہ میں کی ہے اور سوائے آئیں بائیں شائیں ہتکنے کے زبان نہیں ہلا سکے -

میزان الحق جس کو ساری عمر خاک چھان کر پادری فانڈر صاحب نے تیار کیا - اُس کا جواب چند سطروں میں میزان المیزان نام مولوی ابوالمنصور صاحب نے دیدیا ہے - جس کے دیکھنے سے عیسائیوں کے اوسان خطا ہوتے ہیں -

نیاز نامہ کا جواب دقیقۃ الوداد ۲۰ دن میں انجام مرزا غلام

نے تیار کر کے شایع کر دیا ہے۔ جس کے جواب کے لیے ۲۰۰ روپیہ کا انعام بھی مشتہر ہوا۔ مگر پھر پادری صفدر علی ایسے چپ ہوئے کہ گویا جیتے جی مر گئے۔

آپ کی تعلیقات کا جواب دفع تلبیسات۔ اور نغمہ طنبوری بجواب لحن داؤدی مع ترجیع عقاید پوری ترانہ حجازی چھپ چکے ہیں۔ جس کا جواب آپ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ تو پھر آپ کس زبان سے ایسا بڑا بول بول رہے ہیں۔ خداوند سب چاپلوسی کے لب اور وہ زبان جس سے بڑا بول نکلتا ہے۔ کاٹ ڈالے گا۔ (۱۲ زبور ۳)۔

آپ کی مرتبہ کتابوں کو تو خود علماء عیسائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تو مسلمان لوگ ان سے اپنے مذہب کی شکست کیسے مان سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بھائی پادری رجب علی صاحب آپ کی کتاب ہدایت المسلمین پر مفصلہ رائے دیتے ہیں۔

سنہ ۱۸۹۰ء کے درمیان ہمارے معزز اور بزرگ برادر مولوی پادری عماد الدین نے اعجاز عیسوی کا جواب لکھا جس کا نام مولوی صاحب نے ہدایت المسلمین رکھا ہے

اپنے بزرگ بھائی کا شکریہ ادا کیا تھا کہ جنہوں نے کسی
نہ کسی سبب سے جس کا تذکرہ ہم یہاں مناسب نہیں سمجھتے
(اس جھل جملے کو ناظرین ملاحظہ کریں کہ پادری صاحب کی
کس حالت پر شہادت دیتا ہے) اپنا ولولہ تو دکھایا اگرچہ
ہمارے مولوی صاحب نے انگریزی زبان سے نابلد محض
ہونے کی وجہ سے بعض انگریزی دان کمینوں سے بھی
اس میں مدد لی۔ تس پر بھی قطع نظر اہل انصاف اور صاحب
نظر اہل اسلام کے خود مسیحی محققوں کے نزدیک الزامی
جوابوں کے سوائے تحقیقی جوابوں کا اُس میں پتہ تک نہیں
ہے۔ علاوہ اس کے ہمارے لاہوری برادر نے جہاں کہیں
تحقیقی جواب کے لئے قلم اُٹھایا ہے۔ وہاں بجائے تحقیقی
جواب کے جس کو بے سروپا کہتے ہیں ذرا بھی تامل نہیں
ہوسکتا) غلط جواب دئیے ہیں۔ جو لوگ حکیمانہ مزاج رکھتے ہیں وہ
ہدایت المسلمین کے شان دار نام کو ایشیائی گپ سے
زیادہ نہیں سمجھتے (دیکھو مقدمہ اظہار عیسوی میں پادری
حب علی صاحب کا ریمارک)۔

پادری صاحبوں کے شمس الاخبار مطبوعہ امریکن مشن پریس

۱۵ - اکتوبر ۱۸۸۵ء نمبر ۱۵ جلد ۲ سے جو اہتمام پادری گریون
صاحب صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے - کہ نیا نہ نامہ جس کے مصنف
صفدر علی صاحب بہادر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر
ضلع ساگر ممالک متوسط ہیں - عماد الدین کی تصنیفات کی
مانند نفرتی نہیں - کہ جس میں گالیاں لکھی ہوتی ہوں اور
اگر ۱۸۵۷ء کی مانند پھر غدر ہوا تو اسی شخص کی بدزبانیوں
اور بیہودگیوں سے ہوگا - جب اُن کو پہلے پندرہ روپیہ کو
بھی کوئی نہ پوچھے - اور مشن میں ستر روپیہ ماہواری اور
کوٹھی ملے - جس کے احاطہ کے اندر چاہیں تو تیل نکالنے
کا کولہو بھی بنا لیں - ایسے لالچیوں کو کیا کہنا چاہئے انتہی
بعینہ نقل کالاصل -

چونکہ پادری عماد الدین امرتسر میں پادری کا کام کرتے
ہیں - اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ وہاں کے اخبار
ہندو پرکاش (جلد ۲ نمبر ۴ - مطبوعہ ۱۲ - اکتوبر ۱۸۸۴ء
صفحہ ۱۰ - ۱۱) سے بھی جو اہل ہنود کی طرف سے جاری ہے
پادری عماد الدین کی تصنیفات کی نسبت رائے لکھی جائے
سوائے ہندو پرکاش امرتسر و آفتاب پنجاب لاہور

کہ ان دونوں کے مالک ہندو صاحبان ہیں۔

وھوھذا

کیا پادری عماد الدین امرتسری کی تصنیفات تاریخ محمدی وغیرہ کچھ اُس کتاب سے شورش انگیزی میں کم تر ہیں کہ جس نے بمبئی کے مسلمانوں اور پارسیوں کے صد ہا سالہ اتفاق اور محبت کو نفاق اور عداوت سے بدل کر دیا اور دونوں کو یک لخت ہلاکت کا منہ دکھایا۔ یہاں ان پادری صاحب کی تصانیف یعنے تاریخ محمدی اور ہدایت المسلمین اور تفسیر کا شفاشت امن عامہ کی خلل اندازی میں کس لئے ناکام رہیں۔ پنجابی مسلمان مفلس۔ کم ہمت اور اکثر جاہل ہیں۔ یا وہ اُن کو سمجھتے ہیں۔ اور صرف مسلمانوں کا انگریزی گورنمنٹ سے دل پھاڑنے کی علت غائی پر تصنیف کی گئی ہیں۔ اگر بفرض محال وہ ساری الزامات سچے بھی سمجھے جاویں۔ تاہم ہمارے پادری صاحب کے کام تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۴ء کے اعتراض سے محفوظ نہیں۔ کیونکہ اُس میں ہر ایسے فعل کا رفاہ عام کی نیت سے ہونا مستثنیٰ کے لئے مشروط ہے۔ مورخہ بالا

فقرے ہم نے اخبار آفتاب پنجاب جلد ۴ نمبر ۵۴ سے
انتخاب کئے ہیں جس بنا پر اخبار مذکور کے اڈیٹر صاحب
نے وہ تمام مضمون لکھا ہے۔ ہم اُس سے صرف اقتباس
فقروں کی نسبت اپنا اتفاق ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو
شکایت صاحب موصوف پادری عماد الدین کی تصنیفات
کے بارہ میں کرتے ہیں۔ بلحاظ ملکی مصلحتوں کے ہم اتنا زیادہ
کہتے ہیں کہ اُس کی تصنیفات سے جن کا حوالہ اوپر درج
ہے۔ بلا شبہ ملکی امن میں خلل پڑ سکتا ہے۔ اور وہ کچھ
عجیب ڈھنگ سے مرتب ہوئی ہیں۔ کہ جن کو انتہا
شرارت انگیز بلکہ شر خیز کہنا ذرا بھی غیر حق بات
نہیں ایسے ایسے ملکی شور و شر کے حق لئے جو اس قسم
کی کتابوں سے پیدا ہوتا ہے۔ بقول تاریخ نگار موصوف
کے سرکار کی طرف سے مناسب انتظام لابد ہے۔
ہم بتلا سکتے ہیں کہ دانشمند گورنمنٹ نے اس طرح کے
معاملات میں دخل دیا ہے چنانچہ اس ہندوستان کے
اندر لارڈ ولزلی صاحب سابق گورنر جنرل نے ۱۷۹۹ء

میں ہندوؤں کی رسم جل پروا کو بالکل بند کر دیا اور سنہ ۱۸۳۵ء
کے اندر لارڈ ولیم بینٹنگ صاحب گورنر جنرل نے ستی
کی قدیم رسم کو قانون مرتب کر کے موقوف کر دیا۔ گورنمنٹ
اسباب کو معلوم کرے کہ کیوں ہندوستان کے مسیحی
مصنفوں میں سے تمام لوگ پادری عماد الدین ہی کو
انگشت نما کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی بڑا
چاہتا ہے کہ میری تالیفات سے عام لوگ مذہبی ولولہ
میں آکر اور حرارت سے مغلوب ہو کر بے ادبیاں کریں
اور سرکار میں مفسد شمار ہو جاویں۔ ہم نے سنا
ہے کہ پنجاب ٹریکٹ سوسائٹی کی پبلیکیشن کمیٹی نے شورش
انگیز کتاب مذکور کے دوسرے حصہ کو اس وجہ سے چھاپنا
نامنظور کیا ہے کہ اس میں پہلے حصہ سے زیادہ دل شکن
باتیں درج ہیں۔ اگر یہ بات سچ ہے تو بہت خوب کیا۔
انتہی۔ بعینہ نقل کا الاصل۔

دوسرا سبب تالیف پادری صاحب یہ لکھتے
ہیں کہ اکثر محمدی ہم پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اپنے
گھر سے واقف نہیں۔ اس لئے میں نے تاریخ محمدی لکھی۔

تاکہ لوگ محمد صاحب کے احوال سے واقف ہوں - اور معلوم کرلیں - کہ ہم کس شخص کے پیچھے چلے جاتے ہیں اور ہمارا جانا درست ہے یا نہیں - انتہے ملخصاً -

فاقول الجواب - پادری عماد الدین صاحب کا یہ کہنا کسی قدر ٹھیک ہے - بلاشبہ اکثر مسلمان آنحضرت صلعم کی سوانح عمری سے واقف نہیں - جس سے واقفیت پیدا کرنا انپر فرض تھا - اگر وہ آنحضرت صلعم کے حالات زندگی سے واقف ہوتے تو کبھی اسلام میں ضعف نہ آتا لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ - یقیناً اہل اسلام کے لئے آنحضرت صلعم کی زندگی ایک اعلےٰ نمونہ تھی - لیکن افسوس کہ ہم میں سے اکثر آنحضرت صلعم کی لایف سے کم واقف ہیں - اگر رسول خدا صلعم کے استقلال - جانفشانی - محنت اور ہمت کی ہم لوگ پیروی کرتے - تو دنیا میں ایک بھی عیسائی نظر نہ آتا - ساری دنیا کو مسلمان کر لیتے - وعظ اور منادی کرنا جو رسول کریم صلعم کا اسوۂ حسنہ تھا - اور عیسائیوں نے اختیار کر لیا - اور دنیا کو راہ حق سے بہکانا

سلہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر

شروع کر دیا۔ اگر مسلمان آنحضرت صلعم کی اس سنت کو مضبوط پکڑتے۔ تو کسی مسلمان کا عیسائی ہو جانا تو ایک طرف رہ گیا۔ دنیا میں چراغ لیکے ڈھونڈنے سے ایک عیسائی باقی نظر نہ آتا۔ باوجود اس قدر خستہ حالی اور کم مائیگی اہل اسلام کے آئے دن جوق جوق لوگ مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ تو اگر اہل اسلام عیسائیوں کی طرح اپنے واعظ کھڑے کرتے اور استقلال کے ساتھ اپنے رسول کریم صلعم کی اقتداء کرتے تو ساری دنیا میں اسلام ہی اسلام نظر آتا۔ افسوس کہ ہماری سستی اور کاہلی کی وجہ سے غیر قوموں کو ہم پر اعتراض کرنے کا موقعہ ملا۔

اللہ کا شکر ہے کہ باوجود ہماری سستی اور کاہلی کے اسلام ساری دنیا پر چھاتا چلا جاتا ہے۔ انگلستان میں اسلام کا جھنڈا جا گڑا۔ امریکہ میں آئے دن اسلام پھیلتا جاتا ہے

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۲۰۹۔ یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہو۔ جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائیں۔ اچھے کام بتائیں۔ اور برے کاموں سے منع کریں۔ انتہے

افریقہ قریب ہے کہ سارا مسلمان ہو جائے - جاپان کا بادشاہ ملکی مذہب اسلام کو قرار دینے والا ہے - اور قریب ہے کہ پادری عماد الدین صاحب کی آنکھیں کھل جائیں گی - کہ ہمارا کیا خیال تھا اور کیا ہوگیا -

تیسرا سبب یہہ ہے - کہ بعض مسلمان لوگ جو دین عیسائی قبول کرکے ہمارے پاس آئے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ انکو بلا تحقیق و بلا مقابلہ کئے اُن کا مذہب چھوڑا دیں - اسلئے یہہ کتاب لکھی گئی تاکہ لوگ مقابلہ کر سکیں - الخ ملخصاً -

الجواب - کسی ایک آدھ مسلمان کے عیسائی ہو جانے کی یہی تو وجہ ہے - کہ وہ آنحضرت صلعم کے اصلی حالات اور قرآن شریف کی سچی ہدایات سے واقف نہیں ہوتا - اس لئے وہ عیسایوں کی ابلہ فریبی میں آکر اور مبلغات علیہ السلام کی جھنکار پاکر عیسائی دین میں چلا جاتا ہے - اگر اس شخص کو رسول خدا صلعم کے حالات معلوم ہوتے اور قرآن شریف

سکا نور اُس کے دل پر اثر کرتا تو بھو کا مرجاتا - لیکن ظلمت کدۂ عیسائیت میں نہ جاتا - اور ابدی موت اختیار نہ کرتا - اگر عیسائیوں کے جعلی دین کے ساتھ اپنے سچے دین کا مقابلہ کرتا - تو جیتے جی دین عیسائی کی طرف مُنہ نہ کرتا - اگر وہ اسبابات پر غور کرتا - کہ ؎

ایک اُمّی یتیم اور بے کس
بے زر و زور اور ہو بے بس
مال دنیا کی بھی نہ رکھے ہوس + نہیں حق کی طرف گئے گروہ تو پس
چڑھ گیا کیسے چرخ عظمت پر
قوت حق نہ تھی اگر یاور

تو ہرگز ہرگز اپنے دین مبین کے عروہ وثقے اور حبل متین کو ہاتھ سے چھوڑنے نہ پاتا -

اور یہہ جو پادری عماد الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ہم عیسائی لوگ ایسے شخص کو جو بدون سمجھے اور سوچے کسی بات کو قبول کرے یا چھوڑ دے پسند نہیں کرتے ہیں - الخ

یہہ بیسیوں نیلی تنبولی اور چوہڑے چمار جو لالچ پر عیسائی

کئے جاتے ہیں۔ ضرور تثلیث اور کفارہ کو سمجھ ہی لیتے ہونگے
جب کہ تمام بڑے بڑے فضلائے نصارا ان عقائد کی
تشریح وتفصیل میں حیران وسرگردان ہیں۔ جس کا ذکر
ہم الوہیت مسیح اور تثلیث کے رد میں مفصل بیان کر
چکے ہیں۔

اس کے بعد پانی پتی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے اس
عرصہ مین یہ بات معلوم کی ہے کہ بعض مسلمان
گرجا میں آکر عیسائی تو ہوئے مگر تاریکی کی
خاصیت سے ناواقف ہونے کے سبب روشنی کی
قدر نہ جانی الخ۔

ان بعض مسلمانوں میں پادری عماد الدین صاحب کے والد
ماجد مولوی سراج الدین صاحب اور اُن کے برادر
بزرگ مولوی خیر الدین صاحب بھی ہیں۔ جو کچھ عرصہ
عیسائی رہ کر تاریکی کی قباحت سے واقف ہوکر مذہب
عیسائی کو خیرباد کہہ بیٹھے۔ اور پھر اسلام کے سراج منیر
سے مستفیض ہوئے۔ چنانچہ اُن کے اسلام کا ذکر کوہ نور
لاہور مطبوعہ ۱۸ ستمبر ۱۸۶۹ء صفحہ ۶۰۸ میں اس طرح لکھا ہے

قولہ

صبح کا بھولا شام کو گھر آگیا۔ تو بھولا نہیں

مولوی سراج الدین صاحب جو ایک عرصہ ہوا۔ امرتسر میں آن کر عیسائی ہوئے تھے اور جن کا ذکر اسی وقت کہ ہ نور میں بھی درج کیا گیا تھا۔ اب ایک دوست کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ۶۔ اگست ۱۸۶۶ء کو وہ پھر دولت اسلام سے از سر نو بہرہ یاب ہوئے۔ اس موقعہ پر سب علماء لاہور کی دعوت جن میں سے بعض کے نام نامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ مولوی کریم الدین صاحب کی طرف سے ہوئی۔ خلیفہ حمید الدین صاحب۔ مولوی سعید الدین صاحب۔ خلیفہ احمد بخش صاحب۔ مولوی صاحب بگے والے وغیرہ۔ انتہی۔

اور نہ فقط مولوی سراج الدین صاحب بلکہ مولوی عماد الدین صاحب کے حقیقی برادر بزرگ مولوی خیر الدین صاحب بھی جو ایک مدت سے عیسائی تھے۔ لاحول پڑھ کر کلیسا سے نکل آئے۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور پائی پیٹ

ہیں اب تک موجود ہیں - اور مضامین رد نصارا تصنیف کرکے کئی اخباروں میں چھپوا چکے ہیں (عقوبت صفحہ ۲۷۱) پس اگر یہہ بات سچ ہے - کہ مولوی سراج الدین صاحب پادری عماد الدین کے باپ اور مولوی خیر الدین صاحب اُن کے برادر بزرگ تھے - تو یہہ صریح جھوٹ ہے کہ بعض مسلمان گرجا میں آکر عیسائی تو ہوئے مگر تاریکی کی قباحت سے ناواقف ہونے کے سبب راستی کی قدر نہ جانی - ہاں یہہ بات سچ ہے کہ بعض مسلمان بہ طمع زر عیسائیوں کے بہکانے اور ورغلانے کے سبب عیسائی تو ہو گئے - لیکن تاریکی کی قباحت سے واقف ہونے کے بعد پھر راستی کی قدر جاننے لگے اور فوراً ظلمت کدہ عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کے شمس منیر کی روشنی کے نیچے جگہ لی - فاعتبروا یا اولی الالباب -

احادیث نبویہ پر اعتراضات کے جواب

پادری عماد الدین اپنی تواریخ محمدی کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں۔

واضح ہو کہ یسوع مسیح کی تواریخ کلام الہی اور رسولوں کی تحریر سے لکھی گئی۔ محمد صاحب کی تواریخ صرف قرآن سے مسلمان لوگ نہیں لکھ سکتے کیونکہ قرآن مین انکی تواریخ موجود نہیں ہے۔ بلکہ حدیثون سے لکھتے ہین۔ اس لئے پہلے حدیثون پر نظر ڈالنا مناسب ہوا الخ۔

قولہ یسوع مسیح ؑ کی تواریخ کلام الہی اور رسولوں کی تحریر سے لکھی گئی ہے۔ الخ۔

اقول یسوع مسیح ؑ کی تواریخ ہرگز کلام الہی اور رسولوں کی تحریر سے نہیں لکھی گئی۔ متی و مرقس و لوقا وغیرہ ہرگز خدا کے رسول نہ تھے۔ یہہ صرف آپ کا اعتقادی امر ہے

لوقا اور مرقس کے رسول نہ ہو سکے تو آپ بڑی قابل ہیں سے متی دیوحنا جو انجیلیں اُن کی طرف منسوب کردی گئی ہیں وہ بھی ہرگز اُن کی تصنیف نہیں ہیں - چنانچہ اُن کا طرز بیان اسبات کی شہادت دیتا ہے -

دیکھو انجیل متی ۹ باب ۹ - پھر یسوع وہاں سے آگے بڑھا تو متی نامی ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا - اور اُسے کہا میرے پیچھے آ - وہ اُٹھ کے اُس کے پیچھے چلا - انتہے -

ظاہر ہے کہ یہہ وہی متی حواری ہے - جس کے نام سے یہہ انجیل مشہور ہے - اگر اسکی تصنیف یا تالیف ہوتی تو اپنے آپ کو ضرور ایسے طور پر لکھتا - جیسا کہ محاورہ ہے - مثلاً مجھ کو - یا مجھ متی کو - یا کم از کم متی کو دیکھا - نہ یہہ کہ ایک شخص کو دیکھا جس کا نام متی تھا - ایسا لکھنا - تو بالکل ایک اجنبی آدمی کے لئے طرز بیان ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہہ متی کوئی اور ہے اور انجیل متی کا مصنف کوئی اور -

عیسائیوں کا یہہ مقولہ ہے - کہ یہہ کتابیں اللہ کی طرف سے

الہام ہیں لیکن عبارت و الفاظ رسولوں کے ہیں۔ پس جبکہ عبارت و الفاظ رسولوں کے ہیں تو کیا وہ اس کلام کو محاورہ عام کے موافق نہیں کر سکتے تھے۔

یہہ بات بھی غلط معلوم ہوتی ہے۔ کہ متی نامی محصول لینے والا مسیح ؑ کے کہتے ہی پیچھے ہو چلا۔ نہ اُس نے استعفا لیا نہ اپنے افسر کو خبر کی بے پوچھے۔ بے کہے۔ بے مسیح ؑ کا حال دریافت کئے اُس کے پیچھے ہو چلا۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ سرکاری ڈیوٹی کو بے اطلاع چھوڑ کر پیچھے ہولیا۔ حضرت مسیح ؑ جیسا محتاط نبی۔ بلکہ خدا کا بیٹا ہرگز اس امر کو روا نہیں رکھ سکتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ متی پہلے سے یسوع کا ضرور لنگوٹیا یار ہوگا۔ ورنہ بمجرد کہنے کے پیچھے نہ ہولیتا۔ پس جب کہ مسیح ؑ متی کو پہلے سے جانتا تھا۔ تو مسیح ؑ کی واقفیت کے رو سے بھی متی کو متی نامی ایک شخص کہنا غلط ہوگیا۔

اگر ان الفاظ کو الہی الہام سمجھا جائے تو وہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ خداوند تعالے متی سے ناواقف نہ تھا۔ جو متی کو ایک اجنبی آدمی کے پیرایہ میں بیان کرتا۔ اللہ تعالے تو

علیم و خبیر ہے - پس اسی قدر اللہ تعالیٰ کو فرمانا کافی تھا -
کہ متی کو ملا - نہ کہ متی نامی ایک شخص کو ملا - جس سے معلوم
ہوتا ہے - کہ اللہ تعالیٰ بھی متی سے آگاہ نہ تھا - اگر انشاء تعم
نے مسیح ع کی ناواقفیت کے لحاظ سے ایسے پیرایہ میں ادا
کیا - تو یہہ بھی غلط - کیونکہ مسیح ع خدا اور خدا اکا بیٹا ہو کر
متی سے ناواقف نہیں ہو سکتا -

اب لیجئے دوسرے حواری یعنے یوحنا کی انجیل جس کو
سب انجیلوں سے زیادہ معتبر خیال کیا جاتا ہے - اور مصلح
مذہب عیسوی لوتھر صاحب اسکو سب سے معتبر اور اصلی
انجیل قرار دیتے ہیں -

اس انجیل کے ۲۱ باب ۲۴ میں لکھا ہے - یہہ وہ شاگرد ہے
کہ جس نے اُن کاموں کی گواہی دی - اور ان باتوں کو
لکھا - اور ہم کو یقین ہے - کہ گواہی اُسکی سچی ہے -
پس یہہ الفاظ (وہ شاگرد اور اُسکی گواہی) یوحنا کے
حق میں بہ صیغہ غایب اور یہہ الفاظ (ہم کو یقین ہے -)
بہ صیغہ متکلم جو اس انجیل میں واقع ہوئے ہیں - اسبات پر
صاف دلالت کرتے ہیں - کہ مصنف اس کتاب کا کوئی

اور شخص یا سوائے یوحنا حواری کے ہے۔ جو گواہی کی تصدیق
کرتا ہے۔ ورنہ اس عبارت کو اپنے حق میں ہرگز نہ لکھتا
ایسا ہی ۱۹ باب ۳۵ میں ہے۔ حالانکہ یہی یوحنا مکاشفات
اور مناجات میں اپنی نسبت بجز یوحنا کا لفظ لکھتا ہے
جیسا کہ متبادر ہے۔ یہی باعث ہے کہ استاڈلن اپنی
کتاب میں لکھتا ہے۔ کہ انجیل یوحنا بلاریب اور یقیناً کسی
طالب علم مدرسہ اسکندریہ کی تصنیف ہے دھرلڈ کی
کتاب جلد ۶ مطبوعہ ۱۸۴۴ء صفحہ ۲۰۵)۔
پھر یہی یوحنا ۲۰ باب ۳۰ میں لکھا ہے۔ کہ اور بہت سے
معجزات جو اس کتاب میں لکھے نہیں گئے۔ یسوعؑ نے
اپنے شاگردوں کے سامنے دکھائے۔ لیکن یہ لکھے گئے
تاکہ تم ایمان لاؤ۔ اگر اس انجیل کا مصنف وہی یوحنا
حواری ہوتا۔ تو کبھی نہ لکھتا۔ کہ شاگردوں کو دکھائے۔ بلکہ
یوں لکھتا۔ کہ ہم کو دکھائے یا ہم شاگردوں کو دکھائے
کیونکہ خود بھی تو وہ شاگردوں میں داخل تھا۔
اب آگے چلئے ان معجزات کی نسبت جو انجیل میں
اس نے لکھے ہیں۔ یوں مبالغہ کرتا ہے (پر اور بھی بہت سی

کام ہیں جو یسوع نے کئے۔ اور اگر وے جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں۔ کہ کتابیں جو لکھی جاتیں۔ تو دنیا میں سما نہ سکتیں) یہہ صریح شاعرانہ مبالغہ ہے۔ نہ الہامی کتاب کا طرز بیان۔ مسیح نے صرف تین سال نبوت کی۔ اور تین سال کے کام گو لاکھ کروڑ ہوں۔ تاہم اتنے نہیں ہو سکتے۔ کہ کتابیں جو لکھی جاتیں۔ دنیا میں نہ سما سکتیں۔ کیونکہ دنیا بہت بڑی ہے۔

ان آخری آیات میں یوحنا نے محاورہ کے موافق (میں گمان کرتا ہوں) لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اُس زمانہ میں بھی مصنف اپنی نسبت متکلم کا صیغہ استعمال کرتا تھا۔ پس باقی انجیل یوحنا ضرور کسی اور شخص کی تصنیف ہے اور آخری دو آیتیں کسی اور شخص نے مصنف کی طرز تحریر ثابت کرنے کے لئے الحاق کر دی ہیں۔

خیر اگر ہم سب باتیں جانے دیں اور بفرض محال مان بھی لیں۔ کہ یہہ دونوں انجیلیں متی و یوحنا کی ہیں۔ تاہم اُن کا الہامی ہونا محض وہم و خیال اور بالکل محال ہے۔ کیونکہ رسالت کے لئے معجزات اور پیشین گوئیوں وغیرہ

کا ہونا ضروری ہے - اور متی اور یوحنا کا کوئی معجزہ یا پیشین
گوئی روایات متواترہ سے ثابت نہیں - بلکہ انجیل سے انکا
ایمان تک ثابت نہیں - دیکھو متی ۱۷ باب ۱۹ سے ۲۱ - تب
شاگردوں نے الگ یسوع پاس آکے کہا ہم کیوں نہ دیو
نکال سکے - یسوع نے اُنہیں کہا اپنی بے ایمانی کے
سبب کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں - کہ اگر تمہیں رائی کے
دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں
سے وہاں چلا جا - تو وہ چلا جاتا - اور کوئی بات تمہارے ہی
ناممکن نہ ہوتی - مگر اس طرح کے دیو بغیر نماز و روزہ کے نہیں
نکالے جاتے -

اور اُن لوگوں کا ذہن ایسا کند تھا کہ مسیح تمثیلیں
دے دے کر مضمون سمجھایا کرتے تاہم اُن کے فہم شریف
میں ذرا نہ آیا کرتا - پس جب اُن لوگوں کا ایمان اور فہم
اور حقایق شناسی کا یہہ حال ہے تو اُن لوگوں کے کلام
کو الہام الہی وہی سمجھ سکتا ہے - جس نے خدا کو جان
نہ دیئی ہو -

لوقا اور مرقس کا حواری اور رسول نہ ہونا ہم

پیشتر بیان کر چکے - ان لوگوں کا نام بارہ حواریوں میں شہیر
ہے - نہ انہوں نے حضرت مسیح ؑ کو کبھی دیکھا - چنانچہ لوقا
اپنی انجیل کے شروع میں خود لکھتا ہے - چونکہ بہتوں نے
کمر باندھی - کہ اُن کاموں کا جو فی الواقع ہمارے درمیان
انجام ہوئے بیان کریں - جس طرح سے اُنہوں نے جو شروع
سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے
ہم سے روایت کی - میں نے بھی مناسب سمجھا کہ سب کو
سرے سے صحیح طور پر دریافت کر کے تیرے لئے اے
بزرگ تھیوفلس لکھوں - تاکہ اُن باتوں کی حقیقت کو
جن کی تو نے تعلیم پائی ہے جانے (لوقا باب ۱-۴)

یہاں سے کئی باتیں معلوم ہوئیں -

اول یہہ کہ مسیح ؑ کے حالات کو لکھنے کے لئے بہت سے
اشخاص نے کمر باندھی تھی - لیکن جب کہ پہلی انجیل سنہ ۳۸ء
میں دوسری سنہ ۶۱ء میں تیسری سنہ ۶۳ء میں چوتھی سنہ ۹۸ء
میں تالیف ہوئی ہے - جیسا کہ ھارن صاحب مفسر نے
اپنی تفسیر انجیل میں بیان کیا ہے - تو ہم پوچھتے ہیں - کہ
لوقا کی انجیل کی تالیف کے وقت جب زیادہ سے زیادہ

صرف دو انجیلیں متی و مرقس ہی موجود تھیں۔ تو وہ بہتوں کی انجیلیں کونسی ہیں اور کہاں ہیں۔ اور اگر بہتوں کی انجیلوں سے صرف مرقس و متی کی اناجیل مراد ہیں۔ تو مرقس و متی کی الہامی انجیلوں کے ہوتے لوقا ایک غیر الہامی شخص کو تحقیقات کر کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سے تو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ متی و مرقس کی انجیلوں کو صحیح نہیں سمجھتا تھا۔ نہ اُس کا ان پر ایمان تھا۔ اگر ان اناجیل کو صحیح اور تحقیقات شدہ سمجھتا تو اُسے نئے سر سے تحقیقات کرنے اور تکلیفات اُٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سے متی و مرقس کی انجیلوں کا غیر معتبر اور الہامی نہ ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔ بلکہ لوقا کے اس بیان سے متی و مرقس کا وجود بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

دوسرے یہہ کہ اگر یہہ انجیل الہامی ہوتی۔ یعنی خدا لوقا کے دل میں اس کا مضمون ڈالتا۔ تو لوقا کو اس بات کے کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ کہ میں نے خود دیکھنے والوں اور کلام کی خدمت کرنے والوں سے سُنکر اُسے لکھا اور نئے سرے سے صحیح طور پر تحقیقات کی۔ کیونکہ جس شخص کو

الہام ہو رہا ہے - اب الہام کے بعد اُسے تحقیقات کرنے
اور صحیح طور پر دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے - کیا الہام
پر اُسے اعتبار نہیں تھا - کہ باوجود ملہم ہونے کے پھر اُن
مضامین کو نئے سرے سے تحقیقات اور صحیح کرتا پھرتا تھا
پھر اگر باوجود الہام ہونے کے پھر تحقیقات کرنا ضروری
ہے - تو متی و مرقس و یوحنا وغیرہ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟
اور میں پوچھتا ہوں - کہ جب باوجود الہام ہونے کے پھر
تحقیقات و تصحیح کے تکلیف اُٹھانے کی ضرورت ہے - تو
الہام کا کیا فایدہ؟
تیسرے یہہ کہ لوقا لکھتا ہے - کہ میں نے اس انجیل کو
صرف بزرگ تھوفلیس کے لئے لکھا ہے - پس جب کہ یہ
انجیل ساری دنیا کے لئے رہنما نہیں ہے - بلکہ پرائیویٹ
طور پر صرف بزرگ تھیوفلیس کے لئے لکھی گئی ہے - تو
عیسائیوں نے اسے کہیں سے اُٹھا کر الہامی اناجیل میں
کیوں شامل کر لیا - اس ساری انجیل لوقا میں کوئی لفظ
ایسا نہیں - جس سے معلوم ہو کہ یہہ انجیل ساری دنیا
کے لئے رہنما ہے - صرف ایک خاص شخص کے لئے لوقا نے

مسیح م کے حالات لکھے ہیں۔ سو اُس شخص کے واسطے یہہ
انجیل خاص ہے۔ اوروں کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔
چوتھے لوقا کے بیان سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
مسیح م کے عروج کے بعد ہی سے لوگوں نے جعلی اور مصنوعی
انجیلیں بنانی شروع کردی تھیں۔ جبھی تو لوقا نے یہہ طوفان
بے تمیزی دیکھکر نئے سرے سے مسیح م کے حالات میں انجیل
لوقا لکھی۔ جس کو وہ سب سے معتبر اور تصحیح شدہ قرار
دیتا ہے۔ پس جس مذہب کا یہہ حال ہے کہ اوایل ہی
سے اُن کی آسمانی کتابوں کے نام اور بہت سی جعلی
کتابیں بنی شروع ہوگئیں۔ اس وقت اس مذہب کی
اصلیت کا پتا لگانا محال بلکہ سراسر وہم و خیال ہے۔

عیسائی لوگ اکثر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت سرور
کائنات علیہ الصلوۃ و التحیات کے معجزات قرآن مجید سے
ثابت نہیں۔ صرف حدیث میں آئے ہیں۔ اس لئے قابل
اعتبار نہیں۔ لیکن اہل انصاف لوگ لوقا کی تحریر کو حدیث
سے زیادہ کیا وقعت دے سکتے ہیں۔ جو خود اپنی انجیل
کے شروع میں کہتا ہے۔ کہ میں نے سب حال سنے سنائے

لکھے ہیں۔ اور کسی شخص کا نام نہیں لیتا۔ جس سے سُنتے
ہیں بتاتا کہ مصنف محقق کو پڑتال کا موقع ملتا کہ لوگ کیسے راوی
کہاں تک وثاقت اور اعتبار رکھتے ہیں۔ صرف کتاب کی
شروع میں لکھدیا کہ میں نے کلام کی تصدیق کرنے والوں
سے سُنکر لکھا ہے۔ اعتبار کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔

اب یہاں وہی سلسلہ اعتراضات کا شروع ہو جاتا ہے کہ
جو عیسائی لوگ معجزات محمدیہ کی نسبت کرتے ہیں۔ کہ
حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کا ثبوت انجیلوں کے کلام الٰہی
ثابت ہونے پر منحصر ہے۔ اور انجیلوں کا کلام الٰہی ثابت ہونا
مصنفان انجیل کی رسالت کے ثبوت پر منحصر ہے اور جبکہ
اُن کی رسالت بلکہ ایمان تک ثابت نہیں ہے تو جو کچھ انہوں
نے انجیل میں لکھا ہے وہ بھی قابل اعتبار نہ رہا۔ جب
اُن کی تحریر کا اعتبار نہ رہا تو عیسائی مذہب کی بنیاد خود
جڑ سے اکھڑ گئی۔

پھر یہ کہ عیسائی لوگ کسی طرح پر ثابت نہیں کر سکتے
کہ ضرور یہ انجیلیں انہی لوگوں کی تصنیف سے ہیں جن کا
نام عنوان پر لکھا ہے۔ کوئی صحیح اور متواتر سند اُن کے

پاس اس امر کی نہیں ہے جس کا سلسلہ حواریوں تک پہونچ
جاتا ہے - بلکہ لوقا کی انجیل سے تو معلوم ہوتا ہے - کہ اس کے
زمانہ میں متی و مرقس کی انجیل کا وجود تک نہ تھا - اگر ایسی
ایسی معتبر انجیلوں کا وجود ہوتا تو وہ کیوں نئے سرے
سے تحقیقات کرنے کی تکلیف گوارا کرتا - ان ہی انجیلوں کو
تھیوفلیس کے پاس نہ بھیج دیتا - پس حق الامر یہی ہے کہ
اوائل مذہب مسیحی سے کئی سو برس تک ان انجیلوں
کے وجود کا کہیں پتہ نہیں لگتا - نہ کوئی سند ملتی ہے بعد
میں انقلاب و حوادث میں عیسائیوں سے حضرت مسیح ع
کی اصل انجیل تو گم ہو گئی - اور پھر اضطراب کی حالت میں
بہت سے اشخاص نے اُن مقولوں اور حالات کو جو زبانی
یاد تھے اپنے طور پر لکھ کر اناجیل نام رکھ لیا یہی
باعث ہے - بے شمار اناجیل کی تالیف کا - ورنہ اگر اصل
انجیل مسیح دنیا میں موجود رہتی - تو آسمانی کتاب کے مروج
ہوتے پر کبھی کوئی شخص جرأت نہیں کر سکتا کہ اپنی آسمانی
کتاب کے نام پر کتابیں تصنیف کرے اور رواج دے -
دنیا میں اور مذاہب بھی موجود ہیں - لیکن یہہ بات کسی

مذہب ہیں نہیں کہ اُن کی آسمانی کتاب کے نام پر
اُنہی کے مذہب ہیں اور کتابیں بھی ہوں۔ یہودیوں
میں سوائے توریت مروجہ کے کوئی کتاب بنام توریت نہیں
آریوں میں سوائے وید کے اور کسی کتاب کا نام وید نہیں
اہل اسلام میں سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کا نام
قرآن نہیں۔
پس جعلی اناجیل کے وجود کا سبب عیسائیوں میں سوائے
اس کے اور کوئی نہیں۔ کہ اُن کی اصلی کتاب مقدس
(انجیل مسیح ؑ) تو کسی حادثہ میں کھوئی گئی۔ اور پھر اضطراب
کی حالت میں کئی اشخاص نے حواریوں کے نام پر جعلی انجیلیں
مرتب کر لیں۔
اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اصلی انجیل ضرور کوئی
اور انجیل تھی جو اُن اناجیل مروجہ کے سوا تھے اور وہ وہی
انجیل تھی جو حضرت مسیح ؑ پر نازل ہوئی اور جس کا قرآن
میں ذکر ہے۔ یہہ بات ہرگز عقل میں نہیں آسکتی کہ حضرت
مسیح ؑ کا سا اولوالعزم رسول صاحب کتاب ہی نہ ہو۔
یعنی ایسا عظیم الشان رسول آسمانی کتاب سے بھی محروم رہے

اگر وہ خود صاحب کتاب نہیں ہیں - اور صرف توریت کی
ہدایات و احکام کی پابندی کرانے آئے تھے - تو حضرت
مسیح رسول بھی نہیں ہو سکتے - اور انبیاء بنی اسرائیل کی
طرح صرف ایک معمولی نبی ٹھیر سکتے ہیں - رسول تو وہی ہو سکتا
ہے جو صاحب کتاب ہو - جب اُن پر کوئی کتاب تک نازل
نہیں ہوئی تو عیسائیوں کا اُن کو رسول کہنا بھی مناسب
نہیں - اور عیسائیوں کا یہہ شور مچانا - کہ وہ سید المرسلین
اور خاتم النبیین اور دنیا کا منجی ہوکر آیا ہے - یہہ تو بات
ہی بڑی ہے - حضرت مسیح م سے تو متی اور مرقس اور
پولوس وغیرہ اچھے رہے - جن کی طرف جھوٹی سچی
کوئی نہ کوئی کتاب تو منسوب ہے -

عیسائی لاکھ انکار کریں - مگر ہم ہرگز یقین نہیں کر
سکتے کہ حضرت مسیح م سا اولوالعزم رسول آسمانی کتاب سے
محروم رہے - ہم لوگ جیسا کہ بموجب قرآن شریف ہمارا
اعتقاد ہے - یقین رکھتے ہیں - کہ حضرت مسیح م پر ضرور آسمانی
کتاب نازل ہوئی اور وہی اصلی انجیل تھی - جس کا پتہ
ان اناجیل مروجہ سے بھی لگتا ہے - چنانچہ مرقس ا باب ۱۴ و ۱۵

میں ہے - پھر یوحنا کی گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آکے منادی کی اور کہا - کہ وقت پورا ہوا - اور خدا کی بادشاہت نزدیک ہوئی - توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ انتہے -

پھر اسی مرقس ۱۰ باب ۲۹ میں حضرت مسیح ؑ کا قول یوں منقول ہے - یسوع نے جواب میں کہا - میں تم سے سچ کہتا ہوں - ایسا کوئی نہیں جس نے گھر یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا جورو یا لڑکے بالوں یا کھیتوں کو میرے اور انجیل کے لئے چھوڑ دیا ہے - اسی طرح متی کے ۲۶ باب ۱۳ میں مسیح ؑ کا قول ہے - جہاں کہیں اس انجیل کی منادی ہوگی الخ -

ظاہر ہے کہ جس انجیل کی طرف حضرت مسیح ؑ اشارہ کرتے ہیں وہ یہہ مجموعہ نہیں ہو سکتا ہے - کیونکہ ان اناجیل کو حضرت مسیح ؑ نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا - پس لامحالہ اُس وقت کوئی اور انجیل تھی جس کی طرف حضرت مسیح ؑ اشارہ کرتے ہیں -

پس ضرور ہے کہ وہی اصلی انجیل ہو - جس کی نسبت

اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وآتیناہ الانجیل اور حضرت مسیحؑ کو ہم نے انجیل عطا فرمائی۔

بعض علماء مسیحیہ کے اقوال سے بھی پتہ لگتا ہے کہ ان اناجیل اربعہ سے پہلے بھی ایک انجیل تھی۔ چنانچہ ھارن صاحب کے انٹروڈکشن کی چوتھی جلد میں لیکلرک۔ کوپ۔ میکایلیس لسنگ۔ مارش وغیرہ علماء متقدمین کی رائے اس طرح منقول ہے۔ کہ شاید متی اور مرقس اور لوقا کے پاس ایک کتاب عبری زبان میں تھی۔ جس میں حضرت مسیحؑ کے حالات لکھے گئے۔ اس میں سے متی نے زیادہ نقل کیا۔ اور مرقس اور لوقا نے کم انتخاب لئے۔

اگرچہ ہارن صاحب اس رائے کو پسند نہیں کرتے۔ مگر ان کی پسندی اور ناپسندی سے کیا غرض۔ یہ بہرحال ثابت ہے۔ کہ بعض قدیم علماء کے نزدیک بھی ان انجیلوں سے پیشتر ایک انجیل تھی۔

بشپ مارش و اکھارن وغیرہما کہتے ہیں۔ کہ مسیحؑ کے حالات میں ابتداءً ایک تحریر تھی۔ جس کی نقلیں متعدد مؤلفین اناجیل کے پاس تھیں۔ انہیں نقول سے ان لوگوں نے

اناجیل ترتیب دیں - اور کچھہ اپنی طرف سے اضافہ کیا -
چنانچہ فاضل نورٹن نے جو کتاب علم اسناد میں لکھی ہے
اور شہر بوسٹن میں ۱۸۳۷ع میں چھپی - اُس کے دیباچہ
میں لکھا ہے - کہ اکھارن نے اپنی کتاب میں کہا ہے - کہ
دین مسیحی کے شروع میں ایک مختصر رسالہ تھا - حضرت مسیح ؑ
کے حالات میں ہو سکتا ہے - کہ اُسی کو اصل انجیل کہا
جائے - اور غالباً یہہ رسالہ اُن مریدوں کے لئے بنایا گیا
تھا - جنہوں نے مسیح ؑ کی باتیں اپنے کانوں سے نہیں سُنی
تھیں - اور نہ اُن کے حالات اپنے کانوں سے دیکھے تھے
اور یہہ رسالہ بمنزلہ قالب کے تھا - اور اُس میں مسیح ؑ کے
حالات ترتیب وار نہیں لکھے تھے - انتہے - اب فاضل
نورٹن لکھتا ہے - اکھارن کے قول کے بموجب یہہ رسالہ
اناجیل مروجہ کے بہت مخالف تھا اور یہہ رسالہ تمام اُن
انجیلوں کا ماخذ تھا - جو پہلی اور دوسری صدی میں رائج
تھیں - اور انجیل متی اور مرقس اور لوقا کے لیے بھی ماخذ
تھیں - الخ -
پھر وہی فاضل نورٹن لکھتا ہے - کہ کوئی یہہ خیال نہ کرے

کہ یہہ رائے صرف اکھارن کی ہے۔ اس واسطے کہ اکھارن کی کتاب سے بڑھ کر کوئی کتاب ملک جرمن میں اب تک مقبول نہیں ہوئی۔ بلکہ بہت علماء متاخرین جرمن نے انجیلوں کے بارہ میں اور اُن امور میں جن سے انجیل کی صحت پر الزام آتا ہے۔ اکھارن کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ انتہے۔

چیمبرس نے اکھارن کے قول کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو اصلی تحریر تھی۔ اور اُس کی پہلی نقل سینٹ متی کے استعمال میں تھی۔ اور دوسری نقل متغیرہ سینٹ لوقا کے استعمال میں تھی۔ اور تیسری وہ نقل جو دونوں نقول مذکورہ سے لی گئی تھی۔ اور سینٹ مرقس کے استعمال میں تھی۔ اور چوتھی وہ نقل جو سینٹ متی اور لوقا دونوں کے استعمال میں تھی انتہے (چیمبرس ایسائیکلوپیڈیا) جلد ۵۔ مطبوعہ ۱۸۶۸ء لنڈن۔ بیان گاسپل)۔

اور جن مسلمانوں کا یہہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیحؑ

کی اصلی انجیل - کہی اور انجیل تھی - بالکل درست ہے -
جس کو اکھارن وغیرہ علماء مسیحی کے اقوال سے پوری
تقویت ملتی ہے -

پہلے زمانہ میں چھاپہ تو تھا ہی نہیں - اوایل مذہب مسیحی میں
ایک آدھ اصلی انجیل مسیح کی نقل موجود ہوگی - جو اُن
حوادث اور مصائب میں جو عیسائیوں پہ پڑے - گم
ہو گیں - اور پیچھے عیسائیوں نے بیسیوں کتابیں بنام نہاد
انجیل تالیف کرلیں - جس میں کچھ تو اصل اقوال مسیح
ہیں جو اُن لوگوں کو زبانی یاد رہے کچھ سن سنا کر اور
کچھ اپنی طرف سے اِدھر اُدھر کی باتیں درج کر بیسیوں
انجیلیں تالیف کرلیں - جن میں سے کبھی کوئی قایم کی گئیں -
کبھی کوئی خارج کی گیں - اور اواخر ایام میں یہہ چاروں
انجیلیں - اور چند پرائیوٹ چٹھیاں اور وعظ کے خطوط[1]

---

[1] اناجیل اربعہ کے بعد اعمال - لوقا ہی جس نے اندر باب ۱ سے ۲ آیت میں پطرس حواری کا حال لکھا ہے اور ۱۳ باب سے آخر تک پولوس حواری کا - لیکن اُس نے اپنی کتاب اعمال الرسل میں جو معجزات پطرس پولوس کے لکھے ہیں - اُن کا اعتبار کوئی دانشمند آدمی نہیں کرسکتا - کیونکہ لوقا الہامی شخص نہیں کہ اُسکی تحریر کا اعتبار کیا

کلام الٰہی اور رسولوں کی تحریر قرار دی گئی۔ جس کی نسبت پادری عماد الدین لکھتے ہیں۔ کہ مسیح کی تواریخ کلام الٰہی اور رسولوں کی تحریر سے لکھی گئی۔

اس امر کا کامل ثبوت کہ اناجیل مروجہ الہامی نہیں

ہیں۔ خود علماء مسیحی کے اقوال سے ظاہر ہے۔ چنانچہ ابراہام ریس نے سائیکلو پیڈیا کی انیسویں جلد میں لکھا ہے ۔ کہ لوگوں نے کتب مقدسہ کے بتمامہا الہامی ہونے کی نسبت

حاشیہ متعلق صفحہ (۲۴۵) جائے۔ اگر کوئی عیسائی لوقا کو رسول یا حواری ثابت کرے تو البتہ اس کی گواہی سے پطرس اور پولوس رسول ٹھہر سکتے ہیں لیکن جب وہ خود حواری اور رسول نہیں تو اُسکے لکھنے سے دوسرا شخص کیسے حواری اور رسول ہو سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوقا کو ایک مورخ کا رتبہ دیا جا سکتا ہے۔ لیکن صرف ایک مورخ کے لکھنے سے کوئی مذہبی اصول یا اعتقاد ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ پولوس و پطرس کے حالات و معجزات اُن کی اپنی یا کسی غیر کی الہامی کتاب سے ثابت نہیں ہیں۔ تو اُن کے خطوط و نامجات وغیرہ کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ نہ وہ الہامی قرار دیئے جانے کے قابل ہیں ایسا ہی نامہ یعقوب و یہودا وغیرہ و مکاشفات کا حال ہے کہ جب انکے لکھنے والوں کا رسول ہونا بلکہ انکا ایمان تک ثابت نہیں تو اُنکی کتابیں بدرجہ اولیٰ غیر معتبر ہو گئیں۔ تفکروا یا اولی الالباب۔

گفتگو کی ہے۔ اور دوسرے کہتے ہیں کہ اُن لوگوں یعنی مولفین کے افعال اور ملفوظات میں غلطیاں اور اختلافات ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حواری لوگ ایک دوسرے کو صاحب وحی نہیں سمجھتے تھے مگر اس وقت کے مشنری اپنا پیٹ پالنے کے لئے انہیں صاحب وحی ظاہر کرتے ہیں۔ (جیسے پادری عمادالدین) جیساکہ یروشلم کی کونسل کی آپس کی بحث اور پولوس کے پطرس کو الزام دینے سے ظاہر ہے۔ اور ہم نہیں پاتے ہیں کہ حواری لوگ ایسے طور پر گفتگو کرتے ہیں۔ جیسے پیغمبر لوگ شروع کرتے تھے۔ پھر لکھا ہے کہ میکالس نے اس ہوشیاری اور خیال سے جو ایسے بڑے مطلب کے لئے ضروری تھا۔ طرفین کی دلایل کو تولکر اس اعتراض کا یوں فیصلہ کرنا مناسب جانا۔ کہ ناموس دہ ہیکلیوں کے لئے تو الہام البتہ مفید ہے۔ لیکن تاریخی کتابوں کے واسطے یعنی چاروں انجیلیں اور اعمال اگر الہام سے بالکل قطع نظر کی جائیں۔ تو کچھ نقصان نہیں۔ بلکہ کچھ فایدہ ہی ہوگا۔ انتہی

سلہ پادری عمادالدین صاحب اس قول پر غور کریں +

بعض علما صرف تعلیمات کو الہامی کہتے ہیں اور باقی کو غیر الہامی مولفین انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا نے گیارھویں جلد میں الہام کے باب میں لکھا ہے۔کہ اس امر میں خلافہ واقع ہوا ہے کہ کتب مقدسہ کے کل اقوال الہامی ہیں یا نہیں جیروم اور اراذمس اور پیرو کو بیس اور بہت سے دوسرے علماء یہہ کہتے ہیں۔کہ کتب مقدسہ کا یہہ قول الہامی نہیں ہے۔اور پھر جلد ۱۹ میں لکھا ہے۔کہ اگر کوئی ہم سے تحقیق کی راہ سے دریافت کرے۔کہ تم عہد جدید کی کون سی جزو کو الہامی مانتے ہو۔تو ہم کہیں گے کہ مسایل اور احکام اور آیندہ کی خبریں جو ملت مسیحیہ کی جڑ ہیں۔اُنسے الہام جدا نہیں ہو سکتا۔اور دوسرے حالات کے لئے حواریوں کی یاد کافی تھی انتہے۔

اور ڈاکٹر بیلی لکھتے ہیں۔کہ اناجیل کے نفس مسایل اور نتایج تو الہامی ہیں اور اُن کے دلایل اور مقدمات غیر الہامی۔چنانچہ وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲۳ میں لکھتے ہیں۔حواریوں کے ملفوظات میں اُن کے مسایل اور دلایل میں امتیاز کرنا چاہئے۔اُن کے مسئلے تو الہامی ہیں۔لیکن

وہ لوگ اپنے ملفوظات اور گفتگو میں اُن مسایل کی
توضیح اور تقویت کے لیئے مناسبتیں اور دلیلیں ذکر
کرتے ہیں - لیکن حمایت دین عیسوی میں حواریوں کی
ہر دلیل کی صحت اور ہر تشبیہ کے درست ہونے کا حامی ہونا
ضرور نہیں - میری راے میں یہہ بات خوب مضبوط ہے
کہ جب ربانی لوگ کسی بات پر اتفاق رکھیں - تو جو اُن
کے لیئے مقدمات سے نتیجہ نکلے - وہ ہم پر واجب التسلیم ہے
لیکن ہم پر واجب نہیں - کہ تمام مقدمات کو قبول کریں
انتہے ملخصاً -

ان شدید اختلافوں سے دو باتیں ثابت ہوئیں - اول یہہ
کہ جس طرح عیسائیوں کے پاس انجیل کے وجود کی کوئی یقینی
سند نہیں ہے - اسی طرح اُن کے الہام یعنی روح سے لکھے
جانے کی بھی اُن کے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے - ہر
ایک اپنے گمان سے جس جزو کو چاہتا ہے - الہامی قرار دے
لیتا ہے - اور جس جزو کو چاہتا ہے غیر الہامی کہتا ہے -
دوسرے یہہ کہ بعض کے نزدیک تو یہہ چاروں انجیلیں
غیر الہامی ہیں - اس قول پر تو انجیلیں معمولی تاریخ کی

کتابوں کے مرتبہ پر رہیں گے - بعض کے نزدیک ان کتابوں
میں الہامی اور غیر الہامی کلام مخلوط ہے - اس تقدیر پر بھی
ان انجیلوں کو الہامی نہیں کہہ سکتے -

اب ناظرین حق پسند خود فرماویں کہ عیسائیوں کے مذہب
کی بنیاد کس قدر ضعیف ہے - اُن کی کتابوں کا الہامی ہونا
تو ایک طرف رہ گیا - کسی صحیح سند سے حواریوں تک پہنچنا
ثابت نہیں ہوتا - تو پھر پادری عماد الدین کو شرم نہیں
آتی - جو کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کی تواریخ کلام الٰہی اور
رسولوں کی تحریر سے لکھی گئی ہے - اور لطف یہہ ہے کہ
یہی پادری عماد الدین انجیل کے الہام سے نہ لکھے جانے
کے قایل ہیں - چنانچہ نسب نامہ مسیح ؑ کی غلطیوں کے اقرار
سے لاچار ہو کر آپ ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۸ء صفحہ
۱۰۷ میں نسب نامہ متی و لوقا کی نسبت لکھتے ہیں - کہ
یہہ کچھ الہامی بات نہیں ہے - خاندانی نسب ناموں میں
سے اور کچھ بائیبل میں سے نام لکھ دیئے - انتہی -

اب آپ کا وہ جوش خروش کہاں گیا - کہ مسیحی حالات
الہام سے لکھے گئے ہیں +

اگر آپ یہہ کہیں کہ یہہ امر خاص نسب نامہ میں ہوا ہے اور جگہ نہیں۔ تو اُس کی دلیل ارشاد ہو۔ کہ انجیل کے ایک باب لکھتے وقت خدا کی روح جو اُن میں ساتی ہوئی تھی کہیں چلی گئی تھی۔ باقی کتاب لکھتے وقت موجود رہی۔ جس طرح یہہ بات باوجود انجیل کا جزو ہونے کے انجیل سے نہیں لکھا گیا۔ اگر ساری انجیل ایسے ہی سن سنا کر لکھی ہو۔ تو کیا محال لازم آتا ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب

مسیح کے حواریوں اور عیسائیوں کی کتاب مقدس کی نسبت ہم نے اپنی کتاب ایک سچے عیسی کی مناجات میں ایک نظم لکھی ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اُسے بلفظ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

مسیح مصلوب کے چیلے

ایمان میں خفیف تھے چیلے مسیح کے
شک سے پُر دیندار بھی تھا کوئی یا نہیں

رہتے ضرور پاس تھے حضرت مسیح کے
صحبت سے اُن کو فایدہ پر کچھ ہوا نہیں!
اک دن جب اک مریض کا نکلا نہ اُن سے دیو
کہنے لگے یہہ ہم سے نکل کیوں سکا نہیں؟
عیسیٰ نے یہہ کہا۔ کہ سبب ہے فقط یہی[1]
ایمان کا تمہارے سے ٹکا تا ذرا نہیں
ایمان تم میں ہوتا برابر جو رائی کے
کہتے جو اُٹھ پہاڑ سے جاتا چلا نہیں؟
جب آسمان[2] پہ جانے لگے حضرتِ مسیحؑ
پکا کچھ اُن کا تب بھی تو ایمان تھا نہیں

---

[1] متی ۱۷ باب ۲۰۔ یسوع نے انہیں کہا اپنی بے ایمانی کے سبب کیونکہ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر پہاڑ کو کہتے یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمہاری ناممکن نہ ہوتی۔

[2] آخر وہ اُن گیارھوں کو جب وے کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا۔ اور اُن کی بے ایمانی اور سخت دلی پہ ملامت کی۔ کیونکہ وے اُن کی باتوں پہ جنہوں نے اُس کے جی اُٹھنے کی بابت اُسے دیکھا تھا یقین نہ لائے تھے (مرقس ۱۶ باب ۱۴)

کرتے رہے ہیں پھر بھی ملامت انہیں مسیح
مجھ کو پتا تمہارے کچھ ایمان کا نہیں؟
دل سخت ہے تمہارا بہت نا ہی جوا ہوا
جی اُٹھنے پہ یقین تمہیں ابتک ہوا نہیں

پطرس جو سارے چیلوں کا سرتاج خاص تھا
اسرارِ حق کا اُسکو بھی تھا کچھ پتا نہیں
باتیں تھیں اسکی ساری وہ انسان کے خیال
اونچا خیال اُس کا ذرا بھی ہوا نہیں
شیطان اُس کو کہہ کے پکارا مسیح نے
ہو مجھ سے دور اور نظر مجھ کو آ نہیں
بے شک تو میرے واسطے ٹھوکر کا ہے سبب
باعث یہہ ہے کہ تجھ کو خیالِ خدا نہیں

لہ اُس نے پھر کے پطرس سے کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو۔ تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔ کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ انسان کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔ (متی باب ۲۳) ×

تعریف کیجئے کیا فہم[1] شریف کی
مادہ کچھ اُن کو بات سمجھنے کا تھا نہیں
کرتے کبھی جو وعظ جناب مسیح تھے
کہتے سمجھ میں اپنے تو آیا ذرا نہیں
پیشے[2] تھے بعض اُن کے کوئی اُن میں تھا باجگیر
عالی دماغ اُن میں سے تھا ایک کا نہیں
عیسیٰ نے جب کہا کہ یہودوں کی سلطنت
دیکھو ابھی سنبھال میں کرتا ہوں یا نہیں
لالچ[3] میں آکے ساتھ مسیحا کے ہو لئے
پیش نظر سوائے طمع اُن کو تھا نہیں

---

[1] دیکھو متی ۱۶ باب ۵ سے ۱۲ - مرقس ۸ باب ۱۴ سے ۲۱ - لوقا ۹ باب ۴۴ سے ۴۵ - ۱۸ باب ۳۴ - یوحنا ۲ باب ۱۹ سے ۲۲ - ۱۱ باب ۱۱ سے ۱۳ میں حواریوں کی فہم شریف کی حقیقت ٭

[2] متی ۲۰ باب ۲۱ ملاحظہ کیجئے - متی ۹ باب ۹ متی محصول لینے والا تھا ٭

[3] متی ۱۹ باب ۲۷ میں ہے تب پطرس نے جواب میں اُسکو کہا دیکھ ہم نے سب کچھ چھوڑ دیا - اور تیرے پیچھے ہو لئے پس ہمکو کیا ملیگا - یسوع نے انہیں کہا میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تم جو میرے پیچھے ہو لئے جب نئی خلقت میں ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھوگے - اور اسرائیل کے ۱۲ گروہوں کی عدالت کروگے - ایسا ہی لوقا ۲۲ باب ۳۰ وغیرہ میں ہے ٭

امیدوار اُس کے رہے تین سال تک
دن[1] رات فکر انکو تھا اس کے سوا نہیں

آخر کو دیکھا جب وہ مسیحا کا حال یہ
انجیل سے بھی جس کا کہ نقشہ کھنچا نہیں

دیکھا[2] کہ وہ جو کہتا تھا ہوں شاہ اسرائیل
سر[3] رکھنے کے لئے اُسے خود ملتی جا نہیں

سب ہو گئے[4] جدا وہیں عیسیٰ مسیح سے
ہادی کا اپنے ساتھ اُنہوں نے دیا نہیں

سب نے دکھائی پیٹھ مسیحا کو چھوڑ کر
افسوس ایک نے بھی وہاں کی وفا نہیں[5]

---

[1] اعمال ۱ باب ۶ میں ہے تب اُنہوں نے جو اکٹھے تھے اُس سے پوچھا کہ اے خداوند کیا تو اسی وقت اسرائیل کی بادشاہت کو بحال کیا چاہتا ہے؟

[2] یوحنا ۱۸ باب ۳۷ میں ہے۔ یسوع نے اُسے جواب دیا کہ جیسا آپ فرماتے ہیں میں بادشاہ ہوں۔ لوقا ۱۹ باب ۱۵ وغیرہ ۔

[3] لومڑیوں کے لئے ماندیں اور ہوا کے پرندوں کے لئے بسیرے ہیں پر ابن آدم کے لئے جگہ نہیں۔ جہاں اپنا سر دھرے۔ متی ۸ باب ۲۰ ۔

[4] سب شاگرد اُسے چھوڑ کے بھاگ گئے۔ متی ۲۶ باب ۵۶ ۔

[5] انہیں سے ایک نے تو اُسے پکڑوا دیا [6] صحبت سے اُسکی سمجھا جو کچھ فایدہ نہیں

پطرسؔ[1] ابھی جو پیچھے تھا اس بات کیلئے
دیکھے کہ حال ہوتا ہے کیا اور کیا نہیں

پوچھا گیا جو اس سے تو ہے دوست مسیح کا[2]
کہنے لگا کہ مجھ کو تعلق بھی تھا نہیں

آخر کو جب کہ تنگ انہوں نے کیا اسے[3]
ظاہر تو اپنی بولی سے کیا ہو رہا نہیں

پطرسؔ نے لعن طعن کیا تب مسیح پہ[4]
کھائی قسم کہ میں تو اسے جانتا نہیں

انکار تین بار کیا زور و شور سے
تھی بانگ مرغ کی ابھی آئی صدا نہیں

---

[1] پطرس دور دور اسکے پیچھے سردار کاہن کے گھر تک چلا گیا اور اندر جاکے نوکروں کے ساتھ بیٹھا۔ کہ دیکھے آخر کیا ہوتا ہے (متی ۲۶ باب ۵۸ ۔)

[2] متی ۲۶ باب ۷۰ پر اس نے سب کے سامنے انکار کرکے کہا میں نہیں جانتا کہ تو کیا کہتی ہے۔

[3] انہوں نے پاس آکے کہا۔ بے شک تو بھی ان میں سے ہے کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے (متی ۲۶ باب ۷۳ ۔)

[4] تب اس نے لعنت بھیجکر اور قسم کھا کر کہا۔ کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا ۔ وہیں مرغ نے بانگ دی (متی ۲۶ باب ۷۴ ۔)

تاثیر تھی مسیح ؑ کے پند و وعظ کی عجیب
ایمان میں ایک شخص بھی کامل ہوا نہیں[1]
لالچ کے واسطے تھے جو ساتھ ہو لئے
کی ایسے نے بھی اُس سے ہے ہرگز وفا نہیں

---

[1] آنریبل ولیم میور صاحب اپنی اردو تواریخ کلیسیا کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ مسیح ؑ کے حواریوں اور شاگردوں نے اب تک اُسکی تعلیم کی حقیقت کو بالکل نہیں سمجھا تھا اور اُن کا شکستہ ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی امید میں لگا ہوا تھا۔ اُس کے گرفتار ہوتے ہی وے سب بھاگ گئے اور پطرس نے جو عدالت میں گیا وہاں اپنے خداوند کا انکار کیا۔ پھر مسیح ؑ کی مصلوبی کے بعد سب بالکل مایوس اور ناامید ہوگئے [illegible] مسیح ؑ بار بار سکھلاتا تھا۔ ہنوز اُنھوں نے نہیں سمجھی تھی کہ اُس کا مرنا دنیا کی زندگی اور نجات ہوگی۔ اسکاٹ مفسر اپنی [illegible] تفسیر جلد اول کے صفحہ ۲۴۳ میں یوں لکھتے ہیں کہ حواریوں کے نہ سمجھنے کا سبب یہ تھا کہ چند دن کلیا اُن کی بہت تک وہ یہودیوں کی طرح یہ خیال نہیں چھوڑ سکتے تھے کہ مسیح ؑ ایک عالی شان بادشاہ ہوکر داؤد علیہ السلام کے تخت پر بیٹھ کر یہودیوں اور سب دشمنوں سے بدلا لیگا (دیکھو اعمال باب ۱ آیت ۶)

[2] گاڈفری ہیگنس صاحب اپنی کتاب اپالوجی مطبوعہ ۱۸۲۹ کی دیباچہ حاشیہ صفحہ ۴۴ پر

حضرت مسیح چرخ پہ جب کر گئے عروج
ایمان درست پھر بھی تو اُن کا ہوا نہیں
پطرس نے حکم حق سے ہی کی پھر بھی سرکشی[۱]
حالانکہ اُس سے کوئی بھی حواری بڑا نہیں
پولوس اُسکو[۲] کہتا ہے مکار بار بار
اور یہہ کہ وہ کتاب پہ سیدھا چلا نہیں

دفعہ ۳۳ میں فرماتے ہیں کہ عیسائی ہمکو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد صلعم کے مقابل سے وہ درجہ نشاء دینی کا اپنے پیروؤں میں پیدا کیا جسکو عیسیٰ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فایدہ ہے اور آپ کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی میں نہیں چنانچہ نصف صدی کم میں اسلام بہت سی عالی شان اور سر سبز سلطنتوں پر غالب آ گیا۔ جب عیسیٰ کو صلیب پر لٹکئے تو اُنکے پیرو بھاگ گئے۔ برعکس اسکے محمد کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آ گئے اور آپکے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈالکر کل دشمنوں پر آپکو غالب کیا۔ انتہیٰ۔

[۱] اعمال ۱۱ باب ۳ — ۸ تک دیکھو۔ اُسوقت آواز آئی کہ جسکو ہم حلال کریں تو حرام مت کہہ۔ مگر پطرس نے ہرگز نہیں مانا۔

[۲] نامہ گلتیاں ۲ باب ۱۱ — ۱۴ تک دیکھو۔ پطرس کو ملامت کے لایق ٹھہرایا اور ریاکار لکھا ہے۔ اور ایسا ہی برناباس کو الخ..........

ہے برنباس بھی تو شریک رہا ہوا
انجیل پر تو ٹھیک عمل ایک کا نہیں

جس جب بڑے حواری کا ہی حال اس طرح
چھوٹوں کا کیا بتایئے ؟ حاجت ذرا نہیں

مومن ہوئے نہ جب وہ مسیحا کے روبرو
کچھ بھی ٹھکانا بعد کے ایمان کا نہیں

دھو رکھو ہاتھ زندگی سے اُس مریض کے
عیسیٰ کے ہاتھ سے ہوئی جس کو شفا نہیں

لے وارڈ صاحب نے اپنی کتاب اغلاط نامہ میں لکھا ہے۔ کہ پطرس نے بعد نزول روح القدس کے ایمان میں غلطی کی ہے۔ اور برنٹس کہتا ہے۔ کہ پطرس سردار حواریوں نے اور برنباہ نے بھی بعد نزول روح القدس کے سر کلیسیا یروشلیم کے غلطی کھائی ہے + پادری عماد الدین صفحہ ۱۲۷ میں مانتے ہیں۔ کہ ضرور حواریوں سے غلطی وقوع میں آئی۔ بلکہ صفحہ ۱۲۹ میں لکھتے ہیں۔ کہ روح القدس سے مستفیض ہونا اور صدور کرامات دلیل نبوت بلکہ ایمان کا نہیں ہے فتفکروا یا اولی الالباب +

عیسائیوں کی کتاب مقدس

انجیل[1] جو کہ اُتری تھی حضرت مسیح پہ
افسوس اُس کا ملتا جہاں میں پتا نہیں

کہتے ہیں سب کتاب ہی تھی حضرت مسیح
اُن پہ کوئی صحیفہ اُتارا گیا نہیں

ایسا رسول[2] ہو سکے نہ جو صاحب کتاب
عیسائیو سمجھ میں یہ آتا ذرا نہیں

موسیٰ کو جب کتاب الٰہی ہوئی عطا
عیسیٰ پہ اُتری کوئی کتاب خدا نہیں

کہتے ہو کس لئے کہ مسیحا ہے الرسول
اُتری کتاب اُس پہ اگر مطلقاً نہیں

---

[1] اصل انجیل جو حضرت مسیح پہ نازل ہوئی اور جس کا قرآن شریف میں ذکر ہوا اسکا دنیا میں کہیں پتہ نہیں لگتا

[2] رسول اور نبی میں فرق ہی یہی ہے کہ رسول نئی شریعت والا اور صاحب کتاب ہوتا ہے اور نبی پچھلی کتاب کا متبع پس اگر حضرت مسیح پہ کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور وہ بے کتاب ہیں ۔ تو وہ صرف ایک نبی ہوئے ۔ پھر عیسائی انہیں رسول کیوں کہتے ہیں ؟ رسول نبی سے بڑا ہوتا ہے ۔ دیکھو متی ۱۱ باب ۹

کچھ شک نہیں کہ اصلی بھی انجیل تھی ضرور جو

آتری جو تھی مسیح پر اس میں خطا نہیں

ملہ چنانچہ عیسائیوں کے اقوال سے بھی اس اصلی انجیل کا کچھ پتہ لگتا ہے۔ بشپ مارش و اکھارن وغیرہ کہتے ہیں کہ مسیح کے حالات میں ابتداءً ایک تحریر تھی جس کی نقلیں قدر تا مؤلفین اناجیل کے پاس تھیں۔ انہیں نقول سے ان لوگوں نے اناجیل مرتب کیں۔ اور کچھ اپنی طرف سے اضافہ کیا۔

چنانچہ فاضل نورٹن اپنی کتاب کی جلد اول کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔ کہ اکھارن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابتداءً مسیح کے حالات میں ایک چھوٹا سا رسالہ تھا۔ ممکن ہے کہ اسکو اصل انجیل کہا جاوے۔ اور یہ رسالہ تمام ان انجیلوں کا ماخذ تھا جو پہلی اور دوسری صدی میں رائج تہیں اور انجیل متی اور لوقا اور مرقس کے لئے بھی ماخذ تہیں۔

اس قول کی تفصیل دیکھو۔ چیمبرس انسائیکلوپیڈیا جلد ۵ مطبوعہ ۱۸۶۸ء لنڈن۔ بیان گاسپل) خود انجیل سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں کوئی انجیل تھی۔ چنانچہ مرقس ا باب ۱۴-۱۵ میں ہے۔ پھر یوحنا کی گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آکر منادی کی اور کہا کہ وقت پورا ہوا اور خدا کی بادشاہت نزدیک آئی۔ توبہ کرو۔ اور انجیل پر ایمان لاؤ۔ پھر مرقس ۱۰ باب ۲۹ میں ہے یسوع نے جواب میں انہیں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ ایسا کوئی نہیں۔ جس نے گھر یا بہائیوں (بقیہ حاشیہ ۲۵۲ صفحہ پر

(بقیہ حاشیہ ۲۵۲ صفحہ پر

انجیل تم سے کھوئی گئی حادثات[1] ہیں
پھر اس کے بعد تم کو پتہ کچھ لگا نہیں

یا بہنوں یا ماں باپ یا ماں یا جورو یا لڑکوں یا کھیتوں کو میرے اور انجیل کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح متی ۲۶ باب ۱۳ میں ہے جہاں کہیں اس انجیل کی منادی ہوگی۔ ہارن صاحب کے انٹروڈکشن کی چوتھی جلد میں لیکلرک۔ کوپ۔ مکاہلیس۔ لیسنگ۔ مارش وغیرہ علماء متقدمین کی رائے اس طرح منقول ہے کہ شاید متی اور مرقس اور لوقا کے پاس ایک کتاب عبری زبان میں تھی جس میں حضرت مسیح ؑ کے حالات لکھے تھے ان میں سے متی نے زیادہ نقل کیا اور مرقس و لوقا نے کم۔ اب جبکہ خود انجیل اور عیسائیوں کے روایات سے پتہ لگتا ہے کہ اصل انجیل کوئی اور ان اناجیل اربعہ کے سوا تھی تو مسلمان لوگ ان اناجیل مروجہ کو کس طرح باور کریں۔ راڈویل صاحب مترجم قرآن کے صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں کہ انجیل کے لفظ سے یہ مجموعہ عہد جدید کا یا اسکا کوئی حصہ نہ سمجھنا چاہئے بلکہ وہ وحی سمجھنی چاہئے جو خدا کی طرف سے عیسیٰ پر بھیجی گئی۔ انتہےٰ۔

[1] پادری عماد الدین صاحب اپنی کتاب ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۸ء کے صفحہ ۷۱ میں لکھتے ہیں کہ بعد زمانہ کے سبب اور مختلف مقاموں میں جدی جدی انجیلیں جاری ہونے کے سبب اور ر اندن مصیبتیں عیسائیوں پر آنے کے سبب روایات متفق علیہ محققین کو نہ ملیں اسلئے اختلاف واقع رہا۔ پس ان حادثات میں نہ صرف روایات متفق علیہ نہیں بلکہ خود اصلی انجیل ہی کھوئی گئی (بقیہ حاشیہ ۲۵۳ صفحہ پر)

چونکہ باوجود تغیر زبانی مقولے مسیح کے
وہ تم نے لکھ لیئے ہیں شک اسمیں نہیں

اور اسکے بعد عیسائیوں نے اپنی ایمانی کتاب کے ضایع ہونے سے گھبرا کر بیسیوں انجیلیں تالیف کیں اور حواریوں کے نام منسوب کردیں۔ اگر اصلی انجیل دنیا میں موجود ہوتی تو کبھی بیسیوں انجیلوں کے تالیف ہونے کی نوبت نہ پہونچتی اور نہ اُن چار اناجیل کا وجود پایا جاتا بلکہ ایک ہی انجیل ہوتی چار کی کیا ضرورت تھی اور چار کا فایدہ کیا تھا؟ کیا ایک حواری پر اعتبار نہ تھا اور ایک پیغمبر سے کمل الہام نہ کیا جو دوسروں کو تین اور انجیلیں تالیف کرنیکے ساتھ جوڑنی پڑیں فتفکروا یا اولی الالباب ؎

عیسائیوں پر شدید مصایب کا پڑنا سخت انقلابات کا واقع ہونا کالعدم کتاب مطبوعہ زمانہ جہالت وتاریکی عیسائیاں - کثرت جہلا زمان اندرونی وبیرونی دشمنوں کی طرف سے تحریف کے واقع ہونے کا مفصل حال جس صاحب کو دیکھنا ہو تو وہ کتاب تواریخ کا کلیسیا سے مطالعہ کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لہ چنانچہ ان جملوں کے ملاحظہ سے اظہر من الشمس ہے کہ کسی قدر کلام حضرت مسیح م کا ہے اور کچھ مصنفین نے اپنی طرف سے مخلوط کردیا ہے اس بات کی کلی تصدیق نامہ قرنتی ۷ باب ۱۰-۱۲ سے ہوتی ہے جہاں پولوس فرماتے ہیں کہ جنہوں نے بیاہ ہوا ہے میں نہیں بلکہ خداوند حکم کرتا ہے کہ جورو اپنے خصم کو نہ چھوڑے مگر باقیوں کو خداوند نہیں میں کہتا ہوں کہ اگر بھائی کی جورو بے ایمان ہو لفظ میں کہتا ہوں کا لفظ قابل غور ہے اور ایسا ہی کئی جگہ اس مجموعہ عہد جدید میں آیا ہے؟

منسوب کر دیتے ہیں بنامِ حواریاں
ہو کر دلیر خوفِ خدا کچھ کیا نہیں

قولِ بشر سے قولِ الٰہی ہیں خلط ملط
الہام سے کسی نے بھی اُن کو لکھا نہیں

تصنیف کی گئی ہیں اناجیل سینکڑوں
کچھ فرق جعلسازی ؂ میں تم نے کیا نہیں

؂ سوا ان ۲۷ کتب عہد جدید کے ۱۲۳ کتب اور ہیں جنہیں اگلی انجیلوں کے نام سے مشہور ہیں انکی فہرست ہورن صاحب نے اپنی انٹروڈکشن مطبوعہ لنڈن ۱۸۲۵ء جلد ۱ صفحہ ۳۳۶ میں لکھی ہے اُن میں کتنی کتابیں کئی مقتول ہیں الہامی تصور کی گئیں اور پھر دوسرے وقت خارج کی گئیں۔

؂ جعلی انجیلیں اپنے مسلمہ عقاید و مقاصد کے موافق بنالینا یہہ امر عیسائیوں میں فلسفہ افلاطون کی بدولت رایج ہوا جسکا یہہ اصول تھا کہ سچ کی تائید جھوٹ سے جایز بلکہ مستحسن ہے چنانچہ آنریبل ولیم میور صاحب اپنی کتاب اردو تواریخ کلیسیا مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۵ میں لکھتے ہیں کہ قدیم فلسفیوں کے درمیان یہہ رسم ایک عرصہ سے جاری تھی۔ کہ اپنی تصنیف کسی دوسرے ایسے شخص کے نام سے مشہور کردیں جس کو سب مانتے ہوں تاکہ لوگ اُن کے مضامین کو دل دیکر پڑہیں لیکن جب اُس نے دین عیسوی میں راہ پائی تو بجز اسکے اور کیا نتیجہ نکل سکتا تھا۔ کہ عموماً بدگمانی (بقیہ حاشیہ ۲۵۵ صفحہ پہ

ہوتی رہی ہیں کونسلیں[1] پھر بعد میں بہت
آیا فلاں کتاب ہے اصلی کہ یا نہیں

اور تکرار پیدا ہوا۔ اُسکی اسوقت کی صفائی میں داغ لگے اور آئندہ کیلئے بڑی بڑی خرابیوں کا سامان پیدا ہوا یعنی ان جعلی انجیلوں کی ۔ اعمالناموں ۔ مکاشفاتوں کی جڑ ہو گئی جو لوگوں نے کسی نہ کسی حواری کے نام سے مشہور کر دی ہیں ۔ جو کتابیں کہ بہت دنوں کے بعد لکھی گئی لوگوں نے یسوع کے حواریوں کی تصنیف بتلا دیں ۔ اور جن کے وقت میں جعلی کتابیں تصنیف کر کے حواریوں کے نام سے مشہور کرنے کا دستور زیادہ رائج ہوا اور چھ سو برس تک رہا اب ایسے اندھیر میں کون انصاف کر سکتا ہے کہ یہہ اناجیل مروجہ جعلی اور مصنوعی انجیلوں میں سے نہیں ؟ ۔

[1] سب سے پہلی کونسل جو قسطنطین کے حکم سے شہر نائسیس میں منعقد ہوئی تھی۔ اُس میں ایک کتاب یہوڈتھ بھی کتب الہامیہ میں شامل کی گئی تھی۔ پھر ۳۶۴ء میں ایک کونسل لوڈیسیا نام سے قایم ہوئی۔ جس نے علاوہ کتاب یہوڈتھ کے اور سات کتابیں شامل کیں۔ یعنی کتاب آستر نامہ یعقوب ۔ نامہ ۲ پطرس ۔ نامہ ۲ ۔ ۳ یوحنا ۔ نامہ یہودا ۔ عبرانیوں کا خط اور اُس حکم کو جا بجا مشتہر کرادیا ۔ پھر ۳۹۶ء میں ایک اور کونسل قایم ہوئی ۔ جس کو کارتھیج کہتے ہیں ۔ جس میں علاوہ اسطن کے جو بڑا عالم تھا ۔ ۱۲۶ اور بڑے بڑے عالم تھے ۔ اس کونسل نے یہہ سات کتابیں اور شامل کیں ۔ کتاب وزڈم کتاب ٹوبیا ۔ میں کتاب باروق کتاب ایکلیزیاستیکس ۔ کتاب مقابیس (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۶ پر

چھانٹی گئیں یہہ چاروں اناجیل آخرش
اور یہہ خطوط جو تھے کلام خدا نہیں

اول و دوم مکاشفات یوحنا اس کے بعد تین کونسلیں اور ہوئیں جس کو کونسل ترولو کونسل فلارنس کونسل ٹرنٹ کہتے ہیں ان کونسلوں نے کونسل کارتھیج کے حکم کو بحال رکھا۔ پس یہہ کتابیں بارہ سو سال تک واجب التسلیم رہیں یہاں تک کہ فرقہ پروٹسٹنٹ نے جو ۱۵۲۰ء میں قایم ہوا۔ کتاب باروق۔ کتاب طوبیاس۔ کتاب جوڈتھ۔ کتاب وزدم۔ کتاب ایکلزیاستیکس۔ مقابیس اول و دوم کو رد کردیا اور لغو سمجھا اور کتاب آستر کے بھی چند بابوں کو الحاقی بتاتا اور اُسکے ۱۶ بابوں میں سے اب ۹ باب اور دسویں کی بعض آیات کو مانتے ہیں اور باقی سب کو جعلی بتاتے ہیں ۱۲ - ۹ - ۱۰ اسکا مفصل حال ہماری کتاب عیسائیوں کی دینداری کا نمونہ میں دیکھو کونسل نائسین نے جو عجیب و غریب طریقہ کتب الہامی و غیر الہامی کی شناخت کا ایجاد کیا تھا وہ بھی سننے کے لایق ہے۔

فاضل پیتیس اپنی کتاب سانوڈیکن میں لکھتا ہے۔ کہ جب بہت سی انجیلیں اکٹھی ہوگئیں تو اس کونسل نے اُنکے الہامی اور غیر الہامی ہونے کے لئے یہہ تصفیہ کیا۔ کہ گرجا میں منبر کے نیچے کل کتابیں گڈ مڈ کر کے رکھ دی جائیں۔ اور تمام بشپ اس طرح دعا کریں کہ اے خداوند! جو کتابیں الہامی ہیں۔ وہ منبر پر چڑھ جائیں۔ اور جو غیر الہامی ہیں نیچے پڑی رہیں اور اُسی کے موافق واقع ہوا۔

ائیسس انویلڈ صفحہ ۲۵۱ جلد ۲ مطبوعہ نیویارک ۱۸۷۷ء مولفہ ایچ۔ پی۔ بلاوٹسکی۔

دیکھا جو بدعا کے موافق وہ ٹھیک ہے
ٹھیرایا اُس کو پوچ جو حسب ہوا نہیں

تحریف[1] تب سے جاری ہوا اُسمیں بھی مائدن
محفوظ اُس کتاب کو بھی پھر رکھا نہیں

بازار جعل سازی کا گرم اب تلک
ہے کون جعل تم نے جو اس میں کیا نہیں

عیسائیو تمہاری وہاں ہو گی کیا نجات!
جب اصل میں یہ تمہاری کتاب خدا نہیں

---

(1) ہارن صاحب مفسر اپنی تفسیر کی جلد ۴ میں لکھتے ہیں کہ بڑا سبب اختلاف عبارت کا ایسی خرابیاں یا تبدیلیاں ہیں جو کسی فرقہ کی مطلب براری کے لئے دانستہ کی گئی ہیں خواہ وہ فرقہ درست مذہب رکھتا ہو یا بدعتی -

یہہ بات محقق ہے کہ ان لوگوں نے ہی جو دیندار کہلاتے ہیں - قصداً بعض خرابیاں یا تبدیلیاں اس دوراندیشی سے کیں کہ جو مسئلہ تسلیم کیا گیا ہے اسکو تائید ہو یا جو اعتراض اس مسئلہ پر ہوتا ہو وہ نہ ہو سکے انتہی ... ان خرابیوں اور تبدیلیوں سے ایک یہہ ہے کہ کسی تثلیث کرنے نامہ اول یوحنا باب ۵ - ۷ میں یہہ الفاظ بڑہا دئے ہیں تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہہ تینوں ایک ہیں - الخ ...... دیکھو کسی دیندار صاحب نے کسقدر چالاکی کی ہے کہ صریحاً تثلیث کا عقیدہ انجیل میں داخل کر دیا مفصل دیکھو عیسائیوں کی دینداری کا نمونہ *

سلا متی کا نام اس میں خلاف محاورہ
جیسا لکھ رکھا ہے متی کی کہنا روا نہیں

سلہ دیکھو متی ۹ باب ۹ - پھر جب یسوع وہاں سے آگے بڑھا تو متی نامی ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اسے کہا میرے پیچھے آ - وہ اٹھ کے اسکے پیچھے چلا - اس آیت میں متی نامی ایک شخص کے الفاظ صریح الدلالت ہیں - اسپر کہ متی اس کتاب کا مصنف ہرگز نہیں ہے ورنہ وہ اس طرح لکھتا کہ مجھ متی کو دیکھا - جیسا کہ محاورہ ہے نہ کہ متی نامی ایک شخص کو جو بالکل ایک اجنبی آدمی کے لئے طرز بیان ہے -

پھر متی ۲۶ باب ۲۵ - ۶۴ میں دیکھو -
تب یسوع نے اُسے کہا تو نے آپ کہا پھر انہوں نے اپنے دل میں گمان کر کے کہا یہ آپ نے اور انہوں نے کہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ متی کی تصنیف سے ہرگز نہیں - اگر اسکی تصنیف ہوتی تو وہ بھی منجملہ حواریوں کے تھا اس طرح لکھتا جیسا کہ محاورہ ہے - ہم نے کہا پھر ہم نے کہا الخ غرضکہ اس ساری انجیل میں کہیں متی کا لفظ اس طرح مندرج نہیں جس سے ثابت ہو کہ اسکی تصنیف سے ہے -
عیسائی لوگ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس زمانہ کا محاورہ ہی ایسا تھا کیونکہ مکاشفات یوحنا اور مناجات وغیرہ میں صریحًا محاورہ کے موافق مصنفین کا نام ہے ....

انجیل[۱] جو یوحنا سے منسوب کی گئی
یہہ بات بھی درست عزیزو ذرا نہیں
اُس میں[۲] ہے شاعرانہ بڑا جب مبالغہ
کہہ سکتا اُس کو کوئی کلام خدا نہیں

[۱] انجیل یوحنا ۲۱ باب ۲۴ میں ہے یہہ وہ شاگرد ہے کہ جس نے ان کاموں کی گواہی دی اور ان باتوں کو لکھا اور ہمکو یقین ہے کہ گواہی اُسکی سچی ہے پس یہہ الفاظ (وہ شاگرد اور اُسکی گواہی) یوحنا کے حق میں بصیغہ غائب اور یہہ لفظ (ہمکو یقین ہے) بصیغہ متکلم انجیل میں واقع ہوئے ہیں اسبات پر صاف دلالت کرتے ہیں کہ مصنف اس انجیل کا کوئی شخص سوائے یوحنا حواری کے جو گواہی کی تصدیق کررہا ہے ورنہ وہ اس عبارت کو اپنے حق میں ہرگز نہ لکھتا ایسا ہی یوحنا ۳ باب ۱۹ میں ہے حالانکہ یوحنا مکاشفات ہونا بجائے میں مجھ یوحنا کا لفظ لکھتا ہے۔ استاڈلن اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ انجیل یوحنا بالتمام اور یقیناً کسی طالب علم مدرسہ اسکندریہ کی تصنیف ہے دہرلڈ کی کتاب جلد ۷ مطبوعہ ۱۸۴۴ء صفحہ ۲۰۵۔

[۲] انجیل یوحنا ۲۱ باب ۲۵ میں لکھا ہے پر اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں تو دنیا میں نہ سما سکتیں اب دیکھئے یہہ شاعرانہ مبالغہ ہے۔ نہ الہامی کتاب کی طرز کلام۔ مسیح نے صرف تین سال نبوت کی اور تین سال کے کام گو لاکھ ہوں تاہم اتنے نہیں ہو سکتے کہ کتابیں جو لکھی جائیں دنیا میں نہ سمائیں۔

باقی دو ہیں جو مرقس[1] و لوقا[2] جہان ہیں
الہام سے کوئی بہی اُنہیں مانتا نہیں

[1] دیکھو مفتاح الکتاب مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ء کے صفحہ ۱۴۱ میں لکہا ہے۔ کہ ایسا گمان کیا جاتا ہی کہ مرقس پطرس کی منادی سے مرید ہوا چنانچہ پطرس نے اُسے بیٹے کا خطاب دیا (اول پطرس ۵ باب ۱۳) بہرحال پطرس حواری نہیں تہا نہ اُس نے مسیح کو کبہی دیکہا اُسکا سب عیسائیوں کو اقرار ہے اسلئے اُسکا کلام اگر سند صحیح اُس تک بہی پہنچ جائے تاہم الہامی نہیں ہو سکتا یہہ ہے کہ مرقس خود رومی تہا جیسا کہ اُسکے نام سے ظاہر ہے اور اُس نے اپنی انجیل روم میں لکہی (مفتاح الکتاب صفحہ ۲۲۰) پس ممکن ہے کہ رومی زبان میں لکہی ہو جیسا کہ بڑے بڑے علماء نصاری بہی خیال کرتے ہیں پس وہ اصل رومی انجیل مرقس صفحہ دنیا سے نیست و نابود ہوگئی اور صرف اُسکا یونانی ترجمہ باقی ہے اور ترجمہ اور اصل کتاب میں جو فرق ہوتا ہی دنیا پر روشن ہے اور یہہ انجیل مرقس نے پطرس کی وفات کے بعد لکہی ہے اُسکو سنائی نہیں اُسکا بیان توجیہ جاوید صفحہ ۷۹ میں دیکہو +

[2] لوقا کی بابت مفتاح الکتاب مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۴۱ و ۲۴۴ میں لکہا ہے لوقا کا وطن انطاکیہ تہا اور وہ پیشہ طبابت کا کام کرتا تہا۔ بعضوں نے ایسا گمان کیا ہے کہ وہ عیسی مسیح کے ستر شاگردوں میں سے تہا۔ لیکن اُسکی انجیل کے دیباچہ میں اُنکا یہ گمان نادرست معلوم ہوتا ہے۔ وائسن کی چوتھی جلد رسالہ الہام (بقیہ صفحہ ۲۶۲ پر)

اعمال۵ کو جو لوقا کی تصنیف مان لیں
الہام سے کبھی اُسے کہنا روا نہیں

میں جو ڈاکٹر بنسن کے پارافریز یعنی تفسیر سے لیا گیا ہے یوں لکھا ہے کہ لوقا کا الہام سے نہ لکھنا اس سے ظاہر ہے جو خود دیباچہ میں لکھا ہے انتہے یعنی اگر لوقا کو الہام ہوتا۔ تو دیباچہ کے شروع میں یہہ نہ لکھتا کہ جس طرح اُنہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے ہم سے روایت کی ہے مجھے بھی مناسب جانا کہ سب کو سرے سے صحیح طور پر دریافت کر کے تیرے لئے اے بزرگ تھیوفلس یہہ ترتیب لکھوں کیونکہ الہام کے بعد روایتوں کو صحیح طور پر دریافت کر کے لکھنے کے کچھہ معنے نہیں ہیں اور علماء پرٹسٹنٹ کا یہہ کہنا کہ لوقا نے یہ انجیل پولوس کو سنائی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ اگر وہ سنا لیتا تو ضرور اپنی انجیل کے دیباچہ میں اس بات کا بھی ذکر کرتا جہاں اُسنے اعتبار پیدا کرنے کے لئے اُنہی عبارت لکھی کہ خود دیکھنے والوں اور کلام کے خادموں سے تحقیق کر کے لکھا ہے۔

سلہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ اعمال لوقا ضرور لوقا ہی کی تصنیف ہے اور اگر ہو بھی تو وہ بھی غیر الہامی اور نامعتبر ہے اور اس لئے اُسکے اندر جو پولوس وغیرہ کے حالات اور معجزات لکھہ رکھے ہیں وہ بھی قابل اعتبار نہیں۔ اور جب وہ قابل اعتبار نہ ہوئے تو پولوس وغیرہ کا رسول ہونا بھی ثابت نہوا۔ اور جب وہ رسول ثابت نہ ہوئے۔ تو اُن کی تحریریں آپ غیر الہامی ہوگئیں ....

لوقا نہیں ہے آپ حواری نہ لا کلام
جو اُس کا ہے کلام کلامِ خدا نہیں
اُس کا کلام جب نہ کلامِ خدا ہوا
رتبہ یقین کا اُسے دینا روا نہیں
باقی جو ہیں خطوط وہ ہیں سب یہ ایکھوئیٹ[1]
الہام سے کسی نے کبھی خط لکھا نہیں

[1] اول تو اُن خطوط کا کچھ ثبوت نہیں کہ ضرور انہوں نے ہی لکھے جن کی طرف منسوب ہیں اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تاہم الہامی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عیسائی اس امر کے قایل ہیں کہ نبیوں کی سب تحریریں الہامی نہیں ہوتیں۔ دیکھو ہدایت المسلمین صفحہ ۱۲۶ میں پادری عماد الدین کا اعتراف کہ یہہ ہمارا سچا اور درست عقیدہ ہی پس جب سب تحریریں الہامی نہیں ہوتیں تو یہہ خطوط جو سیج کے طور پر پولوس وغیرہ نے لکھے ہیں کیسے الہامی اور کلام الٰہی ہو سکتے ہیں ہم نے آجتک کسی نبی کی نسبت نہیں سنا کہ اُس نے چٹھیاں بہی الہامی لکھی ہوں پہر کیا یہہ الہامی کلام کی طرز ہی کہ یہہ باتیں کو خداوند نہیں میں کہتا ہوں (۱ قرنتی ۷ باب ۱۲) اور یہہ کہ اے نادان گلتیو کس کی جادو بہری آنکھوں نے تمہیں مارا (گلتی ۳ باب ۱) اور یہہ الہام پکار رہا ہے کہ وہ لبادہ جسے میں نے تروس میں چھوڑا لیتے آو (طیطاوس ۴ باب ۱۳) عبرانیوں کے نامہ کا مصنف تاحال معلوم نہیں تو بہی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۴ پر)

ہیں یہ جو مکاشفات سراسر ہیں مہملات
آئی کسی کی وہ تو سمجھ میں ذرا نہیں

اسکو الہامی کتب میں شمار کیا ہے چنانچہ اس خط کے اوپر یوحنا کے مصنف کا نام درج نہیں صرف اسیقدر لکھا ہے۔ [illegible] کا خط [illegible] یوسیبس مورخ اپنی تاریخ کی چوتھی کتاب کی پچیسویں باب میں نقل کرتا ہے کہ اریجن نے پانچویں باب شرح انجیل یوحنا میں لکھا ہے کہ پولوس نے تمام گرجوں کو کچھ لکھکر نہیں بھیجا اگر بعض کو جو لکھا تو بھی دو چار سطر عبارت۔

وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ میں لکھتا ہے کہ ڈاکٹر [illegible] اور پروٹسٹنٹ کہتے ہیں کہ نامجات میں سب کا کلام پاک نہیں اور چند جزوں میں اسکی غلطی کی وجہ سے عجیب اور قابل غور بات یہ ہے کہ اعمال ۱۳ باب سے ۲۸ باب تک میں پولوس رسول کے سب احوال و اعمال کی خبر ہے لیکن پولوس کا وہ سب حال جو پولوس کے خطوں میں مندرج ہوئے بلکہ ان خطوط کو لکھنے کا بھی ذکر ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ سب خطوط پولوس ہی کے لکھے ہیں کتاب اعمال سے ثابت نہیں ہے مثلاً انطاکیہ میں اسکا پطرس سے مباحثہ۔ اسکی منادی المرقوم میں وغیرہ وغیرہ۔

لٹ [illegible] مورخ اپنی تاریخ کی ساتویں جلد کے ۲۵ باب میں لکھتا ہے کہ دیونیسیس کہتا ہے کہ بعض نے ہم سے پہلے تمام کتاب مشاہدات کو علیحدہ کر دیا اور اس کے رد میں کوشش کی ہے کہ یہ بے معنے اور بے عقلی (بقیہ حاشیہ ۲۶۵ صفحہ پر)

کہتے ہو کس زبان سے ہے تحریف یہہ کتاب
لاودیقیہ کے خط کا غائب پتا نہیں

اور یہ ہماری جناب جہالت کا ہے نشتے۔ چنانچہ اُس کے مضامین سے خود ظاہر ہے بطور نمونہ دیکھو مکاشفات یوحنا ۱۲ باب میں ہے اور بڑا نشان آسمان پر نظر آیا ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوئے اور چاند اُس کے پاؤں تلے اور اُسکے سر پر بارہ ستاروں کا تاج (۲) وہ عورت حاملہ تھی اور درد سے چلاتی اور تڑپتی تھی۔ معلوم نہیں کہ وہ عورت کون سی تھی جو آسمان پر چلی گئی اور سورج کو سر پر اوڑھے تھی اور یہہ حمل کس کا تھا جس نے آسمان پر جا کر ایسی بہادری کی۔ یا روح القدس کی عنایت ہوئی یا کسی فرشتہ کی تخم ریزی کا نتیجہ تھا۔ غرضکہ ساری کتاب میں ایسے ہی مہملات بیہودہ بھرے ہیں جن کی اوٹ پٹانگ تفسیریں کی جاتی ہیں۔

کلسیوں کے ۴ باب ۱۶ میں ہے جب یہہ خط تم میں پڑھا جاوے تو ایسا کرو کہ لاودیقیہ کی کلیسیا میں بھی پڑھا جاوے۔ اور لاودیقیوں کا خط تم بھی پڑھو۔ یہیں یہہ لاودیقیوں کا خط جو خدا کا بھیجا کس قدر ضروری تھا جس کی پڑھنے سے پولس مقدس نے تاکید کی مجموعہ عہد جدید میں شامل نہیں ہے۔ قرنتی ۱ باب ۹ میں ہے کہ میں نے خط میں تم کو لکھا۔ کہ تم حرام کاروں میں مت ملو یہہ خط بھی انجیل سے غائب ہے اور افسیوں کے نام کا پہلا خط جس کا ذکر افسیوں کے ۳ و ۴ میں ہے وہ بھی اس مجموعہ انجیل میں شامل نہیں۔

داخل[1] ہوئی جو آیت تثلیث بعد میں
قایم یہ اصل پھر اُسے کہنا روا نہیں

تحریر سب جو نبیوں کی الہام سے نہیں
انجیل بھی تمام کلام خدا نہیں

ایمان حواریوں کا جو ثابت نہیں ہے کچھ
لکھنے کا اعتبار بھی اُن کے ذرا نہیں

عیسائیو تمہاری ہے انجیل کا یہ حال
فکرِ نجات اس پہ تمہیں مطلقا نہیں

افسوس زندگی کو یہ برباد کر رہے
کچھ تم کو خوف مالک روزِ جزا نہیں

سر پہ اجل کھڑی ہے کہاں تک یہ مکر و جعل
اللہ سے تم ڈرو کہ ہمیشہ بقا نہیں

---

[1] تین ہیں جو آسمان پہ ہیں - باپ بیٹا روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں (نامہ اول یوحنا ۵ باب ۷) یہ الفاظ کسی قدیم نسخہ میں نہیں ملتے کسی تثلیث گر نے داخل کر دیئے -

بقیہ ریمارک

اور یہہ جو پادری عماد الدین کہتے ہین کہ مسلمان لوگ آن حضرت م کی تواریخ صرف قرآن سے بیان نہیں کر سکتے ہم لوگ کلام الٰہی سے بیان کر سکتے ہین۔

اگر پادری عماد الدین کو شرم ہو۔ تو چلّو بھر پانی میں ڈوب مرے ہم لوگ اگر احادیث نبویہ سے بالکل قطع نظر کریں تو صرف قرآن شریف سے آنحضرت م کی ضروری سوانح عمری مفصل بیان کر سکتے ہیں۔ جس سے آنحضرت صلعم کی نبوّت آفتاب نصف النہار سے واضح تر دنیا پر ثابت کر سکتے ہیں۔ سارا قرآن شریف آنحضرت م کی حالات زندگی ہو بہو ہے۔ جس کو سو رخانہ طور پر بھی علماء نصاری اور غیر قومیں دنیا بھر کی کتابوں سے بڑھ کر قابل اعتبار سمجھ سکتے ہیں۔

لیکن عیسائیوں کا حال بہت بُرا ہے۔ کہ کوئی کتاب حضرت عیسیٰ ع کی تصنیف یا اُن کے وقت کی اُن کے پاس ہرگز نہیں ہے۔ جس سے حضرت مسیح ع کے حالات مثل سرور کائنات

کے واقعات کے یقینی اور قطعی طور پر قابل وثوق معلوم ہو سکیں
ہمارے رسول کریم صلعم دنیا میں ایک الہی کتاب چھوڑ گئے
ہیں۔ جو ہم لوگوں کو آنحضرت صلعم کے مفصل حالات کے
دریافت ان کی نبوت و رسالت کے ثبوت۔ تمام امور معاش
و معاد کے لئے کافی و بکتفی ہے (حسبنا کتاب اللہ)۔
قرآن شریف ایک ایسا اعلی درجہ کا کوڈ ہے جس کی نسبت
مسٹر گبن جیسا اول درجہ کا مورخ قایل ہے کہ وہ اوقیانس
سے گنگا تک مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔ یہہ نہیں۔ کہ اس میں
صرف فقہی مسایل ہوں۔ بلکہ قوانین دیوانی و فوجداری اور
اور مضامین بھی اس میں درج ہیں الخ*
لیکن عیسائیوں کے پاس ایک جزو کی کتاب بھی نہیں۔
جو حضرت مسیح ؑ پر نازل ہوئی ہو۔ یا انہوں نے خود تصنیف
کرکے چھوڑی ہو۔ اور ان اناجیل اربعہ پر جو پانی پتی صاحب
بھروسا کرتے ہیں یہہ ان کی سخت غلطی ہے۔ یہہ انجیلیں
تو مسلمانوں کی حدیثوں کے برابر درجہ نہیں رکھتیں۔ بلکہ
احادیث اسلام کو اناجیل پر بدرجہا فضیلت ہے۔ کئی وجوہ سے:
(۱) احادیث کا سلسلہ اسناد موجود ہے۔ لیکن ان اناجیل

کا کوئی سلسلہ اسناد موجود نہیں جس سے ثابت ہو کہ ضرور یہ اناجیل حواریوں کی تصنیف سے ہیں۔

(۲) عیسائیوں کے پاس ان اناجیل اربعہ کے سوائے اور بھی کئی کتابیں انجیل کے نام سے موجود ہیں جو اوائل زمانہ مسیحی میں تصنیف ہوئیں۔ عیسائیوں کے پاس بجز خواہ مخواہ کلیسیا کی تسلیم کر لینے کے اور کوئی دلیل نہیں۔ جس سے ثابت ہو کہ یہ اناجیل اربعہ تو الہامی ہیں۔ اور باقی اناجیل موضوعات کا توده انبار لیکن مسلمانوں میں موضوعات اور صحیح احادیث کی شناخت کے لئے قواعد موجود ہیں۔ جن کو عقل سلیم بلا تامل تسلیم کر سکتی ہے۔

(۳) اناجیل موجودہ میں سے بھی کوئی فرقہ کسی حصہ کو نہیں مانتا کوئی کسی کو نہیں مانتا۔

(۴) ان اناجیل میں مصنف کا نام نہیں نہ تصنیف [illegible] اس طرح سند ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ یہ کتابیں اُن حواریوں کی نہیں بلکہ اور مجہول الاسم اشخاص کی ہیں۔

(۵) اہل عرب کی یادداشت اور حافظہ تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے۔ پس اُن کی یادداشت پر بھروسا ہو سکتا ہے

لیکن حواریوں کے حافظہ اور یادداشت کے قوی ہونے کی نسبت کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

(۵) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نہایت صادق اور امین گذرے ہیں اور اُن کی ایمانی طاقت بڑی زورآور تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے رسول کریم ؐ پر اپنی جانیں فدا کردی ہیں اور آنحضرت صلعم کو نہ چھوڑا۔ بخلاف حواریان مسیح ؑ کے۔ پس جو کچھ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھیں گے۔ اُس میں وضع واختلاق کا دخل ہو نہیں سکتا۔ لیکن حضرت مسیح ؑ کے حواری ایمانی طاقت میں نہایت کمزور اور بڑے ضعیف الایمان جا بجا غلطیاں اور ٹھوکریں کھانے والے تھے۔ پس اُن کی باتوں کا چنداں اعتبار نہیں ہو سکتا۔

(۶) انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح ؑ کے حواری نہایت کم فہم تھے۔ حضرت مسیح ؑ تمثیلوں سے اُن کو سمجھایا کرتے تاہم اُن کے فہم شریف میں بہت کم آیا کرتا۔ پس جو لوگ ایسے کم فہم ہوں اُن کی تحریر قابل اعتماد نہیں ہو سکتی۔

(۸) انجیل کی نسبت نامہ وغیرہ میں فاش غلطیاں ہیں جن کو

علماء نصاریٰ خود تسلیم کرتے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے
کہ باقی واقعات کی تحریر میں انہوں نے غلطیاں نہ کی ہوں
(۹) ان اناجیل میں کئی جگہ شدید اختلافات ہیں۔ جنکا ہرگز
تطابق نہیں ہوسکتا۔ پس ان کا الہامی ہونا تو ایک طرف رہ
گیا۔ اُن کو معمولی واقعات کے لئے بھی قابل احتجاج نہیں سمجھ
سکتے۔ بخلاف اس کے ایک طبقہ کی دو حدیثوں میں مطلق
اختلاف نہیں ہے۔ جس سے اظہر من الشمس ہے کہ احادیث
کا درجہ اناجیل سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔
(۱۰) مسیح ؑ کے احوال و اقوال کے ناقل مریم اور یوسف نجار
اور شاگردان مسیح ؑ تھے۔ پس اُن کی شہادت مسیح کے بارہ
میں چنداں اعتبار نہیں رکھتی۔
(۱۱) مسیح ؑ کے حواری صرف بہ طمع دنیاوی ایمان لائے ہوئے
تھے۔ یعنی اُن کو امید تھی۔ کہ مسیح ؑ موعود یہی ہیں جو عنقریب
ساری دنیا کے بادشاہ ہوں گے۔ تو ہم اسوقت بارہ تختوں
پر بیٹھ کر حکومت کریں گے۔ اور بادشاہت سے حصہ لیں گے
پس اس لالچ سے حضرت مسیح ؑ کی تعریف میں طومار کے طومار
باندھ دیئے۔ اور ایک بندہ بشر کو خدا بنا دکھایا۔ بقول

شخصے۔ کہ پیراں نمے پرند۔ مریداں مے پرانند۔

(۱۲) ان اناجیل کے مطالب و مقاصد کتب سابقہ اور قانون قدرت کے صریحاً برخلاف ہیں۔ پس یہہ ہرگز قابل اعتقاد نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد صفحہ ۱۵ میں پانی پتی صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے سوائے یہہ سب محدث لوگ الہامی شخص بھی نہ تھے۔ اگر نبی ہوتے۔ تو الہام کے ہی بھروسے پر۔ اُن کی بات مقبول ہوتی

حاشیہ چنانچہ کتب سابقہ میں تثلیث کا کہیں اشارہ تک نہیں۔ نہ انبیاء سابقہ میں سے کسی نبی نے تثلیث کی تعلیم دی نہ اہل یہود جو توریت کے حامل اور وارث کتاب ہیں تثلیث کے قایل ہیں۔ مگر انجیل میں عہد عتیق کے برخلاف خدا کی ذات وحدہ میں تثلیث قایم کر دی ہے۔

پھر قانون فطرت چاہتا ہے۔ کہ برائی کا بدلہ برائی ملے۔ اور نیکی کا بدلہ نیکی۔ اور یہی کتب سابقہ میں تھا اور یہی عقل بھی چاہتی ہے۔ لیکن انجیل کے رو سے نیکی اور بدی کا کچھ پھل مل نہیں سکتا۔ اعمال صالحہ فضول۔ بدی معاف۔ مفت میں نجات۔ اور سب لغویات بھر رکھے ہیں۔ جن کو عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔ فتفکروا یا اولی الالباب ؎

پادری صاحب کو یہہ بات لکھتے شرم تو نہ آئی ہوگی۔ حضرت!
لوقا اور مرقس کب الہامی شخص تھے۔ جن کی کتابیں آپ
لوگوں نے عہد جدید میں جزٔ رکھی ہیں۔ پس انہوں نے جو
حالات باقی انجیل نویسوں سے زاید لکھے ہیں۔ اُن کو آپ
کس طرح معتبر قرار دیتے ہیں؟ پھر متی اور یوحنا بھی ہرگز
نہ رسول ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور نہ اُن کی کتابیں بسند
صحیح اُن تک پہونچتی ہیں۔ نہ طرز تحریر سے اُن کی تصنیف معلوم
ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے۔ پھر ان حواریوں
کے ایمان کی کمزوری سمجھ کی کمی بے وقعتی۔ اور کم مائیگی
ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اُن کی تحریر کا کچھ بھی لحاظ
کیا جائے۔

اور یہہ جو آپ لکھتے ہیں۔ کہ عیسائی مذہب کی بنیاد
صرف ایک کتاب ہے یعنی بائیبل جس میں ۶۶
کتابیں درج ہیں وہ سب کتابیں رسولوں اور پیغمبروں
نے اپنے ہاتھ سے (قلم) اٹھا کر لکھیں اور اپنے جیتے جی اُن
کو رواج دیا ہے الخ۔

شاید آپ کو خواب میں وہ یہہ کہہ گئے ہوں گے۔ کہ اُن

کتابوں کو ہم نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔ ورنہ ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ یہہ کتابیں ہرگز اُن شخصوں کی تصنیف نہیں ہیں۔ جن کی طرف منسوب ہیں۔ چنانچہ دشمنوں اور دوستوں کا اسپر اتفاق ہے۔

کتاب استثنا ۳۴ باب میں جو حضرت موسیٰؑ کی وفات کا ذکر ہے۔ شاید حضرت موسیٰؑ دوبارہ جنم لیکر اپنی وفات کا حال اپنے ہاتھ سے لکھ گئے ہونگے۔

پھر کتاب خروج ۱۶ باب ۳۲ میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل جب تک کہ وے کنعان میں آئے منّ کھاتے رہے انتہی حالانکہ حضرت موسیٰؑ بالاتفاق از روئے اُسی کتاب کے بنی اسرائیل کے کنعان میں پہونچنے سے پیشتر وفات پاچکے تھے۔

پس اگر حضرت موسیٰؑ اس کتاب کو اپنے ہاتھ سے قلم اُٹھاکر لکھتے۔ تو اس میں کبھی ایسا ذکر مندرج نہ ہوتا۔ جو اُن کی وفات سے بعد کا ہے۔ ایسا ہی کتاب شمار ۳۲ باب ۴۱۔ اور استثنا ۳ باب ۱۴۔ اس میں اُن شخصوں کا نام موجود ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ کے بعد ہوئے۔ اور

نہ صرف حضرت موسیٰ کی کتابوں میں بلکہ قریباً تمام کتب
بائبل کا یہی حال ہے۔ کہ ہرگز کوئی کتاب قطعی طور پر ثابت
نہیں ہو سکتی۔ کہ جس شخص کی طرف منسوب ہے۔ ضرور
اسیکی تصنیف سے ہے۔ چنانچہ تمام عیسائی لوگ اس بات
کو مان کر مجبوراً قایل ہو گئے ہیں۔ کہ گمان غالب ہے۔ کہ
شاید فلان شخص نے ترمیم کی ہو۔ یا فلان شخص نے اصلاح
کی ہو۔ پس پادری عمادالدین صاحب کا یہہ کہنا کہ
ہماری کتابیں رسولوں اور پیغمبروں نے اپنے ہاتھ سے
قلم اٹھا کر لکھی ہیں۔ جو ہم کو دست بدست پہونچیں۔ معلوم
نہیں۔ کہ وہ ایسا خواب میں کہہ رہے ہیں۔ یا بیداری
میں ؟

اگر پادری جی کے ایمان کی کتابیں رسولوں اور پیغمبروں نے
اپنے ہاتھ سے قلم اٹھا کر لکھی ہوتیں۔ اور روح القدس
کی مدد رسولوں کے شامل حال ہوتی۔ تو عیسائیوں کو بائبل
کی نسبت اپنا عقیدہ اس طرح چھپوا کر کیوں مشتہر کرنا پڑتا ؟
مشہور مقولہ ہے۔ کہ بائبل خدا کا کلام ہے۔ لیکن بائبل ساری
خدا کا کلام نہیں۔ جو لوگ اس حال کو قبول کرتے ہیں۔ وہ

کہتے ہیں۔ کہ پاک نوشتوں میں الٰہی الہام کا بیان ہے اور اُن کے مصنف روح القدس سے ملہم ہوئے۔ لیکن اُن کا الہام صرف تعلیم تہذیب[1] خصوصاً ایمان کی باتیں درج کرنے میں تھا۔ وہ ضروری نہیں سمجھتے۔ کہ بائیبل کا ہر ایک بیان ہر ایک عبارت۔ اور الفاظ کو الہامی سمجھا جائے وہ یقین نہیں کرتے۔ کہ ہم پر فرض ہے کہ ہم بائیبل کی ہر ایک علمی بیان کو سچا اور صحیح تصور کریں۔ اُن کے خیال کے مطابق یہہ ہو سکتا ہے۔ کہ موسیٰ ؑ وغیرہ نے غلطیاں کی ہوں۔ انتہے ملخصاً (نور افشاں لودیانہ مطبوعہ ۲۲ جولائی ۱۸۸۲ء نمبر ۳۰ جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۸)۔

یہہ راے ہے علماء نصاریٰ کی جو انہوں نے مجبور ہو کر بائیبل کی نسبت قرار دی۔ لیکن ہمارے نزدیک اس امر کا قائل ہونا بہت آسان تھا۔ کہ یہہ کتابیں ہی اُن رسولوں کی تصنیف نہیں۔ جن کی طرف منسوب ہیں۔ بہ نسبت اس کے

---

[1] بھلا صاحب اب تعلیم و تہذیب کے سوائے باقی باتوں کا کیا اعتبار رہا۔ جو مصنفوں کا جی چاہا رطب یابس ہانک دیا۔

کہ ان رسولوں کو روح القدس سے مستفیض سمجھکر پھر غلطی کے وقوع کا امکان اُن کی نسبت تجویز کیا جائے۔ ہمارے خیال میں ہرگز الہامی کلام میں غلطی کا وقوع ممکن ہی نہیں اگر الہی الہام میں بھی اغلاط کا وقوع مان لیا جائے۔ تو پھر دنیا میں کس کلام پر اعتبار ہوسکتا ہے؟

پس جبکہ عیسائیوں کو اپنی ایمان کی کتابوں میں غلطیوں کا اقرار کرنا پڑا تو سوائے اس کے اور کوئی باعث نہیں۔ کہ یہہ کتابیں ہی ہرگز رسولوں اور پیغمبروں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ پس ہرگاہ کہ عیسائی مذہب کی بنیاد ۲۶ کتابوں کا یہہ حال ہے۔ اور اُسکی نسبت علماء نصارا کا یہہ خیال ہے۔ تو اب پادری صاحب خود ہی فیصلہ کرلیں کہ اُن کے ایمان کی بنیاد ریت پر قایم ہے یا نہیں؟۔

ہم اپنے محدثین کو بھی تو بلاشبہ نہیں کہتے۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ متی اور مرقس اور لوقا وغیرہ سے بدرجہا معتبر اور اعلے درجہ کے سچ بولنے والے اور خاندانی اور شریف آدمی تھے۔ اور اُن کی کتابیں بسند متصل اُن تک پہونچتی ہیں۔ اور اُن کتابوں میں جو احادیث اُنہوں نے

مروی کی ہیں۔ وہ بھی کامل اور متصل سلسلہ اسناد کے ساتھ
آنحضرت صلعم اور صحابہ رضہ تک جا پہنچتی ہیں۔ اور دنیا میں ہرگز
کوئی کتاب اُن کے برابر اعتبار نہیں رکھتی۔ چنانچہ اس
امر کی نسبت کہ جامعین احادیث اپنے کام میں راستباز اور
دیانت دار تھے۔ سر ولیم میور صاحب وغیرہ کا قول
بھی پیچھے درج کر چکے۔ پھر ہم یہہ بھی لکھ چکے۔ کہ یہہ محدثین
اپنے راویوں کے پرکھنے اور احادیث کے جانچنے میں اس قدر
سعی کرتے تھے کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اور علم اسماء
الرجال کی فضیلت وغیرہ کی بات بھی بیان کر چکے۔ بخلاف
اس کے انجیل کے مصنفین کا حال بھی کسی قدر بیان کر چکے
یہہ بھی ذکر کر چکے۔ کہ اناجیل کی طرز تحریر سے ہرگز معلوم نہیں
ہوتا۔ کہ اُن شخصوں کی تصنیف ہیں جن کی طرف یہہ اناجیل
منسوب ہیں۔ پھر اُن کا متصل سلسلہ اسناد بھی ہرگز
پایا نہیں جاتا۔ اُن کے مصنفین کی کمزوری ایمان (دیکھو فصل ۱۶
باب ۱۴) (متی ۱۶ باب ۲۳) اور بے سمجھی اور کم مائگی کا حال
بھی کسی قدر بیان کر چکے۔ اب پادری عماد الدین صاحب
خود سمجھہ لیں کہ اس کارخانہ اور اس کارخانہ کی بنیاد

کس قدر فرق ہے ؟ ۔

افسوس ہے کہ پادری عماد الدین صاحب اس بات کو بھی بھول گئے ہیں کہ دنیا کی تواریخ کا متصل سلسلہ چلتا ہی اہل اسلام سے ہے ۔ ہندوستان تو کیا ساری دنیا میں کوئی ملک بھی نہیں جس کی تواریخ مسلمانوں کے وجود سے پیشتر مسلسل پائی جاتی ہو ۔ خود عرب کی قدیم تواریخ یعنی جو آنحضرت صلعم سے پیشتر کے واقعات ہیں ۔ وہ بھی اور اقوام کی طرح افسانہ و حکایات ہی ہیں ۔ مگر آنحضرت صم کے وجود مبارک نے دنیا کے تواریخی سلسلہ میں ایک عجیب انقلاب پیدا کر دیا حضرت صم ہی کے وجود مقدس سے دنیا کو واقعات عالم کے صحیح صحیح لکھنے ۔ اور علم تواریخ صحیح اصول پر قایم کرنے کا خیال پیدا ہوا ۔ ورنہ ساری دنیا کی تواریخ ایسا دھندلی اور ظلمانی حالت میں تھی ۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کو آنحضرت صم کے جزوی جزوی حالات مقدسہ کے دریافت کرنیکا دلی شوق تھا ۔ پس جب کہ انہوں نے نہایت تحقیق و تنقید سے ثقات ۔ رواۃ سے آنحضرت صم کا حال دریافت کرکے

لکھ لیا - اور آپ کے کلام فیض التیام کو سربسر جمع کر لیا - تو یہیں سے سلسلہ تواریخ کو آگے متصل اور متواتر قایم رکھنے کی بنیاد پڑ گئی اور اُس وقت سے جہاں جہاں مسلمانوں کا قدم پڑا - وہاں کے جزوی و کلی حالات اُنہوں نے لکھ لئے اور مسلمانوں کو دیکھ کر باقی اقوام کو بھی سلسلہ تواریخ کے قایم کرنے کا خیال پیدا ہو گیا - اور علم تواریخ اُس کاملیت کے درجہ کو پہونچ گیا - جس پر کہ وہ اب ہے -

چنانچہ مشہور مورخ لیتھرج صاحب اپنی مختصر تواریخ ہند کے صفحہ ۴۴ میں مسلمانوں کے حالات بیان کرنے سے پیشتر لکھتے ہیں - کہ

اب ہم تاریخ ہند کے اُس زمانہ میں پہونچے ہیں جس میں مسلمانوں نے ہند پر حملے کر کے اُسکو فتح کرنا شروع کیا اُس زمانہ سے تاریخ برابر مفصل اور واضح پائی جاتی ہے کیونکہ مسلمانوں کو علم سیر و تواریخ کا ہمیشہ سے شوق رہا ہے - اور ہر عہد کے اندر اُن میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص نکل آیا تھا - جو اپنے زمانہ کے واقعات کو قلم بند کر کے تاریخ کا سلسلہ قایم رکھتا تھا - انتہے -

پھر اُسی کتاب کے صفحہ ۴۴۳ میں مسلمانوں کے علم ادب کے بیان میں لکھا ہے۔ کہ ہند کی تصانیف میں مسلمانوں کے حملہ کے بعد ایک عجیب تغیر و تبدل دیکھنے میں آتا ہے یعنی اس سے پہلے تو ہند میں کتب تواریخ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر مسلمانوں کے حملہ کے بعد تاریخ کی کتابیں کثرت سے اور بہت عمدہ عمدہ تصنیف ہو گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کتب تاریخ کی تصنیف کا شوق ہند کے مسلمانوں میں اہل عرب سے آیا تھا۔ اور اہل عرب کی یہہ کیفیت ہے۔ کہ جس وقت یورپ میں زمانہ جہالت و تاریکی ختم ہونے پہ آیا اُس وقت دنیا میں یہی قوم علم کی تلاش و تحقیق میں خاص کر سرگرم تھی۔ اور علم ادب کی کتابیں تو اُس سے بھی بہت پہلے عربی میں عمدہ عمدہ لکھی جا چکی تھیں۔ غرض ہند کے فارسی علم ادب کو عرب کے چشمہ علم و فضل سے بڑا فیض پہونچا۔ انتہے۔

پھر بھی ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ اور مخدوم میمنت لزوم کی ایک اعلے درجہ کی برکت سمجھنی چاہیئے۔ کہ اُن کے وجود مبارک سے ایک ایسا

اُن میں سے بڑھکر دنیا کے لئے کوئی زیادہ ضروری فن نہیں
صحیح اصول پر مبنی اور تواریخ کا سلسلہ مسلسل قائم ہوا۔
بات یہ ہے کہ چونکہ پروردگار عالمین کو آنحضرت صلعم کا
دین مبارک قیامت تک قائم رکھنا منظور تھا۔ اس لئے آپ
کے صحابہ رضوان اور اُمت کو علم تواریخ کے صحیح اصول پر
قائم کرنے اور متواتر سلسلہ جاری رکھنے کا شوق دل
میں ڈال دیا تاکہ آپ کے زمانہ کے واقعات اور احادیث
فیض سمات میں کبھی کسی نوع پر شک و شبہ کی گنجائش
نہ رہے اور یہ بھی آپ کے دین متین کے وجوہ
بے نظیری میں سے ایک بڑی وجہ ہے۔ ذالک فضل اللہ
یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۔

برخلاف اس کے حضرت مسیح ؑ کا دین چونکہ خدا
کو ہمیشہ کے لئے رکھنا منظور نہیں تھا۔ اس لئے ان کے
زمانہ کی تواریخ اور واقعات میں سخت درجہ کا اختلاف
اور گڑبڑ پڑ گیا۔ اول تو اس انجیل کا پتہ نہیں لگتا۔ جو
خود حضرت مسیح پر نازل ہوئی تھی۔ اور جس کا پتہ اناجیل
مروجہ سے ملتا ہے۔ پھر جب عیسائیوں پر قسم قسم کی سختیاں

اور حوادث پیش آنے کی وجہ سے انہیں حادثات میں اصل
انجیل جاتی رہی[1] - تو عیسائیوں کو فکر پڑ گیا - کہ اب اصل انجیل
تو جاتی رہی - اگر لوگوں کو کوئی کتاب دکھائیں - اور کس طرح
راہ پر لادیں تو پھر لگیں بے شمار جعلی اناجیل تالیف ہونے
چنانچہ بیسیوں انجیلیں تالیف ہوئیں - جن میں کسی قدر تو
حضرت مسیح کے اصلی حالات و منقولات تھے - جو اُن کو
زبانی یاد رہ گئی - باقی سنی سنائی باتیں درج کر کے
حواریوں کی طرف منسوب کر دی گئیں - پھر کسی زمانہ
میں کسی قدر تعداد صحیح مانی گئی - کسی زمانہ میں کسی قدر
حتے ایں کہ ہوتے ہوتے - پرکھتے پرکھاتے اس آخری
زمانہ میں چار اناجیل اور چند نامجات پر اتفاق کیا گیا - اور
اُن میں بھی اس قدر غلطیاں اور باہمی اختلافات شامل ہیں

---

[1] اصل انجیل کے کھوئے جانے کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ لوگوں نے اضطراب کی
حالت میں بہت سی جعلی انجیلیں تالیف کیں - اگر اصل انجیل دنیا میں موجود
رہتی - تو جعلی اناجیل بنانے کی ضرورت کیا تھی - ؟ - اور ان اناجیل
کو کوئی کیسے مان سکتا تھا -

کہ عقل سلیم پر فوراً اُن کا جہل کھل جاتا ہے - چنانچہ خود
عیسائیوں کو بھی چار و ناچار اصل بات کی طرف آنا پڑا -
اور کسی قدر حصہ اُن کا الہامی اور کسی قدر غیر الہامی ماننا
پڑا - جیسا کہ واقع میں وہ ہیں - فتفکروا یا اولی الالباب -
اور وہ جو پادری عماد الدین صاحب اپنی تواریخ محمدی کے
صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہیں - کہ محمدی رسالت کا ثبوت جس کا
ذمہ وار حقیقت میں قرآن کو ہونا لازم تھا - اور
وہ اپنے اندر نہیں رکھتا - اس کے ذمہ وار محدث
لوگ ہی بنے ہیں اور اُس کی نبوت کے ثبوت کے
دلایل اپنی حدیثوں میں ایک مدت مدید
کے بعد اُنھوں نے قلم بند کئے ہیں الخ
حضرت سلامت اول تو ہم آپ کو صاف صاف کہتے ہیں
کہ آنحضرت صلعم کی نبوت کے اثبات کے لئے کسی بیرونی شہادت
اور ایک بھی حدیث کی ضرورت نہیں ہے - صرف قرآن
شریف سے آنحضرت صلعم کی مفصل سوانح عمری اور ہزارہا
دلایل نبوت ثابت ہو رہے ہیں - کیا ایک محض اُمی شخص
کا تمام فصحاء عرب کی تحدی تمام کر دینا نبوت کا اعلیٰ ثبوت

نہیں ہے۔ اور پھر کیا ایک ان پڑھ آدمی کا علوم اوّلین و آخرین ایک مختصر سی کتاب میں مفصل بیان کر دینا ایک زبردست معجزہ نہیں ہے۔ بن پڑھے تمام انبیاء کے صحیح صحیح حالات جزئیات تک بتا دینا نبوت کا بڑا نشان نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی کتاب قرآن شریف سے کسی صداقت کا باہر نہ رہ جانا خارق عادت نہیں ہے۔ اپنی کامیابی و نصرت اور دشمنوں کی شکست و ہزیمت پر ہزارہا پیش گوئیاں کرنا فوق العادہ امر نہیں ہے۔ وعدہ کی زمین کے ملنے اور صحابہ رضؓ کے استخلاف فی الارض وغیرہ کی پیشین گوئی کرنا رسالت کی آیت بیّن نہیں ہے۔

قرآن شریف سارا ہی سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا نشان ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن شریف کے ہر ہر فقرہ کو اللہ تعالےٰ نے آیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ قرآن شریف کی ساری آیتیں آنحضرتؐ کی نبوت کی آیات بینات ہیں ؟ کیوں ؟ ایک اُمی شخص سے ایسا خارق عادت کلام نبوت کا نشان نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے ؟۔

پھر جو کچھ محدثین نے بیان کیا ہے؟ ایسے اعلیٰ اور عمدہ اصول پر انہوں نے اپنی تحریرات کو لکھا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی احتیاط کا رستہ انسان کے لئے ہے ہی نہیں مسٹر لوقا کی مانند نہیں کہ ادھر ادھر سے چند غلط باتیں واقعات سن سنا کر کسی خاص شخص (تھیوفلیس وغیرہ) کے لئے لکھ دیئے۔ محدثین نے تحریر احادیث میں اس قدر محنت اور جانفشانی۔ تحقیق اور تدقیق۔ تنقیح اور تنقید کی ہے کہ کسی انسان کو اُن کی تحریر سے بڑھ کر کوئی قابل اعتماد تحریر مل ہی نہیں سکتی۔ اُنہوں نے اپنی عمریں اسی کام میں بسر کر دیں۔ ساری عمر اُن کی تحقیق و تنقید میں گذر گئی۔ راویوں کے حالات کی دریافت اور جانچ پڑتال میں سفر کی صعوبتیں اٹھائیں۔ ہزار ہا مشقتیں جھیلیں تب کتب احادیث کو جمع کیا۔ جس کی خوبی کی نسبت بعض علماء نصاریٰ کے اقوال بھی مندرج کر چکے ہیں ہم نہیں جانتے کہ ان احادیث سے بڑھ کر کسی منصف مزاج کے لئے اور کونسی تحریر قابل اعتماد ہو سکتی ہے؟۔

اگر اس تحریر سے پادری عماد الدین صاحب کا یہ خیال ہے

کہ کمال تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بہت سے
عمدہ عمدہ اور بڑے بڑے معجزات آنحضرت صلعم کے احادیث
نبویہ میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید میں کیوں نہیں بیان ہوئے
تو اس کا جواب یہہ ہے کہ اگر اہل حق بہ نظر انصاف غور
فرما دیں۔ تو بے ساختہ کہہ اٹھیں گے کہ بے شک قرآن مجید
میں کل معجزات کا مذکور نہ ہونا ایک بڑی مصلحت پر مبنی
ہے۔ اور اس سے یہہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس
کلام کا متکلم بڑا دانا اور علام الغیوب ہے۔

بات یہہ ہے کہ جتنے اسلام کے منکر و مخالف ہیں ان
سب کا یہی گمان بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ قرآن مجید آنحضرت
صلعم کا کلام ہے اور اس کتاب مقدس کے آپ ہی
مصنف ہیں۔ پھر جب ان لوگوں کا گمان ایسا ہو تو کیونکر
یہہ مناسب تھا کہ آنحضرت صلعم کے مفصل معجزات قرآن
مجید میں ذکر کئے جاتے۔ کیونکہ اس حالت میں مخالفین
کو زیادہ موجب انکار اور انکار پر اصرار ہوتا۔ جب کہ
مخالفین قرآن شریف ہی کو نہیں مانتے تو اس میں کے لکھے
ہوئے معجزات کو کیونکر مان لیتے۔

کیا اگر قرآن شریف ہی کے اندر معجزات کا ہونا ضرور ہو تو یہود و نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کا معجزہ کیا کم ہے؟ جو اہل کتاب کو لئے بالکل کافی ہے۔ پھر کیا شق القمر۔ معراج۔ حفاظت قرآنی۔ رمی جمار وغیرہ کا معجزہ کم ہے۔ جو صریحاً قرآن شریف میں لکھ رکھے ہیں۔ مگر مخالفین تاویلات سے ان کو ماننا نہیں چاہتے۔ پھر قرآن شریف میں کیا پیشین گوئیاں کم ہیں۔ جن کو منکرین اسلام تاویلات باطلہ سے ٹال رہے ہیں۔ پس اگر اور معجزات بھی قرآن شریف میں مندرج ہوتے تو کیا مخالفین مان لیتے؟ قرآن شریف میں تو اللہ تعالیٰ صاف صاف فرماتا ہے۔ کہ اگر سارے معجزات مطلوبہ بھی کج سرشتوں کو دکھائے جائیں۔ تو بھی ایمان نہ لائیں گے۔

پھر اگر معجزات کا ماننا اس بات پر موقوف ہے کہ قرآن شریف میں مندرج ہوں۔ تو گو قرآن شریف کی اور صریح معجزات کو مخالفین نہ مانیں۔ مگر کم از کم اس بات کو تو ضرور مان سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم سے معجزات وقوع میں آئے؟ کیونکہ اجمالی طور پر تو آنحضرت صلعم کے معجزات کا ذکر قرآن شریف میں بیسیوں جگہ پر ہے۔

دیکھو سورہ آل عمران میں صریح معجزات کا ذکر ہے -
قال اللہ تعالیٰ - کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانھم
وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینات - اللہ ایسی
قوم کو کیونکر ہدایت کرے گا جو یقین کرنے کے بعد منکر ہو گئی
اور شہادت دے چکی - کہ یہہ رسول برحق ہے - اور اُن کو
صریح معجزات مل چکے - پھر اللہ تعالے فرماتا ہے - واذ قال
عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم
مصدقا لما بین یدی من التورات ومبشرا برسول
یاتی من بعدی اسمہ **احمد** فلما جاءھم بالبینات
قالوا ھذا سحر مبین ط اور جب کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ
اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا آیا ہوں - تصدیق
کرتا توریت کی جو مجھ سے پیشتر ہے - اور ایک رسول کی بشارت
دیتا جو میرے بعد آنے والا ہے - اُس کا نام مبارک احمد ہے
ہے - پھر جب وہ (احمدؐ) اُن کے پاس صریح نشان (معجزات)
لے کر آیا تو وہ بولے یہہ صریح جادو ہیں - انتہےٰ
سورہ قمر میں اللہ تعالے فرماتا ہے -

اقتربت الساعة وانشق	وہ ساعت قریب آ لگی - اور

القمر وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر	اُس کا نشان ظاہر ہو چکا - کہ اس نبی کے زمانہ میں چاند پھٹ

گیا (اس طرح قیامت کے دن اجرام سماوی پھٹ جاویں گے ۔
اور جو وہ کوئی نشان دیکھتے ہیں تو اعتراض کرتے ہیں - اور
کہتے ہیں کہ سدا کا جادو ہے (یعنی جس طرح آگے اس نبی سے
انجوبے (معجزے) دیکھتے ہیں ایسا ہی یہہ بھی ایک ہے -

ان آیات سے اجمالی طور پر اتنا اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرت صلعم
سے بینات (معجزات) وقوع میں آیا کرتے تھے - لیکن پر عیسائی
وغیرہ مخالفین نہیں مانتے - اور محض تاویلات باطلہ کرکے ٹال
رہے ہیں - تو اگر رسول کریم صلعم کے اور معجزات قرآن شریف
میں مفصل مندرج ہوتے - تو اُن کو کب مانتے ؟ -
اُن کی نسبت بھی یا تو طرح طرح کی تاویلات باطلہ گھڑ لیتے - یا
اتنا ہی کہکر ٹال دیتے - کہ چونکہ یہہ معجزات محمد صلعم صاحب نے

لہ اگر اس آیت سے قرآن کی آیت مراد ہوتی تو سمجھ آتا - کیونکہ کافر لوگ قرآن شریف
کی آیتوں کو سنتے بھی مشکل تھے - لکھا ہوا دیکھا تو بات ہی اور ہے -

اپنے ڈھب سے اپنی کتاب میں لکھ دیئے ہیں۔ اس لیئے قابل اعتبار نہیں۔ ہاں اگر کوئی اور شخص اُن کی معجزات کی نسبت گواہی دیتا۔ تو ہم مان لیتے۔

اسی وجہ سے حکمت الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی۔ کہ قرآن شریف میں ایک عجیب ڈھنگ سے معجزات کا ذکر کیا جائے اور جیسا کہ قرآن شریف کا اسلوب ہے۔ اُس میں معجزات نبویہ کی طرف صرف اشارہ کردیا جاوے۔ اور اُن کی تفصیل اور لوگوں کی زبان سے دنیا کو سنانی چاہیئے۔ تاکہ نبی آخر الزمان کے معجزات بیرونی اور اندرونی شہادات سے ہر طرح کامل اور مکمل ہوں۔ اور کسی کو شک و شبہ کی گنجایش تک نہ رہے۔

ان دلائل کا جواب جن کے رو سے پادری صاحب احادیث اور معجزات کو نہیں مانتے

پادری عمادالدین صاحب اپنی کتاب تواریخ محمدی کے صفحہ ۱ میں

لکھتے ہیں

قولہ - واضح ہو کہ احادیث کا ایک خاص بیان یعنی معجزات محمدیہ کی نسبت جو کچھ اُن میں مذکور ہے ہم اسکو جھوٹا بیان جانتے ہیں - بدلایل ذیل -

اقول - ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ احادیث نبوی صلعم سے بڑھ کر دنیا میں کسی بات کا اعتبار ہی نہیں ہے - اب بھی اگر تم انہیں جھوٹا جانو - تو صریح انصاف کا خون کر رہے ہو ؟
اب ہم آپ کے دلایل کی تردید لکھتے ہیں -

پہلی دلیل - قرآن میں محمد صاحب کا کوئی معجزہ مذکور نہیں ہے - بہت سی آیات سے معجزات کی نفی ثابت ہوتی ہے - پس جن احادیث میں معجزات کا ذکر ہے - وہ مخالف قرآن ہیں - اور یہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے کہ حدیث مخالف قرآن مردود ہے - لہذا معجزات کی حدیثیں مردود ہیں - انتہی ملخصاً صفحہ ۱۸ - ۲۰) -

جواب - قرآن شریف ہرگز معجزات نبویہ کا انکار نہیں کرتا سارا قرآن شریف رسول کریم کے آیات بینات سے بھرا پڑا ہے - جیسا کہ ہم اوپر مفصل بیان کر چکے - آنحضرت کے

واسطے ہر ایک کا عجیب کام دکھاتا۔ معجزہ شق القمر۔ معجزہ معراج۔
معجزہ فصاحت قرآن وغیرہ۔ بہت سے معجزات قرآن شریف
میں مذکور ہیں۔ اور اجمالی طور پر تو معجزات کا ذکر قرآن شریف
میں بیسیوں جگہ موجود ہے۔ جن میں نظیراً کچھ مثالیں ہم اوپر بیان
کرچکے۔ اور جو کچھ ان معجزات کے ابطال میں آپ نے تحقیق الایمان
میں اور پادری فانڈر صاحب نے میزان الحق میں خاک
چھانی ہے۔ اور جس کی نسبت آپ لکھتے ہیں۔ کہ اُن کا جواب
الجواب مسلمانوں پر واجب تہا۔ جو اُن سے نہیں ہوسکا۔ اُسکا
جواب بہت سی کتابوں میں مفصل دیا جاچکا ہے۔ جس کا
جواب الجواب آپ پر واجب تہا۔ جو آپ سے ہرگز نہیں ہوسکا
چنانچہ آپ کی کتاب تحقیق الایمان کے جواب میں کتاب
صیانت الانسان کو چھپے ہوئے برسوں گذر گئے۔ مگر آپ نے
تو ایک سطر بھی اُس کے جواب میں نہیں لکھی۔ اور اُسپر کمال
بے شرمی اور بے حیائی سے ارشاد فرماتے ہو۔ کہ مسلمانوں سے
اُس کا جواب الجواب نہیں ہوسکا۔ کیا خوب ایمانداری ہے۔
اور آپ کا یہ کہنا۔ کہ قرآن معجزات محمدیہ کی نسبت نہ صرف
سکوت رکھتا ہے۔ بلکہ معجزات سے صاف انکار کرتا ہے۔

بالکل غلط اور سراپا باطل ہے۔ اگر آپ کو قرآن شریف کے
مطالب سمجھنے کی لیاقت نہیں ہے۔ تو بہتر تھا۔ کہ آپ اپنی
زبان پر مہر سکوت لگاتے اور خاموشی اختیار فرماتے لیکن
تعصب کی راہ سے قرآن شریف کی نسبت ایسے خیالات
باطل ظاہر کرنے دیانت اور امانت سے کوسوں دور ہے۔ اور
اپنی جہالت کو طشت از بام کرتا ہے۔
اگر آپ انصاف اور بے تعصبی کا چراغ ہاتھ میں لیکر ڈھونڈیں
تو صاف نظر آجائے۔ کہ سارا قرآن شریف معجزات نبوی سے
بھر رہا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف کے فقرہ فقرہ کو اسی لئے
آیت کہا گیا ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کی نبوت پر ایک آیت
واضح اور نشان بیّن ہے۔ اور کسی آیت کے مقابل ساری
دنیا ویسا فصیح و بلیغ کلام نہیں بنا سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک
آیت میں ایک اعجاز کا خاصہ اور نشان رکھا ہوا ہے۔ فتفکروا
یا اولی الالباب۔
اگر آپ میں تدبّر اور غور کرنے والا دل ہو۔ تو
بخوبی سمجھ لیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا جو کام ہے۔ بے نظیر ہے یعنی
دنیا اس کا مثل لانے سے عاجز ہے۔ پس ضرور تھا کہ اللہ تعا

کا جو کلام دنیا میں آئے - وہ بھی بے نظیر ہو - یعنی ساری دنیا
اُس کا مثل لانے سے عاجز ہو - یہہ ایک ایسی بدیہی صداقت
ہے - کہ معمولی عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے - پس اب جس
کلام نے دنیا میں یہہ دعوی کیا ہے - کہ اس کی نظیر لانے سے
سارا جہان عاجز ہے - اور یہہ کہ اگر جن والنس متفق ہوکر ایسا
کلام لایا چاہیں تو ہرگز نہ لاسکیں گے - اور اس دعوے کو
اُسی زمانہ میں پایہ ثبوت کو بھی پہونچا دیا ہے - اور سارے
ادبا شعرا فصحا و بلغا کی نثر کی تمام کردی ہے - وہی کلام الٰہی
ہوسکتا ہے - اور اُسی کو الہی کتاب کہلانا زیبا ہے -
انجیلیں کیا ہیں اور اُنکی عبارت کیا ہے - اس سے بہتر کتاب
اور عمدہ قصہ تو میں بھی تیار کرسکتا ہوں - پس اگر آپ کو ہمیشہ
کی زندگی مطلوب ہے - تو فوراً ان جعلی اناجیل کو ترک کرکے
کلام معجز نظام پر ایمان لائیں اور ابدی زندگی پائیں - قرآن شریف
کے ہوتے اور معجزہ کی طلب فضول ہے - قرآن شریف سراپا
معجزہ اور مقبول ارباب عقول ہے - اُس کی ساری آیات -
آیات بینات (واضح نشان) ہیں - پس جس آیت سے آپ
نفی کلی معجزات کی نکالتے ہیں - وہ صریح آپ کی غلط فہمی اور جہالت

ہوا نشان ہے۔ اس آیت میں صرف الٰہی معجزات سے انکار کیا گیا ہے۔ جو کفار شرارت اور بے دینی کی راہ سے ہنسی ٹھٹھول کے طور پر آنحضرت صلعم سے مانگتے تھے۔ جیسے کہ ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ نکال دو۔ یا یہاں مثنی کی طرح کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ اگا دو۔ یا آسمان کا ایک ٹکڑا ہم پر گرا دو۔ یا فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکر دکھا دو۔ وغیرہ وغیرہ اور ان باتوں سے اُن کا مقصد ایمان لانا نہیں تھا۔ صرف چھیڑ چھاڑ اور ستانا مقصود تھا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ اُن کی معاندانہ کلمات اور مقترحہ معجزات کو اس طرح نقل فرماتا ہے۔

وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا او تكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الانهار خللها تفجيرا او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا او تاتي بالله والملئكة قبيلا او

اور کہتے ہیں ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے تا وقتیکہ تو ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ جاری نہ کرے۔ یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو۔ پھر تو اس میں سے نہریں بہی جاری کرے۔ یا

او یکون لك بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیك حتی تنزل علینا کتابا نقرؤه قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا ۝ وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءهم الهدی الا ان قالوا ابعث الله بشرا رسولا ۝ قل لو کان فی الارض ملئکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السماء ملکا رسولا ۝ قل کفی بالله شهیدا بینی وبینکم انه کان بعباده خبیرا بصیرا ۝

جیسا کہ تیرا خیال ہے ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے یا خدا اور فرشتوں کو سامنے لا دے یا تیرے لئے کوئی سنہری گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے - اور ہم تیرا چڑھنا بھی یقین نہیں کریں گے تاوقتیکہ تو ہمارے اوپر ایسی کتاب نازل نہ کرے کہ جس کو ہم پڑھ لیں - تو کہہ دے سبحان اللہ - میں کیا ہوں ایک انسان رسول - اور لوگوں کو ہدایت کے آچکنے کے بعد ایمان لانے سے یہی امر مانع ہے - کہ وہ کہتے ہیں کیا خدا نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا - تو کہہ اگر فرشتے زمین پر اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ان پر

۱؎ یعنی اللہ تعالے میرے حال سے خبیر و بصیر ہے وہ خود میری اعانت کرے گا اور آخر میرا ادعا ثابت کرے گا اور سچائی کے نشان ساری دنیا پر ظاہر کر دے گا۔

آسمان سے فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجتے - تو کہہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے - وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے -

---

پس اس قسم کے معجزات تھے - جنکو منکرین صرف ضدّ اور اصرار[1] کی راہ سے مانگا کرتے تھے - اور ایمان لانا اُن کا ہرگز مقصود نہ تھا - اسی لئے اللہ تعالے نے ایسے معجزات کو بھیجنا مناسب نہ سمجھا - کیونکہ معجزہ ایک امر خارق عادت ہے - جو قدرت الٰہی سے بوقت مناسب ظاہر ہوتا ہے - نہ یہ کہ بات بات میں ٹھٹھہ بازی ہو جاوے - (بعینہٖ قول پادری عماد الدین از تواریخ محمدی صفحہ ۲۲۳) - اگلی اُمتوں کو جب کبھی اللہ تعالےٰ نے اُن کے معجزات مقترحہ بھیجے - تو اُن کا نتیجہ یہی نکلا - کہ تکذیب اور انکار پر وہ بالکل ہلاک کیے گئے - پس اگر اللہ تعالےٰ بھی اُن کفار کی خواہش کے موافق اُن کے مطلوبہ معجزات ارسال کرتا -

[1] ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تو صرف اس قسم کے معجزات سے انکار کیا ہے - لیکن حضرت مسیح م نے مطلق معجزات سے انکار کیا ہے - انجیل کی آیات پر غور کرو -

تو ان کا ماننا تو ممکن نہ تھا - جادو یا اور کچھ کہکر ٹال دیتے اللہ
کا عذاب اُن پر محقق ہو جاتا - اور فنا کئے جاتے - جیسا کہ اللہ
تعالے کی قدیم سنت اور قانون قدرت ہے - جس کا ذکر
اللہ تعالے نے قرآن شریف میں بیسیوں جگہ پر بہتی سے
ذکر ہیں کیا ہے - اور اس سورہ بنی اسرائیل کے بارھویں رکوع
میں بھی ذکر فرماتا ہے - و لقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیات الخ
ہم نے موسیٰ ع کو نو نشان دیئے - مگر فرعون نے تکذیب
اور انکار کیا - جس کی وجہ سے اللہ تعالے نے فرعون اور
اس کے سب ساتھ والوں کو ہلاک کر ڈالا (بنی اسرائیل رکوع ۱۲)
اور اس آیت میں بھی جس پر پادری صاحب اعتراض کرتے
ہیں - اللہ تعالے آگے اپنے قانون قدرت کا حوالہ دیتا اور
ثمود کی تکذیب کو شہادت کے طور پر پیش کرتا ہے - جس سے
ایسے ایسے مطلوبہ معجزات کے نہ بھیجنے کی وجہ بخوبی سمجھ میں
آتی ہے اور آیات سے صرف انہیں خاص نشانات کا مراد ہونا
صاف سمجھا جاتا ہے - قال اللہ تعالی - وما منعنا ان نرسل
بالاٰیٰت الا ان کذب بها الاولون واٰتینا ثمود الناقة
مبصرة فظلموا بها وما نرسل بالاٰیٰت الا تخویفا - اور ایسے

ایسے نشان کے بھیجنے سے ہمیں اور تو کوئی امر مانع نہیں۔ مگر یہی کہ اگلوں کو جب وہ اُن کے اصرار کے موافق ایسے ایسے معجزات دکھائے گئے۔ تو انہوں نے جھٹلا دیا۔ اور وہ تکذیب اُنکی ہلاکت کا موجب ہو گئی۔ جس کی نظیر یہہ ہے۔ کہ ہم نے ثمود کو اونٹنی صریح نشان دیا۔ مگر اُسکی اُمت نے اُس کو ساتھ ظلم کیا اور ہلاک ہو گئے۔ اور ایسے ایسے آیات تو ہم صرف دھمکانے اور ڈرانے اور اتمام حجت کے لئے بھیجا کرتے ہیں۔

پس یہی معجزات ان آیات سے مقصود ہیں اور انہی خاص معجزات کی طرف لفظ آیات کا اشارہ ہے۔ چنانچہ سلف سے خلف تک جمہور مفسرین اسپر متفق ہیں۔ کہ الآیات کا الف لام معہود ذہنی کا ہے۔ یعنی وہی خاص خاص معجزات۔

مگر پادری عماد الدین صاحب جو عربی کا نام تک نہیں جانتے اور جو اپنی کتاب ہدایت المسلمین میں لفظ نجی پر نون علامت مضارع کی دیکھکر اُسے فعل بتاتے ہیں۔ اپنی تواریخ محمدی میں یہہ لن ترانی ہانکتے ہیں۔

قولہ ہم عیسائی کہتے ہیں۔ کہ الف لام استغراق کا ہے اور دلیل ہماری یہہ ہے۔ کہ سارے قرآن میں کہیں معجزے کا

وجود نہیں ملتا۔ اگر کسی مقام سے کوئی معجزہ ثابت ہو سکتا۔ تو ہم کہہ سکتے تھے۔ کہ الف لام معہود ذہنی ہے۔ اب کس دلیل سے قبول کریں۔

الجواب ۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ کہ قرآن شریف معجزات نبویہ سے بھرا پڑا ہے۔ بلکہ سارا قرآن شریف آیات نبوت ہیں۔ پس یہہ صحیح دلیل اسبات کی ہے کہ یہاں الف لام معہود ذہنی ہے۔ نہ استغراق کے لئے۔

بات یہہ ہے۔ کہ کلام عرب میں اصل وضع الف لام کی خاص عہد کے لئے ہے۔ اسی واسطے یہہ قاعدہ معین ہے کہ جب تک یہہ معنے صحیح ہو سکیں۔ دوسرے معنے لینا ہرگز جایز نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں یہہ معنے بے تکلف صحیح ہیں۔ کیونکہ اس تقدیر پر آیت کے یہہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ ہمیں اُن خاص نشانیوں کے بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا جنہیں منکرین طلب کرتے ہیں۔ مگر یہہ کہ اُن نشانیوں کو اگلوں نے جھٹلایا۔ اس معنے کے صحیح ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ اُس کے بعد کی آیت بھی ان معنوں کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں اُس معجزہ کی طرف اشارہ ہے

جو قوم ثمود کی حسب طلب حضرت صالح ؑ نے دکھلایا تھا اور
پھر انہوں نے اُس کی تکذیب کی تھی -
حسب طلب منکرین کے ایسے ایسے معجزات کا ظاہر نہ کرنا
دجو صرف ہٹ دھرمی سے مانگے جاتے ہیں - ایمان لانے
کی غرض سے نہیں - بڑی عمدہ حکمت اور مصلحت پر مبنی ہی
کیونکہ جب اُن کی خواہش کے موافق معجزہ ظاہر کردیا جائے
اور منکرین حسب عادت اپنے ایمان نہ لائیں - اور اپنے
اقرار پر قایم نہ رہیں - تو عند العقل اُس احکم الحاکمین کی عذاب
کے مستحق ہوجاتے ہیں - اِسی واسطے عادت الٰہی اسی پر
جاری ہے کہ جب حسب طلب منکرین کے معجزہ دکھایا گیا اور
پھر وہ اپنے اقرار کے خلاف اُس انکار پر قایم نہ رہے - تو
سخت عذاب الٰہی اُنپر نازل ہوا - چنانچہ حضرت موسیٰ ؑ
وغیرہ انبیا کے وقت ایسا ہی ہوا - اس وجہ سے اُس ارحم
الراحمین نے اپنی رحمت کی فراوانی سے بعد کو وہ نشانیاں
بھیجنی موقوف کردیں - جنہیں منکرین صرف ضد و اصرار
کی راہ سے طلب کرتے تھے - تاکہ بہت سی مخلوق خدا تباہ
ہونے سے بچ رہے -

اس قسم کے نشانات کی نفی صرف حضرت محمد صاحب ہی کے وقت ہی نہیں ہوئی - بلکہ حضرت مسیح کے زمانہ میں بھی اس قانون پر عملدرآمد ہوا - جس کا ذکر مرقس ۸ باب ۱۱ میں ہے فریسیوں نے مسیح کے نشانات طلب کئے - اس نے آہ کھینچ کے کہا - اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں - میں تم سے سچ کہتا ہوں - کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا - انتہے - دیکھئے بلکہ یہاں صاف اور صریح کلیتہً معجزات کی نفی ہے - جس میں کسی طرح کی تاویل چل نہیں سکتی - کیونکہ حضرت مسیح صاف کہہ رہے ہیں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا جائیگا - لہذا جس قدر معجزات مسیحی انجیلوں میں مذکور ہیں وہ سب یار لوگوں کی بناوٹ ہے -

اور لوقا ۲۳ باب ۸ میں ہے - اور ہیرودوس یسوع کو دیکھکے بہت خوش ہوا - کیونکہ مدت سے چاہتا تھا - کہ اسے دیکھے اسلئے کہ اس کی بابت بہت کچھ سنا تھا - اور اسکی کوئی کرامات دیکھنے کی امید تھی - اور اس نے اس سے بہتیری باتیں پوچھیں - پر اس نے کچھ جواب نہ دیا - تب ہیرودوس نے

اُسے اپنی فوج سمیت ناچیز ٹھیرایا۔ انتہٰی۔
دیکھئے باوجودیکہ ہیرودیس معجزہ دیکھنے کا مشتاق تھا۔ مگر
حضرت مسیح نے اُس کے جواب میں سکوت کیا۔ اور کوئی معجزہ
اُسے نہ دکھایا۔ اور نہ کسی معجزہ پر حوالہ دیا۔ اس سے اظہر من الشمس
ہے کہ جس قدر معجزات انجیلوں میں لکھ رکھے ہیں۔ وہ محض
بے اصل اور یار لوگوں کی بناوٹ ہے۔

دوسری دلیل

محمدی معجزات کے انکار پر یہہ ہے۔ کہ موسیٰ کی کتاب استثنا
کے ۱۳ باب آیت ۱-۵ سے۔ مرقس کے ۱۶ باب ۱۷ سے
ظاہر ہے۔ کہ معجزات بے شک دلیل نبوت ہیں مگر بدون
صحیح تعلیم کے معجزات کو فریب سمجھنا چاہئے۔ سو محمد صاحب کی
تعلیم اچھی نہیں۔ کیونکہ وہ دوسرے معبودوں کی طرف بلاتا
ہے۔ ابراہیم۔ اسحاق و یعقوب کے خدا کی طرف
نہیں بلاتا۔ اس صورت میں اگر انہوں نے کوئی معجزہ دکھایا
بھی ہو تو اسکو فریب سمجھنا چاہئے۔ انتہٰی۔

اقول

یہہ کہنا کہ آپ کا کہ محمد صاحب دوسرے معبودوں کی طرف بلاتا ہے - ابراہیم وغیرہ کے خدا کی طرف نہیں بلاتا - محض دروغ بے فروغ اور صریحاً افترا ہے - قرآن شریف میں جا بجا مذکور ہے کہ خدا[1] تمہارا وہی خدا ہے واحد ہے جو ابراہیم اسحاق - یعقوب وغیرہ انبیا کا خدا ہے (سورہ بقرہ کا ۱۶ رکوع دیکھو) البتہ آنحضرت اُس خدا کی طرف نہیں بلاتے جو ٹھنڈی وقت باغ کی سیر کرتا تھا اور یعقوب سے کشتی میں مغلوب ہوا تھا - اور خلقت کو پیدا کرنے سے پچھتایا تھا - اور جب انسان کی نجات کا اُس سے اور کوئی بندوبست نہ ہوسکا - تو اپنے بیٹے

[1] اللہ تعالے قرآن شریف میں فرماتا ہے - قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله - اے اہل کتاب ایک سیدھی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان متفق علیہ ہے وہ یہہ کہ بندگی نہ کریں مگر خدا کی - اور شریک نہ ٹھیراویں اسکا کسی کو اور خدا کو چھوڑ ہمارے بعض بعض کو رب نہ ٹھیرائیں الخ قالوا نعبد الٰهک واله آبائک ابراهیم واسحاق ویعقوب ونحن له مخلصون الخ وغیرہ وغیرہ +

کو سولی چڑھا دیا - وغیرہ وغیرہ -
معلوم ہوتا ہے - کہ یہہ دلیل آپ نے محض پیش بندی کے طور پر تراشی ہے - کیونکہ آپ جانتے ہیں - کہ تثلیث کی بابت اہل اسلام کا اعتراض ہت سے عیسائیوں پر ہے - اور وے قطعیہ دلایل سے ثابت کر چکے ہیں - کہ یہہ عقیدہ بالکل انبیاء سابقہ اور توریت کے برخلاف ہے (دیکھو کتاب الوہیت مسیح اور تثلیث کا رد) جس سے آپ کو بجز سعاً و طوعاً وصدقنا کے اور کوئی چارہ نہیں - سو اب آپ بموجب مثل مشہور اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے اُلٹے مسلمانوں کو الزام دیتے ہیں - مگر خدا کے فضل سے ہر ایک واقف توریت جانتا ہے کہ یہہ دلیل آپ ہی کی جڑ کاٹتی ہے ہمارا اس سے بال بھی بینکا نہیں ہوتا - توریت اور قرآن بالکل ایک دوسرے سے مطابق ہیں - کیا اصول میں اور کیا احکام شرایع میں - ہاں توریت اور انجیل باہم متناقض ہیں - ان میں باہم کچھ مناسبت نہیں - یہاں تک کہ بعض سچے عیسائی خود پکار اُٹھے ہیں - کہ توریت اور انجیل ایک خدا کی بھیجی ہوئی نہیں - استثنا ۱۳ باب ۱ - ۵ - جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے - ہمارے

سے اُنکے بالکل منفر نہیں۔ بلکہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو قطعی طور سے ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ وہاں لکھا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو۔ اور تمہیں کوئی نشان یا معجزہ دکھلاوے۔ اور وہ ویسا ہی واقع ہو۔ اور وہ تمہیں کہے آؤ۔ غیر معبودوں کی (جنہیں تم نے نہیں جانا) پیروی کریں۔ اور اُن کی بندگی کریں۔ تو ہرگز اُس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھریو۔ کہ یہہ ایک آزمایش ہے۔ اور وہ نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جاےگا۔

اب ہمارے نبی صلعم نے جتنی پیشین گوئیاں ارشاد فرمائی ہیں۔ وہ سب ہو بہو واقع ہوئی ہیں۔ آپ کے معجزات سارے حق اور صادق ہیں۔ اور آپ نے ابراہیم و اسحاق و یعقوب کے خدا کی طرف ساری دنیا کو بلایا ہے۔ پس آپ کی نبوت اور صداقت اس نشان کے مطابق اظہر من الشمس ہو گئی۔

ہاں یسوع مصلوب نے اُس خدا کی طرف لوگوں کو نہیں بلایا جس کی طرف انبیاء بنی اسرائیل اپنی قوم کو بلاتے رہے چنانچہ حضرت مسیح سے پیشتر کوئی یہودی تثلیث کا نام تک

نہیں جانتا تھا۔ اور مسیح اور روح القدس[1] کو نہیں پہچانتا
تھا۔ لیکن یسوع نے توحید کی بجائے تثلیث قایم کردی۔ اعمال
حسنہ کو فضول قرار دیا گیا یہوں کو شیر مادر کی طرح روا کیا۔ یا روا
کرنے کا موقع دیا۔ علت و حرمت کوئی برقرار نہ رکھی۔ اگلے
انبیاء کو چور اور بٹ مار کہا۔ اور اس کی بہت سی پیشین گوئیاں
بھی پوری نہیں ہوئیں (دیکھو ایک سچے مسیح کی مناجات)
اور آخر کار توریت کے مطابق وہ قتل بھی کیا گیا پس کوئی غور
کرنے والا اور منصف آدمی یسوع مصلوب کو ہرگز ہرگز سچا
پیغمبر نہیں کہہ سکتا۔ چونکہ مصلوب صاحب نے دنیا کو غیر معبودوں
کی طرف بلایا ہے۔ اس لئے اگر کوئی اُن کا معجزہ ثابت بھی
ہو جائے۔ تو اُسکو فریب اور دھوکا سمجھنا چاہئے کیا خوب ہے

میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

استثناء ۱ باب ۱۸ میں بھی جھوٹے مثیل موسیٰ کی یہی علامتیں
لکھی ہیں۔ عیسائیوں کے قول کے بموجب یسوع ع نے

---

[1] اگر کسی عیسائی کو دعوے ہو کہ یہودی لوگ ثلیث یا حجیت یا مسیح کی الوہیت کے پہلے کبھی قایل تھے۔ تو وہ کسی یہودی تفسیر توریت سے جو مسیح کی تشریف آوری کی پیشینگوئی ہو۔ یہہ امر ثابت کرے ×

مثیل موسیٰ ہونے کا بھی دعوے کیا ہے۔ اور استثنا ۱۸ باب
۱۹ کے بموجب مصلوب صاحب نے گستاخی کی راہ سے لوگوں کو
اور معبودوں کی طرف بلایا ہے۔ اور وہ قتل بھی ہو گیا ہے۔
پس صاف ثابت ہے۔ کہ وہ جھوٹا مثیل موسیٰ اور نبی کاذب
ہے (معاذ اللہ)۔"

اور مرقس ۱۶ باب ۱۷ کا جو حوالہ آپ نے دیا ہے۔ وہ تو آپ
ہی کی جڑ کاٹتا ہے۔ کیونکہ اُس میں مسیح ع نے بطور موجبہ کلیہ
کے فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ مجھ پہ ایمان لاویں گے اُن کے ساتھ
یہہ علامتیں ہونگی۔ کہ وہ میرے نام سے دیوؤں کو نکالیں گے
اور نئی زبانیں بولیں گے۔ اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز
پیئں گے۔ اُنہیں کچھ ضرر نہ ہوگا۔ وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں
گے تو چنگے ہو جائیں گے۔ (مرقس ۱۶ باب ۱۷ تا ۱۸) اب آپ
ارشاد فرمائیں کہ کس عیسائی میں یہہ علامتیں ایمان کی پائی
جاتی ہیں۔ آپ تو عیسائی ہوتے ہیں اور روحانیت کا بھی
دعوے ہے۔ آپ ہی کوئی نشان دکھائیں۔ ورنہ اقرار کریں
کہ مجھ میں کوئی ایمان کا نشان نہیں۔ محض دنیا کمانے کے
لئے یہہ بہروپ بھرا ہے۔ اور ہم یقیناً جانتے ہیں۔ کہ کسی

عیسائیوں میں ذرا بھر ایمان نہیں۔ کیونکہ اگر ان میں رائی بھر بھی
ایمان ہوتا۔ تو بقول مسیح کے اگر اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے
چل۔ تو فوراً چلا جاتا۔ اور کوئی بات ان کی انہونی نہ
ہوتی (متی ۱۷ باب ۲۰ آیت۔ مرقس ۱۶ باب ۱۷ آیت)
غرض یہ باتیں تو ہم جانے دیتے ہیں۔ قیامت کے دن خود
سب فیصلہ ہو جائے گا۔ بہتیرے مسیح کو خداوند خداوند
کہنے والے اور نشانات دکھانے والے مسیح کے پاس حاضر
ہوں گے۔ لیکن وہ صاف کہدے گا۔ کہ میرا تمہارا کوئی
تعلق نہیں ہے اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو جاؤ (متی ۷ باب ۲۳ آیت)
اس وقت ہم اسی قدر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ خود مسیح کا
یہ بھی قول ہے۔ کہ جھوٹے مسیح آئیں گے۔ اور بڑی بڑی
نشانیاں دکھائیں گے۔ پس جھوٹے مسیحوں نے بھی نشانیاں
دکھائیں۔ تو نشانیوں کو نبیوں اور مومنین کی علامت قرار
دینا صحیح نہ ہوا۔ کیونکہ جو جھوٹے مسیح آئیں گے۔ وہ مومن
تو ہرگز نہ ہوں گے۔ حالانکہ نشانیاں دکھائیں گے۔ پس پادری
صاحب اس بات کا صاف جواب دیں۔ کہ جب اسی قسم
کے نشانات (کرامات و معجزات) جھوٹے مومنین میں بھی

پائے جاتے ہیں تو سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنے کا کیا معیار ہے - اور اُن نشانوں کا کیا فایدہ ہوا ضرور اسکا جواب بذمہ آپکے ذمہ ہے - یہہ کہکر ٹالنا مناسب نہیں کہ جھوٹی اور سچی نشانیوں میں غور کرنے سے فرق ظاہر ہو جاے گا - ایسا کہنا عجز اور درماندگی کی دلیل ہے - ایک ہی قسم کے نشانوں میں امتیاز کا کون کفیل ہے ؟

اور یہہ کہنا - کہ قرآن و حدیث کی تعلیم صحیح نہیں ہے - ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی اندھا کہے کہ آفتاب میں نور نہیں - حضرت قرآن و حدیث کی تعلیم کی عمدگی آفتاب نصف النہار سے آشکارا تر ہے - موافق و مخالف سب اس کے قایل ہیں چنانچہ خاتمہ میں مخالفین اسلام کی گواہیاں آپ کی تسلی کے لئے پیش کی جائیں گی کسی مسلمان نے مسلمان رہکر کبھی عیسائی عقاید کی تعریف بیان نہیں کی - برخلاف اس کے سینکڑوں عیسائی عیسائیت کی حالت میں اسلامی تعلیم کی خوبی اور عمدگی کے اظہار میں رطب اللسان ہیں ؎

والفضل ماشهدت به الاعداء

پس آپ کا آنکھوں پر کھوپے باندھ کر یہہ کہنا - کہ قرآن

و حدیث کی تعلیم عمدہ نہیں ہے - کس قدر اندھیر ہے -
قرآن شریف احقاق حق اور ابطال باطل میں اس قدر عالی
مرتبہ رکھتا ہے کہ ساری دنیا کی کتابیں اُسکا پاسنگ بھی نہیں -
مسٹر گبن صاحب کا یہہ قول کیا ہی ٹھیک ہے - کہ جیسی عالی
عبارتیں قرآن میں پائی جاتی ہیں - اس کی نظیر کہیں دنیا میں
نہیں ملتی -

بات یہہ ہے کہ طمع دنیاوی اور عناد کے مرض نے پادری
صاحب کے مزاج کو ایسا فاسد کر دیا ہے - کہ اب اُن کو
جھوٹ سچ اور سچ جھوٹ معلوم ہوتا ہے - بھلا جس مذہب
میں ایسی باتیں ہوں - وہ مسلمانوں کے بے غش و غل مذہب
کو کب ماننے لگا -

بت پرستوں کی طرح خدا کے اوتار کا قایل ہونا - اُس
غیر محدود ذات کو ایک ذرا سے وجود میں مقید و محدود ٹھہرانا
اُس بے نیاز کو انسان کی طرح محتاج ماننا اُس قادر و توانا کا
اپنے عاجز بندوں کے ہاتھ سے ذلت و خواری اُٹھا کر صلیب
دیا جانا اُس ذات مقدس کا انسان کے گناہ کے عوض ملعون
ہونا - اُسکا جہنم میں جا کر مجرموں کی طرح عذاب اُٹھانا وغیرہ وغیرہ

عقائد جس مذہب کے ایسے اصول و عقائد ہوں۔ وہ قرآن و حدیث کے صاف اور صحیح مسایل کو کب تسلیم کریگا کتاب تعلیم محمدی ہیں جو آپ نے سچ کو جھوٹ کرکے دکھایا ہے اور خیانت کی راہ سے حق کو باطل ٹھیرایا ہے تو اسکی قلعی بھی عنقریب کھولی جائیگی۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ یار باقی صحبت باقی۔

الحال ہم اسی قدر بیان کرکے آپ کی دوسری دلیل کا جواب ختم کرتے ہیں کہ جس طرح پادری لوگ تعلیم محمدی کی نسبت بار بار یہ کہتے ہیں کہ کوئی خوبی اس میں نہیں ہے۔ اسی طرح تعلیم عیسوی کی نسبت یہود و دیگر منکرین سچ کہتے ہیں کہ مسیحی تعلیم میں کوئی خوبی نہیں۔ چنانچہ چند ایک مشہور آدمیوں کے نام ذکر کیئے جاتے ہیں۔ (۱) ڈاکٹر اسٹراؤس (۲) رے نن (۳) اسپائی نوزا (۴) ڈیوٹ (۵) تھیوڈ و پارکر (۶) بشپ کالنزو (۷) ڈاکٹر ھوم (۸) کمٹی آگسٹ (۹) نیومن (۱۰) ڈاکٹر نیانڈر (۱۱) ڈاکٹر اولسن (۱۲) ویلیت وغیرہ۔ ان لوگوں کی کتابیں پڑھو اگر آپ دیکھیں اسوقت آپ کی آنکھیں کھلیں گی۔ مگر اصل یہ ہے کہ آپ کبھی نہ

روپیہ تنخواہ دیکھیں یا ان کتابوں کو ۔ مسیح علیہ السلام کی
جھٹکار نے آپ کی سمیع وبصیر کو رد کر دیا ہے ۔ ولیفٹ
جس کا نام اخیر میں لیا گیا ہے ۔ ایک بڑا بھاری عیسائی عالم
تھا بیس برس تک وہ عیسائی مذہب کا واعظ رہا اور اس
مذہب کی خوب تحقیق کرتا رہا بعد تحقیق تمام وہ اس مذہب
سے دست بردار ہوا ۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں
انجیل کے ہر ایک مسئلہ پر متعدد اعتراض کئے ہیں اور ثابت کر دیا
ہے کہ انجیل کی تمام تعلیم بت پرستوں کی کتابوں سے کی گئی
ہے ۔ پھر اس نے یہہ بھی دکھایا ہے کہ اس اس مقام پر لینے
میں غلطی ہوئی ہے ۔ بت پرستوں کی فلانی کتاب میں یہہ
تھا ۔ اور مولفین اناجیل نے غلطی سے یہہ نقل کیا ایسی
وجہ سے اس پر یہہ اعتراض ہوتا ہے جس کا جی چاہے
اس کتاب کو ملاحظہ کرے سنہ ۱۸۶۴ء میں لنڈن میں یہ کتاب
چھپی ہے اور یہ امر تو صاف ظاہر ہے کہ انجیل میں کوئی
عمدہ مضمون ایسا نہیں ہے جو کتب سابقہ میں نہ ہو اور
جو کچھہ اس میں احکام ہیں ان کی حسن وخوبی کا حال کتب
مذکورہ سے کھل سکتا ہے ۔ پادری لوگوں سے کوئی

یہہ دریافت کیجے کہ انجیل میں کیا عمدگی ہے۔ ذرا اُسے
بیان تو کیجیے۔ یوں لن ترانیاں تو ہر ایک ہانکتا ہے ؎
دعوائے بے دلیل قبول خرد نیست
تعلیم محمدی کی طرف غور کرو۔ کہ عیسائی لوگ عیسائیت کی
حالت میں رہ کر پھر اس کی تعریف میں مجبور اور بے اختیار
ہیں۔ اگر کوئی دنیا کا کتا اور پیسہ کا بندہ اس کو ناقص خیال
کرے تو اُس کا کیا اعتبار ہے بقول مشہور ؎
چہ داند بوزنہ لذات ادرک

تیسری دلیل

اس دلیل کا محصل یہہ ہے کہ شعرائے مداحین کا دستور قدیم
ہے کہ امرا کی جھوٹی مدح بسبب طمع دنیاوی کے کرتے ہیں
حضرت کے پاس ۱۸۱ شاعر موجود تھے وہ مدح سرائی
اسی غرض سے کرتے تھے اور معجزات کا ذکر اکثر اون کے
اشعار سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جب ایک شاعر بالمیک نے
راجہ رامچندر کو خدا بنا کر دکھلا دیا تو کیا حال ہو گا۔ اوس

شخص کا جس کے ۱۸۱ شاعر مداح ہیں

جواب چونکہ پادری عماد الدین نے معاندانہ اور ملحدانہ طرز اختیار کیا ہے۔ لہذا ہم کو بھی بعض جگہ وہ کلمات کہنے پڑتے ہیں۔ کہ ہم اُسے ہرگز پسند نہیں کرتے مگر بہ مجبوری کہنا پڑتا ہے۔ سنئیے طمع دنیاوی کی وجہ سے جھوٹی مدح کرنے والے ناظم اور ناثر دونوں گذرے ہیں۔ جھوٹی مدح کے لئیے کچھ شاعر ہونا ضرور نہیں۔ اب یہہ کہا جاتا ہے کہ مداحین کو آنحضرت ص کی تشبیہ بالمیک سے دینا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ص کے مداحوں نے تو آنحضرت کو کچھ نہیں بنایا وہ تو سب آنحضرت ص کو عبدہ ورسولہ یعنی خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہتے رہے البتہ مسیح کے مداحوں نے مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا وہاں یہہ کہنا عماد الدین کے قول کے بموجب بہت ٹھیک ہوگا کہ جب ایک بالمیک نے رامچندر کو خدا بنا دیا۔ اور جہاں میں ایک جھوٹا مذہب قایم کر دیا۔ پھر کیا حال ہوگا۔ جسکی ہزاروں مداح ہوں اور رات دن جھوٹی سچی باتیں بنا کر معزز ہونا چاہتے ہوں چنانچہ اُسوقت تک یہی حال ہے کہ سینکڑوں پادری ہزاروں

روپیہ پاتے ہیں اور بنگلوں میں بیٹھے چین اڑاتے ہیں انہی
زمرے میں سے ہمارے مخاطب بھی ہیں ان سب خوشامدیوں
کی تحریرات کے علاوہ صرف اُن تواریخ اور خطوط کو ملاحظہ
کیجئے جو حواریوں کی طرف منسوب ہیں کہ اُن میں کسقدر
مبالغے شاعرانہ موجود ہیں۔ دیکھئے یوحنا حواری اپنی تاریخ
کے ۲۱ باب کے ۲۵ ورس میں کیا شاعرانہ مبالغہ کرتے ہیں
پر اور بہت سی کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وے جدا جدا
لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتی ہیں
دنیا میں نہ سما سکتیں۔ ناظرین ملاحظہ کریں کہ اس سے زیادہ
مبالغہ شاعرانہ اور کیا ہوگا مسیح کے معجزات اور کرشمے انہیں
کے بیان کئے ہوئے ہیں جنکے مبالغہ شاعرانہ کا یہہ حال ہے
پھر ایسے معجزات کیونکر قابل اعتبار ہو سکتے ہیں باقی رہا
پادری صاحب کا یہہ کہنا کہ ۱۸ اشعرا آنحضرت کی مدح سرائی
دنیاوی طمع کی غرض سے کیا کرتے تھے اسی طرح پر ہے جس
طرح کوئی بدطینت اپنی مخالف پر بدگمانی کیا کرتا ہے۔ کیونکہ
کوئی ثبوت اس کا اُن کے پاس نہیں ہے اس میں تو شک
نہیں کہ رسول اللہ کے صحابی ہجو وغیرہ نہ تھے - بلکہ

بڑے بڑے فصیح و بلیغ تھے۔ اور اگرچہ مسلمان ہونے سے پہلے اُن کی کیسی ہی حالت تھی مگر اسلام کے بعد اون کی وہ حالت ہو گئی۔ جس سے یقین ہوتا ہے کہ خدا نے اپنا جلال اُن پر ظاہر کیا تھا۔ اور انوار نبوت حقہ نے اُن کو منور کر دیا تھا۔ جو کوئی انصاف دل سے اسوقت تک کی حالات کو دیکھیگا وہ صحابہ کی تغیر حالت کو دیکھکر کہ یکبارگی وہ کیسے ہو گئے تھے بے تردد کہدیگا کہ اُن میں اُس خدائے قادر کی تعلیم نے کامل اثر کیا ہے جسکے قبضۂ قدرت میں انسانون کے دلوں کا پھیرنا ہے جہاں اُن کے بہت سے بُری عادات بالکل خوبیوں سے بدل گئے اسی طرح جو شاعر مسلمان ہو گئے تھے اون کی قدیم شاعری کی حالت ایسی بدل گئی تھی۔ کہ پہلے لحاظ سے اُنہیں شاعر ہی نہیں کہہ سکتے۔ اسی واسطے یہہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ مسلمان شاعروں کے اشعار میں وہ مزہ نہیں ہے جو اُنہیں کے اشعار میں اُن کے مسلمان ہونے سے پہلے تہا۔ کیونکہ جھوٹ اور مبالغے اُن سے چھوٹ گئے تھے۔ اوس کی وجہ یہی تھی۔ کہ اُس سچے نبی اور معلم روحانی نے جن کا پیارا

نام محمد ہے جھوٹ اور تملق اور بیہودہ شاعری کو اس
سختی کے ساتھہ منع فرمایا جس سے زیادہ خیال میں نہیں
آسکتا اور بالتخصیص اپنی جھوٹی تعریف کو صرف منع ہی نہیں
کیا بلکہ بار بار نہایت تاکید سے فرمایا - کہ جو کوئی جھوٹی بات
میری طرف قصداً منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کرلے
اس تعلیم کا اثر جو کچھہ مسلمان شاعروں پر ہوا - اوسکی
تصدیق اون کے اشعار سے ہوسکتی ہے مثلاً اسوقت
کے بڑے شاعروں میں ابوقیس ہیں یہہ حضرتؐ کے پہلے
سے متلاشی دین تھے اور مذہب عیسوی کو بھی انہوں نے دیکھا
تھا جب آنحضرتؐ مدینے تشریف لے گئے اسوقت یہہ شاعر
مسلمان ہوئے اُن کے چار شعر نمونے کے طور پر لکھتا ہوں ؎

اوصیکم باللّٰہ والبر والتقی
واعراضکم والبر باللّٰہ اول

وان قومکم سادوا فلا تحسدنہم + وان کنتم اہل الریاسۃ فاعدلوا

یعنی میں تمہیں نکوئی اور پرہیزگاری اور بُری کاموں سے بچنے کی
وصیت کرتا ہوں اور سب سے مقدم اللّٰہ کی فرمانبرداری
ہے - اگر تمہاری قوم سردار ہو تو تم اُن سے حسد نہ کرو اور

اگر تم رئیس ہو تو انصاف کرو۔ یہہ تو آن کے نصیحتانہ اشعار کا نمونہ تہا اور مدح کے اشعار بہی سن لیجئے حضرت کی تعریف میں لکہتے ہیں ؎

یقص لنا ما قال نوح لقومه
وما قال موسیٰ اذ اجاب المنادیا
واصبح لا یخشی من الناس واحدا
قریبا ولا یخشی من الناس نائیا

یعنی حضرت ہم کو وہ تعلیم کرتے ہیں جو نوحؑ نے اور موسیٰؑ نے اپنی قوم کو کی تہی اور وہ کسی آدمی قریب و بعید سے نہیں ڈرتے ہیں یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ واللہ یعصمک من الناس۔ اللہ بچا لیگا تجہے لوگوں کے گزند سے اسلئے حضرت کو کچہہ خوف نہیں رہا آنحضرت کے بڑے مداحوں میں جو معاندین کی ہجو کا جواب بہی دیا کرتے تہے حسانؓ بن ثابت رض ہیں اون کے اشعار سنئیے ابو سفیان نے آنحضرت صلعم کی ہجو لکہی تہی اوسکے جواب میں لکہتے ہیں

هجوت محمدا واجبت عنه ‏ وعند اللہ فی ذاك الجزاء
هجوت محمدا برا تقیا ‏ رسول اللہ شیمته الوفاء

اتہجوہ ولست لہ بکفء + فشرکما لخیرکما فداءٗ
فمن یہجو رسول اللہ منکم + ویمدحہ وینصرہ سواءٗ
فان ابی ووالدہ وعرضی + لعرض محمد منکم وقاءٗ

اب ناظرین ان بیہودہ اور سچے شعروں کو ملاحظہ کریں جنکو مذاق شاعری ہے وہ اس بات کا یقین کر سکتے ہیں۔ کہ ان

ترجمہ تونے محمد کی ہجو کی تھی میں نے اسکا جواب دیا اسکی جزا اللہ کے پاس ہے۔ تونے محمد کی ہجو کی۔ جو نہایت نیکوکار اور متقی ہیں اور خدا کے رسول ہیں۔ جنکی عادت اور سرشت میں وفا کرنا ہے تو انکی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو ان کے مانند نہیں ہے (خدا کرے) کہ تم میں سے جو بد ہو وہ نیک کا فدیہ ہو جاوے تم میں سے جو کوئی رسول اللہ کی ہجو کرے یا تعریف کرے اور مدد کرے سب برابر ہے (نہ ہجو سے انکی شان میں کچھ بٹہ لگتا ہے اور نہ تعریف سے انکی شان بڑھ جاتی ہے) میرا باپ اور میری ماں اور میری آبرو محمد کی آبرو پہ قربان ہیں۔ ناظرین انصاف کر سکتے ہیں کہ ان مدحیہ اشعار میں مبالغہ ہے یا انجیلوں میں جس میں سے ایک قول یوحنا حواری کا نقل کیا گیا۔ کہ مسیح نے جو کام کئے ہیں اگر وہ جدے جدے لکھے جاتے۔ تو دنیا میں کتابیں نہ سما سکتیں کیسا اندھیر ہے کہ یہ قول تو سچے بلکہ الہامی مانے جاتے ہیں جس کے مبالغے کی انتہا نہیں اور ان سچے شعروں کو جھوٹھ اور مبالغہ کہا جاتا ہے

اشعار سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ اُن کے ناظم یا تو مبالغہ
کرنا جانتے ہی نہیں یا محض سچائی کی وجہ سے ترک کردیا ہے
اس واسطے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس وقت کے
شاعروں کی دو قسمیں کی ہیں ایک وہ جو ایمان نہ لائے تھے اور
اسلام کی تعلیم اُنھوں نے نہ پائی تھی دوسرے وہ جو ایمان
لائے تھے اور بسبب تعلیم اسلام کے جھوٹی شاعری چھوڑ
کر سچے شاعر بن گئے تھے۔ چنانچہ فرمایا والشعراء یتبعھم
الغاوون ۔ الم تر انھم فی کل واد یھیمون الخ ۔ یعنی
شاعروں کی بات کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں ۔ کیا تو
نہیں دیکھتا ہے کہ وہ ہر ایک میدان میں بھٹکتے پھرتے
ہیں یعنی جو مضمون سچا یا جھوٹا اُن کے خیال میں آگیا
اُسی کے پیچھے ہو لئے اور جو کہتے ہیں وہ نہیں کرتے ۔ مگر
ان سے مستثنیٰ ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام
کئے ۔ اور نیک کلام سے اللہ کی بہت یاد کی ۔ پس یہ آیت
صاف کہہ رہی ہے کہ جو مسلمان شاعر تھے وہ شاعری میں
جھوٹ کی آمیزش نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ سچے مضامین نظم
کیا کرتے تھے ۔ چنانچہ اشعار منقولہ سے ظاہر ہو گیا ۔ اب میں

ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ جب ان شاعروں کے حالات اور ان کے اشعار ان کی سچائی اور دیانت کی کامل شہادت دیتے ہیں تو ان شہادتوں سے قطع نظر کر کے بلادلیل اُن پر بدگمانی کرنا اور محض شاعری کے نام سے اُنہیں جھوٹا ٹھیرانا کسی ایمان دار کا کام نہیں ہے۔

قولہ صفحہ ۲۲ معجزات اور کرامات کے بیانات جو احادیث میں ہیں۔ اکثر انہیں شاعروں کے اشعار میں سے پیدا ہوئے ہیں

اقول جھوٹے پر خدا کی پھٹکار ہزار بار لاکھ بار کروڑ بار۔ اگر پادری صاحب سچے ہیں تو وہ اشعار ہمیں دکھائیں جن سے احادیث میں معجزات نقل کیے گئے ہیں۔ ورنہ خدا سے ڈر کر ایسے طوفان سے باز آئیں۔

قولہ کیا حال ہوگا اُس شخص کا جس کی مدح ادا شاعر کرتے ہیں اور رات دن نئی بات سنا کر اُس کے مصاحب باعزت ہونا چاہتے ہیں۔ دیکھو قصیدہ بانت سعاد اور ہمزیہ اور بردہ کو کہ کس قدر مبالغے ان میں موجود ہیں۔

اقول ہم نہیں کہہ سکتے کہ پادری صاحب کو کسیع دنیاوی

اور تعصب و عناد کے نشے نے کس قدر مخمور و مدہوش
کردیا ہے اُنہیں کچھ خبر نہیں کہ ہم کیا طوفان باندھ رہے
ہیں قصیدہ ہمزیہ اور بردہ کے مولف کو حضرت سرور انبیا
کا مصاحب اور بات سنانے والا ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ
امام شرف الدین بوصیری ان دونوں قصیدوں کے مولف
سنہ ۶۰۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ ۶۹۴ ہجری میں انتقال کیا
لیجیے جناب پادری صاحب امام شرف الدین کو اُن کی
پیدایش سے چھ سو برس پیشتر اُنہیں حضرت سرور انبیا
کا مصاحب بتاتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا معلومات ہے البتہ
قصیدہ بانت سعاد کو کعب بن زہیر صحابی کا تالیف لوگوں
نے لکھا ہے مگر پادری صاحب بیان کریں کہ اُس میں یا
قصیدہ ہمزیہ وغیرہ میں کونسے مبالغے ہیں۔ کیا اندھیر ہے
کہ انجیلی مبالغوں پر نظر نہیں کیجاتی۔ جنکی وجہ سے ایک انسان
خدا بنا دیا گیا۔ اور سچی اور واقعی تعریف کو مبالغہ کہا جاتا
ہے۔

قولہ۔ صفحہ ۲۲۔ معجزہ ایک خرق عادت ہے جو قدرت الہی
سے بوقت مناسب ظاہر ہوتا ہے نہ یہ کہ بات بات میں

ٹھٹھہ بازی ہو جاتے۔

اقول۔ معاند اور منکر ایسا ہی کہا کرتے ہیں اگر انہیں دو چار معجزے دکھائے گئے تو انہوں نے کچھ لغو اور بیہودہ تاویل کر کے اور باتیں بنا کے عوام کی نظروں میں انکا اعجاز باطل کر دیا جیسے عماد الدین نے معجزات قرآنی کی نسبت کیا ہے اور بہت سے ملحدین نے معجزات مسیح کی نسبت اور جس نبی الوالعزم نے زیادہ معجزے دکھائے اور اُس میں ناطقہ بند ہوا۔ کچھ تاویل نہ چل سکی تو یوں بات بنائی۔ کہ معجزہ ٹھٹھہ بازی نہیں کہ بات بات میں ہوا کرے اُن معاندو سے کوئی یہہ کہے کہ بات بات میں معجزے کا کون قائل ہے۔ اور کون کہتا ہے کہ ایسے معجزوں کو آپ مانیئے ہم تو صرف اُن معجزات میں گفتگو کرتے ہیں جو صحیح روایتوں سے ثابت ہیں اور اُس کے دیکھنے والے بھی بہت ہیں اور وہ چند معجزے ہیں اُن کے نہ ماننے کی وجہ بیان کیجئے خدا کے لئے کہیں تو دھوکے بازی سے چوکئے۔

چوتھی دلیل

اس دلیل کی تقریر پادری صاحب نے نہایت مفصل طور پر کی ہے۔ مگر اُن کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ خرق عادت ایک امر تاریخی ہے اور ایسا امر جب تک کوئی معتبر راوی اپنی تحریر میں اپنا معاینہ بیان نہ کرے تو وہ قابل قبول نہیں ہو سکتا اور محمدی معجزات کا حال ایسا نہیں ہے بلکہ اُن کا ذکر بخاری اور مسلم وغیرہ کرتے ہیں اور آپ ہی ایک سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں۔ لہذا وہ قابل اعتبار نہیں۔

جواب۔ تحقیقی امر تاریخی کا ثبوت اسپر موقوف نہیں کہ راوی دیکھنے والا کسی تحریر میں اُس کا اقرار پایا گیا۔ تو وہ تحریر بھی جب ہی قابل اعتبار ہو سکتی ہے کہ کسی کے روبرو اُس کا زبانی اقرار موجود ہو کہ یہہ تحریر میری ہے اور پھر وہ تحریر بھی ہر طرح سے محفوظ رہی ہو بہر حال زبانی اقرار پر مدار رہا فقط تحریر سے کچھ کام نہ چلا۔ پس مطابق اس کے معجزات محمدی کو معتبر راوی اپنا معاینہ بیان کرتے ہیں اور صاف اقرار کرتے ہیں کہ فلان معجزہ ہمنے بچشم خود دیکھا

اور جن معتبرین کے سامنے دیکھنے والوں نے بیان کیا وہ دوسروں سے بیان کرتے ہیں اور وہ دوسرے معتبرین یعنے صرف زبانی اقرار کرتے ہیں - اور بعض تحریری اور زبانی دونوں طرح سے اور تاریخی امر کے ثبوت کے لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں اور اسی طریقے سے معجزات محمدی کا ثبوت ہے پس ضرور وہ لایق اعتبار ہیں -

جواب الزامی - خرق عادت یعنی معجزہ ایک واقعہ تاریخی ہے اور اس کے ثبوت کے لئے ضرور ہے کہ کوئی معتبر راوی اپنا معاینہ بیان کرے اور اگر کسی تحریر کے ذریعہ سے ہم کو اس راوی کا بیان پہونچا ہے تو ضرور ہے کہ کوئی شاہد معتبر اسکی گواہی دے کہ یہہ تحریر اس معاینہ کرنے والے کی ہے ہمارے سامنے اس نے اسکا اقرار کیا یا ہمارے روبرو اس نے لکھا ہے پھر اگر عرصہ دراز گذر گیا ہے - تو ہر زمانے میں اس تحریر پر معتبر گواہ ہوتے چاہئیں - کہ وہ بیان کرتے چلے آویں کہ فلان راوی معتبر نے کہا کہ یہہ تحریر اس راوی کی ہے اور بغیر اس مسلسل شہادتوں کے ہر گز وہ واقعہ جو کسی تحریر میں مندرج ہے قابل اعتبار نہیں ہو سکتا

اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ معجزات مسیحی جو بعض تاریخوں میں مندرج ہیں (جنکو انجیل کہا جاتا ہے) وہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ ہمکو کوئی سراغ اس بات کا نہیں ملتا۔ کہ یہہ تحریریں یعنی اناجیل اُن شخصوں نے لکھی ہیں جنہوں نے حضرت مسیح کے حالات معاینہ کئے تھے۔ بلکہ علمائے مسیحیہ فقط اس بات کا دعوے کرتے ہیں کہ یہہ تحریر فلان راوی کی ہے اسکے ثبوت میں کوئی دلیل پیش نہیں کرتے۔ پادری صاحب بھی باوجود اس شوروشغب کے کچھ بیان نہیں کرسکے پس معجزات کی سند کا یہہ حال اور مسیح کے قول کا وہ حال کہ بالکل معجزے سے انکار ہے۔ اب بتاؤ کہ کس دلیل سے معجزات عیسوی کا اقرار کریں۔ اس لئے صاف کہتے ہیں کہ یہہ بیانات اناجیل بالکل غلط ہیں۔ یہہ چوتھی دلیل ہے

(۱) اور پادری صاحب کا یہہ کہنا۔ کہ حواری رسالت کے درجہ پر تھے بالکل بیجا ہے۔ لوقا اور مرقس جنہوں نے مسیح کے معجزات لکھے ہیں کب رسول ہیں ایسا جھوٹ بولتے ہوئے آپکو شرم نہیں آتی۔ متی اور یوحنا کی رسالت کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ جیسا کہ ہم پیچھے بیان کرچکے ہیں

معجزات مسیحی کے عدم اعتبار کی۔

قولہ صفحہ ۱۳۳ محمدی معجزات کا ذکر بخاری و مسلم وغیرہ اپنی تحریروں میں سناتے ہیں اور آپ ہی ایک سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں۔

اقول۔ پانی پتی صاحب تعلیم ہشتم صفحہ ۲۶ میں اقرار کرتے ہیں کہ محدثین بے دیانت اور جعلساز ہرگز نہ تھے۔ پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اُن کی تحریر پر اعتبار نہ کیا جاوے اور یہہ خوب کہا کہ آپ ہی سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں۔ اگر وہ نہ بتائیں تو کون بتائے سلسلہ راویوں کا آنکہ انہیں منتہی ہوا۔ راویوں کے حالات کی اُنہوں نے تحقیق کی۔ اُن کے سوا اور کون بتا سکتا ہے۔ پس جب آپ اُنکی دیانت کے مقر ہیں تو ضرور ہوا کہ آپ اُنکی بات کو مانیں۔

پانچویں دلیل

قرآن و حدیث پر غور کرنے سے حصہ دوم میں معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب اور اس عہد کے لوگ علم الٰہی سے بالکل

ناواقف تھے۔ کیونکہ اُنکی سب باتیں جہل اور ناواقفی پر مبنی ہیں۔ پس جبکہ حصہ دوم میں ان سب کا غلطی میں ہونا ثابت ہوگیا تو اس کے کیا معنے ہیں کہ وہ لوگ بیان معجزات میں حق پر ہیں۔

جواب الزامی انجیل وغیرہ پر غور کرنے اور بہت سی کتابوں کے مطالعہ سے جن میں محققانہ طور سے انجیلوں کے مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اور حصہ دوم کے جواب میں معلوم ہوجائے گا۔ کہ انجیلوں کے مولف علم الہی سے بالکل ناواقف تھے کیونکہ سب باتیں اُن کی جہل و ناواقفی پر مبنی ہیں۔ اور خود اُنہیں کتابوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح اُن کو تادم صعود نادان اور بے ایمان کہتے رہے پس جب حضرت مسیح خود اُن کے فہم اور اعتقاد کی شکایت کرتے رہے اور اُن کی تحریرات سے بخوبی اُس کا ثبوت ہوگیا تو اس کے کیا معنے ہیں کہ وہ لوگ بیان معجزات میں حق پر ہیں۔ جب وہ حضرت مسیحؑ کا کلام نہیں سمجھ سکتے تھے تو معجزۂ حق و باطل میں کیونکر تمیز کرسکتے ہونگے پھر کیونکر اُن کا بیان قابل اعتبار ہوسکتا

ہے -

جواب تحقیقی - قرآن وحدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے علم الہی کو ایسا جانا جیسا کہ جاننے کا حق تہا اور وہ صفات الہی بیان کیے کہ کسی نے بخوبی نہ بیان کیئے تھے تمام کتب سابقہ کی تکمیل قرآن وحدیث نے کی اس کی تفصیل نیاز نامہ کے جواب میں مسطور ہے اسکا انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے - اکثر اہل یوروپ اُس کے قایل ہو چکے ہیں -

چھٹی دلیل

الہام اور انبیا کا سلسلہ جو موسیٰ سے حواریوں تک ہے اُس کے دیکھنے سے اور خوب سمجھنے سے اور اُسکی عمدگی اور قوت اور فضایل ذاتی اور صفاتی پر لاحظہ کرنے سے ہم لوگ جو غیر قوم تھے - رسالت اور الہام کے قایل ہوئے ہیں اور ہمنے اِس سلسلہ میں جھوٹے معجزوں اور جھوٹے پیغمبروں کا حال بھی پڑھا ہے - پس جس سلسلہ نے ہمیں

الہام اور رسالت کا قایل کیا ہے - اگر کوئی شخص اسکے
مخالف ہوکر معجزات بھی دکھلاوے ضرور وہ آدمی جھوٹا اور
اس کے معجزات فریب بازی ہونگے - پس محمد صاحب جو
اس انبیا کے سلسلے کے بالکل مخالف ہیں - عقاید اور عبادت
اور معاملات اور قصص میں بھی اور اُنکی تعلیم انبیا کی
تعلیم سے جاری ہے تو اب بتلاؤ کہ ہم محمد صاحب کو اور
اُن کے معجزات کو کیا سمجھیں -

جواب - ناظرین انصاف پسند اس امر کا یقین کر سکتے ہیں
کہ پادری صاحب نے یہاں کوئی دلیل پیش نہیں کی بلکہ
چند امور اعتقادی بیان کرکے (جنہیں اپنے گمان فاسد
میں مسلم کر رکھا ہے) ایک نتیجہ نکالا ہے وہ اعتقادی امور
یہہ ہیں -

اول سلسلہ الہام و انبیا کا فقط حواریوں تک فرض کیا ہے
(حالانکہ محض غلط ہے) -

دوسرے اُسکے سمجھنے کے مدعی ہوتے ہیں باوجودیکہ کچھ نہیں
سمجھتے) -

تیسرے اُس کے عمدہ ہونے اور فضایل ذاتی اور

صفاتی کا اعتقاد کیا۔
چوتھے ایک شخص کو محض اپنے خیال سے اُس کا مخالف قرار
دیا (حالانکہ وہ خیال باطل ہے)۔
پانچویں بموجب اپنے گمان کے اُس کے مخالف کو جھوٹا قرار
دیا۔ اس کا جواب تحقیقی یہہ کہ یہہ سب اُمور پادری صاحب
کے خیالات فاسدہ ہیں حضرت محمدؐ رسول اللہ انبیا کے مخالف
نہیں ہیں جو کوئی مخالفت کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے۔ وہ
نہ قرآن و حدیث کو جانتا ہے اور نہ توریت اور انجیل کو
سمجھتا ہے اسکی تفصیل نیاز نامہ کے پیغام محمدی میں دیکھو
اور جواب الزامی یہہ ہے کہ اسی طرح یہود کہتے ہیں کہ الہام
اور انبیا کا سلسلہ جو موسیٰ سے ملاکی تک ہے اُس کے دیکھنے
سے اور خوب سمجھنے سے اور اُس کی قوت اور فضایل پر لحاظ
کرنے سے ہم لوگ ایمان لائے اور اُس میں جھوٹے پیغمبروں
کا حال دیکھا اور اُن کی نشانیاں معلوم کیں۔ پس جس سلسلہ
نے ہمکو الہام و رسالت کا قایل کیا ہے اُس کے جو کوئی
مخالف ہو کر معجزات دکھاوے ضرور وہ آدمی جھوٹا ہو۔ پس
مسیح جو سلسلۂ انبیا کے عقاید اور عبادات اور معاملات میں

بالکل مخالف ہیں۔ اور جھوٹے نبی کی نشانیاں جو کتب سماوی
میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ بھی اُن میں ہم پاتے ہیں تو اب
بتاؤ کہ ہم مسیح کو اور اُن کے معجزات کو کیا سمجھیں۔ اور یہود
پر کیا ہے ہر ایک مذہب والا اپنے مخالف کو ایسا ہی اعتقاد
کرتا ہے۔ لیجئے پادری صاحب اب آنکھیں کھول کر اپنی
دلیلوں کا جواب ملاحظہ کیجئے اور کہئے کہ یہہ آپ کی دلیلیں
کیسی آپ پر پلٹ گئیں مصرعہ زبانِ تو آخر زیانِ تو
شد۔ اب اُن کا جواب دیجئے اور اُس بڑے بول کو یاد
کیجئے۔ جو آپ نے صفحہ ۳۲ تقلیعات میں لکھا ہے۔ دیکھئے
یہہ بڑا بول آپ کو کیسا نیچا دکھاتا ہے۔ اب آپ پر واجب
ہے کہ جب تک آپ انکا جواب نہ دے لیں۔ مسیح کے
معجزات کا ذکر ہرگز نہ کریں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہہ چھ دلیلیں جنکا جواب اوپر لکھا گیا۔ پادری
عماد الدین صاحب نے اپنی کتاب تواریخ محمدی میں
بیان کی ہیں۔ لیکن پادری فانڈر صاحب نے اپنی
کتاب میزان الحق میں چند اور دلیلیں بھی حدیث کی حجیت
کے برخلاف بیان کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ

یہاں اُن کی بھی قلعی کھول دی جائے

ساتویں دلیل

حدیث کے ناقل محمد صلعم کی بیویاں اور قریبی اور دوست تھے[1] پس اُن کی شہادت محمد صلعم کے حق میں چنداں اعتبار نہیں رکھتی۔

جواب۔ تھوڑے سے تغیر عبارت مذکور سے بعینہٖ وہی شبہ اناجیل پر آسکتا ہے۔ مسیح ؑ کے احوال و اقوال کے ناقل مریم اور یوسف نجار اور مسیح ؑ کے شاگرد تھے۔ پس اس صورت میں اُن کی شہادت مسیح ؑ کے حق میں

[1] اگرچہ پادری صاحب نے اس اعتراض کو تاریخ محمدی کے صفحہ ۱۲ میں اب اس طور پر بیان کیا ہے کہ محمد صاحب کے پاس ۱۸۶ شاعر مداح تھے۔ جو آپ کی مدح کیا کرتے تھے اور احادیث کے معجزات اکثر انہیں شعرا کے اشعار میں سے پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن دونوں اعتراض کا مطلب ایک ہی ہے اول تو روایات معجزات کو اُن شاعروں کی طرف منسوب کرنا بالکل افترا اور محض دروغ ہے سبحان اللہ۔ اگر بات (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۶ پر)

چنداں اعتبار نہیں رکھتی - اگر کہا جائے کہ محمد صاحب کے
قریبی صرف عزت دنیوی کے واسطے ایمان لائے تھے - میں
کہتا ہوں - کہ پادری صاحب دیکھتے نہیں کہ اقربا وغیرہ
حضرت کے نئے دین توحید کے جاری کرنے اور آبائی و
اجدادی دین بت پرستی کے موقوف کرنے سے آپ کے
کیسے دشمن جانی ہوگئے تھے اُس وقت میں اگر کچھ بھی
مددگار ہو جاتے تو کیوں وہ تکلیفیں اُٹھانی پڑتیں - جو
حضرت نے اُٹھائیں اور وطن کیوں چھوڑنا جاتا - پس جو
شخص ایسی حالت میں ایمان لائے اور احوال بچشم خود
دیدہ پر گواہی دے اور وہ گواہی نقل کیجائے تو ایسی

بھی لیا جاوے تو یہہ اعتراض اہل اسلام کو چنداں مخل نہیں جیسا کہ
عیسائیوں کو ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ شاگرد اُستادوں کی ایسی ایسی
صفتیں کیا کرتے ہیں کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہوسکتا - خصوصاً اُس
صورت میں کہ دنیاوی طمع بھی ہو - پس اسی لئے مسیح کی صفت
میں اُن کے شاگردوں نے کوتاہی نہیں کی جیسا کہ متن اس کتاب
میں بطور نمونہ بیان ہوا ہے -

نقل کے ماننے میں عقل کے واسطے کون مانع ہے بلکہ بطریق
اور ... مانی جائے گی۔ اگر آپ ذرا سا غور کریں تو یہی اعتر
حواریین پر ہی اچھی طرح سے صادق آسکتا ہے۔ کیونکہ
اُنہوں نے یہودیوں سے سنا ہوا تھا کہ مسیح ایک بڑا
عظیم الشان بادشاہ ہوگا۔ اور یہہ بیچارے مسکین مچھوے
تھے۔ اسی پیشہ سے اپنا گذارہ کیا کرتے تھے۔ پس جب
مسیح نے دعوے مسیح موعود کا کیا تو یہہ جھٹ پٹ ایمان
لے آئے اور یہہ سمجھا کہ اب تو محنت چڑیاری سے چھوٹ
جائیں گے اور بڑے بڑے منصب مل جائیں گے پس
جب مسیح نے وعدہ کیا جو انجیل متی کے ۱۹ باب میں
ہے۔ یعنی میں جب تخت پر بیٹھوں گا تم بھی بارہ سچے
بارہ میرے ساتھ باراں تختوں پر بیٹھ کے عدالت کروگے
انتہے۔
اور ایسا ہی مرقس کے دسویں باب اور متی کے بیسویں
باب میں ہے۔ پس جب بیچارے جاہ و عزت سے ناامید
ہوچکے بلکہ دیکھا۔ کہ وہ خود بیچارے مسکین ہیں۔ اور
یہودیوں کے ڈر کے مارے گاؤں بہ گاؤں بھاگتے

بھرتے ہیں اور یہودی اُن کی گرفتاری کے درپے ہیں اور
یہہ بھی اُن کو یقین ہو گیا۔ کہ یہہ سب وعدے خلاف
تھے۔ تو اُن میں سے یہودا حواری نے تیس درم رشوت
کے لیکر یہودیوں کے ہاتھ مسیح کو گرفتار کرا دیا۔ اور ایسی
مصیبت کے وقت میں سب بھاگ گئے۔ بلکہ اعظم الحواریین
یعنے جناب پطرس نے تو جھوٹی قسم بھی کھائی اور لعنت
بھی ڈالی۔ اور کہا کہ میں مسیح کو ہرگز نہیں جانتا۔ پہر بعد
صعود مسیح کے اُنہوں نے اور دل میں بھروسہ کیا۔ کہ یہہ
ہماری حیاتی ہی میں آسمان سے اُتر آئیگا۔ پھر خوب مزے
اڑائینگے۔ جیسا کہ باب ۱۹ و ۲۰ مشاہدات سے ظاہر

لہ جیسا کہ انجیل متی باب ۱۶ ورس ۲۸ میں ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ اُن میں سے
جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں
آتے دیکھ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھینگے۔ پہر انجیل متی باب ۲۴ و مرقس باب ۱۳
و لوقا باب ۲۱ میں ہے کہ جس کا خلاصہ یہہ ہے کہ مسیح نے فرمایا ہے کہ جب میں
بادلوں میں بڑے جاہ و جلال سے ظاہر ہو کر آؤنگا اُسوقت سورج سیاہ
ہو جاویگا اور چاند اپنی نور کو لے لیگا اور ستارے گر پڑینگے اور قوت آسمان کی
ٹوٹ جاوے گی تب تک اُس زمانہ کے لوگ نہ گذرینگے انتہی *

ہوتا ہے اور دائمی عیش مل جاوے گی۔ اسی خیال میں آکر
اسکی تعریف لکھنی شروع کی اور ایسا مبالغہ کیا۔ کہ اُن کو
خدا[1] بنا کر دکھلا دیا۔ بلکہ چوتھی انجیل کے آخر میں لکھا ہے
کہ اور بہت سے کام ہیں جو مسیح نے کیئے۔ اگر ایک ایک
لکھوں تو جہان میں نہ سما سکیں انتہے۔

اب اس میں شک نہیں کہ یہہ محض مبالغہ شاعرانہ ہے
اور جناب پولوس اپنے نامہ فلپیوں کے باب اول میں
درس ۱۸ سے ۲۰ تک فرماتے ہیں۔ ہر طرح سے مسیح کی خبر
دی جاتی ہے خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے اور میں اس میں
خوش ہوں بلکہ خوش رہوں گا بھی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ
تمہاری دعا اور یسوع مسیح کی روح کی مدد سے اسکا انجام
میری نجات ہو گی۔ چنانچہ میرا توقع اور امید یہہ ہے کہ
میں کسی بات میں شرمندہ نہوں گا۔ بلکہ کمال بے پروائی
سے ہمیشہ کے طرح اب بھی مسیح میرے بدن سے خواہ میرے

[1] یہہ تو بارہ شخص تھے اور ہزاروں اُنکے مرید تھے اگر انہوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا بنا دیا تو کیا تعجب ہے بالمیک شاعر کو نہیں دیکھتے جو اکیلے ہی ایسی نمایاں کارگذاری کی کہ رامچندر کو خدا بنا کر دکھلا دیا تھا ۔

جیتے خواہ مرے ہوئے پر بزرگی پاویگا۔ انتہے۔
اسی طرح اور بہت سی ایسی من گھڑت باتیں بطرح عزت
مسیح کی طرف منسوب کردیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت
مسیح خوشامد طلب ہیں اور یہہ بات خود مسیح کے قول مندرجہ
انجیل یوحنا کے باب ۱۰ سے ثابت ہے۔ ۸۔ سب جتنے آگے
مجھ سے آئے چور اور بٹمار ہیں۔ ۹۔ دروازہ میں ہوں اگر
کوئی شخص مجھ سے داخل ہو تو نجات پاویگا اور اندر باہر
آیا جایا کرے گا اور چراگاہ پاوے گا۔ ۱۰۔ چور نہیں آتا
مگر چور انے اور قتل کرنے اور ہلاک کرنے کو میں آیا ہوں
تاکہ وے زندگی پاویں۔ انتہے۔
غرضیکہ وے بیچارے حالت مایوسی ہی میں راہی ملک
بقا ہوئے اور بعد اُن کے اور عیسائی بھی اُسی اُمید پر
تعریف مسیح میں مصروف رہے حتے کہ جب عیسائیوں کی
مستقل بادشاہت ہوگئی۔ پھر تو عیسائیوں کو تنخواہیں بھی
ملنی شروع ہوگئیں۔ چنانچہ اب بھی حال ہے کہ ہزارہا
پادری اسی کام پر معقول تنخواہیں پاتے اور غیر مذہب
والوں کو بھی اپنی طرف کھینچکر اور اُن کی تنخواہیں مقرر

کرا کر اُنہیں سے اُنکے اگلے مذہب کی تردید کراتے ہیں ۔
خدا کے لیئے ایک کو بھی کبھی منادی کرتے نہیں دیکھا
علاوہ اس کے اگر اصحاب کی روایات کو نہ تسلیم کیا جاوے
تو اناجیل مروجہ کا کچھ بھی ٹھکانا نہیں ۔ کیونکہ ہم کہتے
ہیں کہ جو باتیں آپ کی کتب الہامیہ میں مسیح وغیرہ کی
طرف نسبت کر کے لکھی ہیں یا نہیں ۔ پہلی بات صرف
دعوے ہے اور دعوے کا اثبات مدعی پر لازم ہے
اور اسپر گواہیاں گذریں ۔ یا در صورتیکہ اُنہوں نے
خود نہیں لکھیں بلکہ اُنہیں گواہوں نے لکھیں تو پھر یہہ
دو حال سے خالی نہیں ۔ یہہ گواہ مسیح کے قرابت دار تھے
یا نہیں ۔ اگر پہلی بات ہے تو پادری صاحب کے قول
کے بموجب کہ قرابتی کی گواہی ایسی باتوں میں جھوٹی
ہوتی ہے ۔ یہہ سب کی سب جھوٹ ہو گئیں اور اگر
قریبی نہ تھے تو پھر دو حال سے خالی نہیں آیا وہ مسیح
کے دیکھنے والوں اور ایمان لانے والوں میں سے تھے
یا نہیں ۔ پہلی بات کے ماننے سے اصحاب ٹھیرتے ہیں
اصحابوں کی شہادت بھی یہاں پادری صاحب

کے نزدیک قابل تسلیم نہیں۔ پس اس سے بھی انجیلیں جھوٹی ٹھیرتی ہیں اور اگر وہ دیکھنے والوں میں سے نہ تھے تو پھر کس سے سنکر لکھا۔ اصحاب سے یا اقربا سے اُن لوگوں کی گواہی مردود ہوچکی ہے۔ اور اگر کہیں کہ اپنی بناوٹ سے لکھا تو یہی ہمارا مطلب ہے۔ غرضیکہ ان میں سے جو شق تسلیم کریں اُسی کے بموجب اناجیل ضرور ہی جھوٹی ٹھیریں گی۔ اگر محرر کا فرمانے جائیں تو یہہ آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اس سے بھی بچاؤ نہ ہوا۔

پادری صاحب نے مولفان اناجیل اور اعوالاتشا درج شدہ انجیل کو سراسر غلط اور جھوٹ بنادیا۔ خوب ہی کیا۔ مسیح بہت ہی راضی ہونگے۔ خصوصاً پولوس اپنے احکام کی تعمیل پوری دیکھکر پادری صاحب کو دعائے لایقہ سے یاد کرینگے۔ حضرت سلامت چونکہ اقربا اور اصحاب ہر قول و فعل آدمی سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ حال دیکھا ہوا اُن کا لکھنا بہ نسبت اجنبی کے معتبر اور موثر ہوتا ہے۔

آٹھویں دلیل

مولفین کتب احادیث نے حالات اور معجزات محمدیہ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور نیز آنحضرت سے بلا واسطہ نہیں سنا۔ بلکہ سو دو سو برس بعد وفات آنحضرت کے متواتر سنے ہوئے حالات کو قلم بند کیا۔ اور نصف اُنہیں سے عدم اعتبار کے باعث ساقط کر دیئے گئے۔

جواب۔ یہاں پر پہلے اس بات کا جاننا ضروریات سے ہے۔ کہ روایت لسانی جو تواتر کو پہونچ جائے قابل اعتبار ہے یا نہیں۔ اب ہم دعوے کرتے ہیں کہ ایسی روایت جو متواتر ہو ضرور واجب التسلیم ہوتی ہے چنانچہ جمہور اہل کتاب کیا یہودی کیا عیسائی سلفاً خلفاً روایات لسانیہ کو معتبر جانتے ہیں۔ بلکہ یہودیوں کے نزدیک مکتوب سے روایات لسانی کا زیادہ اعتبار ہے۔ اب ہم چند سندیں یہودیوں اور مسیحیوں کے علماء سے پیش کرتے ہیں جسے روایات لسانیہ کا درجہ مکتوب سے بھی زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد دوسری مطبوعہ ۱۸۵۱ء میں کتاب عزرا کے دیباچہ کی شرح میں کہتا ہے۔ یہودیوں کا قانون دو قسم پر تھا۔ ایک مکتوب اُس کو توریت کہتے تھے دوسرا غیر مکتوب اُسکو روایات لسانیہ کہتے تھے۔ اور یہہ بھی دعوے کرتے ہیں کہ اللہ تعالے نے موسی ع کو دونوں قسم کو طور پر عطا فرمائے تھے ہم کو ہی دونوں ملے ایک بواسطہ کتابت دوسرا مشایخ کے وسیلے سے اس واسطے اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ دونوں قسم مساوی ہیں اور منجانب اللہ اور واجب التسلیم ہیں بلکہ دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مکتوب ناقص ہے اور کامل ایمان کا حصول بدون اعتبار روایت لسانی کے غیر ممکن ہے انتہی اور ھادن صاحب اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء کی جلد دوسری کے پہلے حصہ کے ساتویں باب میں فرماتے ہیں۔ ایک کتاب سنا جس میں یہودیوں کی روایات مختلفہ کا حال اور شروح متون کتب مقدسہ کے ہیں اُن کا ظن اُس کے حق میں یہہ ہے کہ جب خدا نے موسی کو توریت دی تھی تو یہہ روایتیں بہی اُسوقت دی تھیں۔ پھر موسے نے سہ ہارون

ادر العیاذر اور یوشع کو پہونچیں اُن سے اور پیغمبروں کو اور پیغمبروں سے اور مشائیخوں کو حتی کہ شمعون کو ملیں انتہی۔
اب عبارات مذکورہ سے صاف ثابت ہے کہ روایت لسانی کو یہودی مکتوب پر ترجیح دیتے ہیں۔ اب علماء مسیحی کا حال سنئے
یوسی بیس اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۸۴۷ء کی کتاب ثانی کے نویں باب کے صفحہ ۸۷ میں جو فرقہ پروٹسٹنٹ اور کاتلک کے نزدیک بڑی معتبر تاریخ ہے فرماتے ہیں۔ یعقوب حواری کے حال کے بیان میں کہ کلیمنس نے اپنی ساتویں کتاب میں اسی یعقوب کی بابت ایک حکایت یادداشت کی لایق لکھی ہے اور یہہ ظاہر ہے کہ کلیمنس نے یہہ حکایت روایت لسانیہ سے جو اُسکو اباواجداد سے ملی نقل کی ہے انتہی۔
پھر چوتھی کتاب کے پانچویں باب کے صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ہے۔ میں نے اسقفون اورشلیم کا حال ترتیب وار کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ لیکن روایت لسانی سے ثابت ہوا کہ وہ تھوڑی مدت ٹھیرے۔ الخ۔

پھر تیسری کتاب کے انتالیسوین باب کے صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ہے۔ پی پیس نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں کہا ہے کہ میں تمہارے نفع کے واسطے جو کچھ مشائخ اپنے سے مجھ تک پہونچا لکھتا ہوں اور میں نے اُسکو تحقیقات تام سے یاد کیا ہوا ہے تاکہ میری گواہی سے اُس کی تحقیقات زیادہ ثابت ہوجاے۔ کس واسطے کہ میں ابتدا سے لغو نصیحتیں نہیں سنا کرتا تھا بلکہ جو لوگ نصیحات حقہ (جو ہمارے سچے رب سے مروی ہیں) جانتے تھے اُن کی کلام کان دھر کے سنتا تھا۔ اور جب میں متبعین مشائخ سے کسیکو ملتا تو اُس سے یہی پوچھتا کہ اندریاس یا پطرس یا فیلپس یا ٹوما یا یعقوب یا متی یا اور کوئی ہمارے رب کے شاگردوں سے یا ارستیون یا پادری یوحنا ہمارے رب کے مرید نے کیا کہا کسواسطے کہ جو فایدہ سنت احیا کا میں نے اُٹھایا ہے۔ وہ کتابوں سے نہیں پایا۔ انتہے۔

پھر چوتھی کتاب کے آٹھویں باب کے صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہے۔ ہجیسی لوس مورخین سے مشہور ہے اُسکی تالیفات

سے جو اُس نے حواریوں سے روایات لسانی نقل کی ہیں
ہیں نے بہت چیزیں نقل کیں اور اسی مصنف نے حواریوں
کے مسایل جو اُسکو روایت لسانی سے ملی پانچ کتابوں میں
بہت سہل عبارت سے لکھی۔ انتہے۔
پھر پانچویں کتاب کے گیارہویں باب کے صفحہ ۲۰۶ میں
کلیمنس کا قول نقل کر کے لکہا ہے۔ کہ یہہ کتابیں میں نے
طلب رفعت کے واسطے نہیں لکھیں۔ بلکہ بوڑھا ہو جانے
کے باعث اور اس واسطے کہ میرے سہو کے لیئے تریاق
ہوں میں نے اُن کو تفسیر کے طور پر جمع کیا گویا کہ وہ مسایل
الہامیہ کے جس کو صادقین مبارکین سے میں نے سیکھا
اور جن کے باعث ہیں منظم ہوا شریلیں ہیں۔ اور ادن
صادقین مبارکین میں سے یونی کوئی جو یونان میں تھا اور
اور دوسرا جو میگنیا گریشیا میں رہتا تھا ایک اُن میں کا
مصری دوسرا سریانی تہا۔ باقی سب مشرق کی طرف سے
ایک اُن میں سے اسوریا کا اور ایک عبرانی اہل فلسطین
سے تہا۔ پھر ایک اور شخص جو مصر میں مخفی اور افضل مشایخ
کا تہا اُس سے ملا اس کے بعد پھر کسی سے نہیں۔ کسواسطے

کہ اس سے زیادہ کوئی نہ تھا اور یہہ سب کے سب مشائخ بھی روایتیں جو پطرس اور یعقوب اور یوحنا وغیرہ سے منقول تہیں ۔ یاد رکھتے تھے انتہی ۔

پھر پانچویں کتاب کے بیسویں باب کے صفحہ ۲۱۹ میں ارینیوس کا قول نقل کیا ہے یہہ حدیثیں بفضل الله میں نے امعان تام سے سنیں اور اُن کو اپنے سینہ میں لکھہ یا نہ کاغذ پر اور دوبارہ کرنے کی میری قدیمی عادت ہے ۔ مگر بادیانت انتہی ۔

پھر چھٹی کتاب کے تیرھویں باب کے صفحہ ۲۴۶ میں کلیمنس اسکندریانوس کا حال جو تبع تابعین حواریوں سے تہا لکھا ہے ۔ اُس نے اپنی کتاب میں جو عید فصح کے بیان میں لکھی ہے کہا کہ دوستوں نے مجھ سے لکھنے اُن روایات کا جو میں نے استقفون سے سنی تہیں طلب کی ۔ انتہی ۔

پھر چھٹی کتاب کے اکتیسویں باب کے صفحہ ۲۶۳ میں لکھا ہے ۔ ایفری کانوس نے اپنے رسالہ میں جو اب تک موجود ہے ۔ اور ارستیدیس کی طرف بھی بھیجا گیا تہا ۔ مسیح کے نسب نامہ کی بابت جو متی اور لوقا نے بیان کیا ہے ۔ اُسی روایت سے

جو اُسکو آبا و اجداد سے ملی ہے تطابق دیا ہے۔ انتہے۔
پھر جان ملنز کاتلک اپنی دسویں کتاب مطبوعہ ۱۸۴۳ء کو رسالہ میں جو جیمس بردن کی طرف بھیجا تھا لکھتا ہے۔ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ کاتلک کے ایمان کا مبنی صرف مکتوب ہی نہیں بلکہ عام ہے مکتوب ہو یا غیر مکتوب یعنے کتب مقدسہ اور روایات لسانیہ انتہے۔
پھر اُسی رسالہ میں کہتا ہے۔ ترتولین اپنی کتاب میں جو اہل بدعت کے رد میں بنائی اور شہر دھنان میں چھپی تھی صفحہ ۳۶ و ۳۷ کے اندر لکھتا ہے۔ کہ اہل بدعت کی عادت ہے۔ کہ استدلال اور تمسک کتب مقدسہ ہی سے پکڑتے ہیں اور یہہ بھی کہتے ہیں۔ کہ کتب مقدسہ مکتوبہ کے سوا اور کوئی چیز مبنی ایمان کے بنانے کے قابل نہیں اور اُسی کے موافق کہا جائے اس حیلہ سے اقویا کو اور ضعیفوں کو اپنی دام میں اور متوسطین کو شک میں ڈال دیتے ہیں اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ تم سندلیں کتب مقدسہ کے ساتھہ کبھی مناظرہ جایز نہ رکھو کیونکہ کتب مقدسہ کی ترتیب ایسی نہیں جس سے دماغ اور بطن خالی کرنے کے سوا اور بہی

کوئی فایدہ نکلے اس واسطے رجوع طرف کتب مقدسہ کے غلط ہے کیونکہ ان کتابوں سے ایک امر کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ اگر کچھ حاصل بھی ہوا تو وہ بھی ناقص ہے۔ اور اگر یہہ امر بھی نہو۔ تو اس صورت میں بحث کرنی پڑیگی۔ کہ پہلے ثابت کیا جاسے کہ کتب مقدسہ کا علاقہ کس آدمی سے ہے۔ اور کس شخص نے کس وقت میں کس شخص کی طرف روایت پہونچائی جس کے باعث ہم مسیحی ہیں۔ کس واسطے کہ وہ مکان جن میں احکام دین مسیحی اور عقاید اُس کے ہیں وہاں صدق انجیل اور معانی انجیل کا پایا جاتا ہے۔ اور سب روایات دین مسیحی کے لسانی ہیں۔ انتہے۔

پھر اسی رسالہ میں کہا ہے۔ کہ ارجن نے کہا ہے کہ ہم کو اُن آدمیوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ کہ کتب مقدسہ سے نقل کرکے کہدیتے ہیں۔ کہ کلام تمہارے پاس ہے۔ اُس میں دیکھو کیونکہ ہمکو لایق نہیں۔ کہ ہم کینہ والی روایت کو چھوڑ دیں یا پھر جائیں اللہ پر جو روایت تسلسل سے ہمکو پہونچا اعتقاد کر بیٹھیں۔ انتہے۔

پھر اسی رسالہ میں کہا ہے۔ ای تا یینس نے اپنی کتاب میں

جو بدعتیوں کے مقابلہ میں لکھی تھی کہا ہے۔ اور روایت
لسانیہ کو استعمال میں کیونکہ کتب مقدسہ میں سب چیزیں
نہیں پائی جاتیں انتہے۔
پھر اسی رسالہ میں کہا ہے۔ کہ بزانسم نے دوسرے رسالہ کے دوسرے
باب کی چودھویں آیت کی شرح میں جو اہل تسالونیقی کی طرف
ہے۔ اس بات کی تصریح کی ہے۔ کہ اس سے صاف ظاہر
ہو گیا کہ حواریوں سے ہم کو کل چیزیں بواسطہ تحریر نہیں
پہونچیں بلکہ اکثر بدون تحریر کے بھی پہونچی ہیں۔ سو اعتبار
میں دونوں مساوی ہیں۔ اسی واسطے ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ
روایت کنیسہ کی منشاء ایمان کا ہے۔ اور جب کوئی چیز روایت
لسانی سے ثابت ہو جائے تو اس سے زیادہ ہم نہیں چاہتے
انتہے۔

اگرچہ اس باب میں اور بھی سندیں بہت ہیں مگر طوالت
ان کے لکھنے کی مانع ہے۔ اب اسانید مذکورہ سے صاف
ثابت ہو گیا کہ سوا روایت لسانی کے کسی امر کا فیصلہ ہی
نہیں ہوتا۔ جب اثبات تسلیم روایت لسانی کا بموجب
اعتقاد یہودیوں اور عیسائیوں کے آپ سن چکے ہیں

تو تذرے احادیث کا حال بھی سن لیجئے - اہل اسلام
پہلے ہی قرن میں درپے اہتمام احادیث ہوگئے تھے اور
یہہ اہتمام اُن کا بہ نسبت صحیفین کے کئی درجہ اچھا تھا جیسا
کہ قرآن کے حفظ کرنے میں اہتمام اُن کا آج تک بہ نسبت
کتب مقدسہ کے بنظر انصاف کتنا بھاری ہے مگر اصحاب
نے بسبب احتیاط اختلاط کلام الہی اور کلام رسول کے
حدیثوں کو جمع نہیں کیا تھا - پھر تابعین نے مثل زہری رضہ
وغیرہ جمع کرنا احادیث کا شروع کیا تھا - مگر اُن کو ابواب
فقہ کی ترتیب کے مطابق لکھا نہیں تھا - جس صورت میں
یہہ ترتیب احسن نہی تبع تابعین نے ایسا ہی انکو ضبط کیا
چنانچہ امام مالک رضہ نے جو ۹۵ ہجری میں تولد ہوئے کتاب
موطا مدینہ میں لکھی اور سفیان ثوری نے کوفہ میں وغیرہ ذالک
پھر بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین کو احادیث صحیحہ کے لانے
اور ضعیفہ کے چھوڑنے کی شرط پر لکھا - اور محدثین نے حدیث
کی بابت بہت بڑی کوشش کی - چنانچہ اسمار الرجال ایک
فن خاص حدیث کے واسطے تصنیف ہوا کہ جس سے راویان
احادیث کا حال کہ حفظ اور دیانت میں وہ کیسے تھے معلوم

ہوتا ہے اور صحاح ستہ کی حدیثوں کا اسناد آنحضرتؐ تک
برابر پہونچتا ہے اور بعض حدیثیں بخاری کی ثلاثی ہیں جو تین
وسیلہ سے حضرتؐ تک پہونچتی ہیں اور صحیح حدیث تین قسم پر
ہے متواتر اور مشہور اور خبر واحد۔ متواتر وہ ہے جس کو
ہر زمانہ میں اتنا بکثرت لوگوں نے روایت کیا ہو کہ عقل اُنکے
جھوٹ بولنے کو محال جانے۔ جیسا کہ نماز کی رکعتوں کی تعداد
اور زکوۃ کا مقدار اور اکثر معجزات آنحضرتؐ وغیرہ۔ اور
مشہور وہ ہے جو اصحاب کے زمانہ میں مثل تواتر کی مشہور
نہ تھی مگر تابعین کے زمانہ یا تبع تابعین کے زمانہ میں اُسکا
اشتہار ہوگیا اور اخیر کے دونوں زمانوں سے کسی میں امت
نے قبول کر لیا ہو۔ پس یہ بھی متواتر ہی کی طرح ہوتی ہے
جیسا کہ حکم رجم درباب زنا وغیرہ۔ اور خبر واحد وہ ہوتی ہے
جس کو ایک نے ایک سے یا ایک نے جماعت سے یا جماعت
نے ایک سے نقل کیا ہو۔ متواتر میں علم قطعی واجب اور
انکار اُس کا کفر ہے اور مشہور میں علم طمانیت واجب اور
انکار اُس کا بدعت اور فسق ہے۔ اور خبر واحد میں دونوں
علم مذکورہ سے کوئی بھی واجب نہیں۔ اثبات عقاید اور

اصول دین میں اسکو کچھ دخل نہیں مگر عملیات میں اعتبار اس کا باقی ہے۔ پادری صاحب سنئے تو یہاں انصاف کی آنکھیں بالکل بند کردیں اور کہدیا کہ کچھ اعتبار نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ جیسے بے اعتباروں کا کیا ٹھکانا ہے۔ اس سے ان میں آپ کے اور بہائی بندوں نے بہی بہت سے ثان چہان کر آخیر کو آپ کی طرح ندامت کے سوا اور کچھ حاصل نہ کیا۔ اب بہی شبہ بانک تغیر آپ کی اناجیل پر آسکتا ہے۔ محررین اناجیل نے مسیح کے احوالات اور معجزات کو بچشم خود نہیں دیکھا اور نیز اُنہوں نے جو کچھ لکھا ہے اُسکو بلاواسطہ سنکر نہیں لکھا اور واسطہ بہی ایسا کہ جس کا صرف نام ہی نام ہے۔ در اصل کچھ بہی ٹھیک نہیں۔ اسی واسطے اناجیل کا کچھ بہی اعتبار نہیں۔

نویں دلیل

ہر دانا آدمی جب تعصب کو ترک کرکے اکثر احادیث کے معانی کی طرف خیال کرے تو جان لے کہ اُن کے معانی

نفس الامر کے مطابق نہیں۔
جواب۔ یہہ دعوی پادری صاحب کا بلا دلیل اور بے سند ہے اور ہر دانا آدمی کے نزدیک غیر مسلم۔ احادیث صحیحہ میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں جس کے کہنے عند العقل ممنوع ہوں۔ البتہ بعض معجزات جو خلاف عادت ہیں اور جنت اور دوزخ کا احوال اور فرشتوں کی کیفیت جنکی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ یہہ باتیں اگر پادری صاحب کسی دلیل سے ممنوع ٹھیراتے ہیں تو بیان دلیل کا پادری صاحب پر لازم اور ہمیں جواب دینا ضروریات سے ہے اور اگر اس لیے کہ دنیا میں اُن کی نظائر نہیں پائی جاتی تو یہہ ہمارے واسطے کچھ بھی مضر نہیں۔ کیونکہ اگر معجزہ حسب عادت ہو تو اُسکو معجزہ ہی نہیں کہا جاتا۔ پادری صاحب شاید عارضہ نسیان سے بہت لاچار ہیں۔ نہیں دیکھتے کہ معجزات موسوی و عیسوی سب خلاف عادت تھے۔ مثلاً عصا کا سانپ بنتا اور ساحروں کے سب سانپوں کو نگل لینا۔ پھر بلا کم و کاست ویسا ہی ہو جانا۔ اور اس عالم کا اُس عالم پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ پادری صاحب اختلاف احوال

ملکوں کو نہیں دیکھتے کہ بعض جگہ ایک چیز پائی جاتی ہے اور
دوسری جگہ نہیں - ایک ولایت کے آدمی مثلاً دوسری
ولایت کے بعض عجائبات سنیں جو خاص اُسی میں پائی
جاتی ہیں تو وہ لوگ اُسکو بیشک بعید جانینگے - بلکہ اکثر
انکار ہی کرینگے - مگر سماعت متواتر کو پہونچ جاتے - اور
بعض وقتوں میں دوسرے وقت کی نسبت بعض امور
بعید از عقل ظہور میں آتے ہیں - مثلاً اسوقت میں ریل
کے ذریعہ سے صدہا کوس کا راستہ کاٹنا اور سمندر کا راستہ
دخانی جہازوں کے وسیلہ سے اور خشکی کا راستہ بگھی ڈاک
شکرم وغیرہ مراکب کے ذریعہ سے نکل جانا - جب یہہ چیزیں
نہیں بنی تہیں کیسا دشوار اور محال معلوم ہوتا تہا اور ایسا
ہی تار برقی کے ذریعہ سے چند منٹوں میں خبر کا آجانا وغیرہ -
علاوہ اس کے پادری صاحب اناجیل کو نہیں دیکھتے - کہ
اُن کے مضامین بالکل خلاف واقع ہیں - مگر عادت کے
باعث مجبور ہیں - چنانچہ نمونہ کے طور کچھ ہم بہی لکھتے ہیں -
پہلے تو دیکھئے کہ خدا کا یعقوب کے ساتہہ کشتی میں مغلوب
ہونا اور مریم کے رحم میں جنین بنکر نو مہینے تک رہنا اور پیدا

ہونے کے بعد یحییٰ کا مرید بننا اور اپنے بندوں کی نجات کے لئے از روئے عدالت کوئی صورت نہ دیکھنا۔ بجز اسکے کہ خود ملعون ہو کر تین دن تک دوزخ میں رہے اور ایک شخص کا خدا بھی اور انسان بھی اور ابد ہی ہونا عند العقل سراسر ممتنع ہے۔

اور حزقیال کے چوتھے باب میں لکھا ہے۔ ۱۔ اور اے آدم زاد تو ایک کپڑا اُٹھا لے اور اپنے آگے رکھ دے۔ اور اُسپر یروشلم شہر کی تصویر کھینچ۔ ۲۔ اور اُس کا محاصرہ کر اور اُس کے مقابل برج بنا اور اُس کے سامنے ایک دمدمہ باندھ اور اُس کے گرد خیمہ کھڑا کر اور اُس کے گھیرے میں منجنیق لگا۔ ۳۔ پھر اپنے لئے لوہے کا ایک توا لے اور اپنے اور شہر کے درمیان اُسے نصب کر کہ وہ لوہے کی دیوار ٹھیرے اور تو اپنا منہ اُس کے مقابل کر اور وہ گھیری جانے کی حالت میں ہو اور تو اُس کا گھیرنے والا ہوگا یہ اہل اسرائیل کے لئے نشان ہو۔ ۴۔ پھر تو بائیں کروٹ لیٹ رہ اور اہل اسرائیل کی بدکاری اُسپر رکھدے جتنے دنوں تک تو لیٹا رہے گا تو اُنکی بدکاری کا حامل رہے گا۔ ۵۔ پر

میں نے اُن کی بدکاری کے برسوں کو اُن دنوں کے شمار
کے مطابق جو تین سو نوّے دن ہیں تجھ پر رکھا سو تو اہل
اسرائیل کا گناہ اُٹھائیگا۔ ۶۔ اور جب تو اُنہیں پورا کر چکے پھر
دہنی کروٹ لیٹ رہ اور چالیس دن تک اہل یہودا کی بدکاری
کا حامل ہو میں نے تیرے لئے ایک ایک سال کے بدلے
ایک ایک دن مقرر کیا۔ ۷۔ پھر یروشلم کی طرف جس کا محاصرہ
ہو رہا اپنا مُنہ کر اور اپنا بازو ننگا کر اور اُسکی بربادی کی بابت
نبوت کر۔ ۸۔ اور دیکھ میں تجھ پر بندھن ڈالونگا کہ تو کروٹ
سے کروٹ پر نہ پھرے جب تک اپنے محاصرہ کے دنوں
کو پورا نہ کرے۔ ۹۔ اور تو اپنے لئے گیہوں اور جو اور باقلا
اور مسور اور چینا اور باجرہ لے اور اُنہیں ایک برتن میں
رکھ اور اُنکی اتنی روٹیاں پکا کہ جتنے دنوں تک تو کروٹ
لیتا رہے۔ تو تین سو نوّے دن تک اُنہیں کھایا کر۔ ۱۰۔ اور
تیرا کھانا کہ تو کھائیگا سو ایک ایک دن کے لئے بیس بیس
مثقال کو وزن کرکے کھا تو وقت بوقت اُسے کھایا کر۔ ۱۱۔
تو پانی بھی اندازہ سے ایک ہین کا چھٹوا حصہ پیئیگا۔ تو
وقت بوقت اُسے پیا کر۔ ۱۲۔ اور تو جو کے پھلکے کھایا کریگا۔ اور تو

اُن کی آنکھوں کے سامنے انسان کے گوہ سے اُنہیں پکائیگا انتہے ۔

اور ترجمہ عربیہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہہ فقرہ ایسا لکھا ہے کہ جو کی روٹی کو انسان کے گوہ سے ملایا کرے گا ۔ عبارت عربی وتلطخہ بزبل یخرج من الانسان انتہے ۔ یہاں پہلے تو خداوند تعالے کے احکام کو دیکھنا چاہیئے خصوصاً تین احکام جو حزقیال کی نسبت صادر ہوئے ہیں ۔ پہلے یہہ کہ بائیں کروٹ پر تین سو نوّے دن تک لیٹے اور آل اسرائیل کے گناہ اُٹھائے پھر دائیں کروٹ پہ چالیس دن تک لیٹے اور آل یہودا کے گناہ اُٹھائے ۔ پھر دائیں کروٹ پہ چالیس دن تک لیٹے اور آل یہودا کے گناہ اُٹھائے ۔ دوسرا یہہ کہ اپنے مُنہ کو محاصرہ اورشلیم کی طرف متوجہ کر ایسی حالت میں کہ بازو بندھے ہوئے ہوں اور کروٹ سے کروٹ پہ نہ پھر سکے ۔ جب تک محاصرہ کے دن پورے نہوں تیسرا یہہ کہ تین سو نوے دن تک فی یوم ایک روٹی انسان کے گوہ سے ملے ہوئی کھائے ۔ معاذ اللہ ایسے حکم خدا کے نہیں ہوا کرتے کہ خدا اپنے نبیوں کو گوہ کہانے کا حکم دے ۔ ہاں

البتہ پادری صاحبان کا خدا ایسی نعمتیں اہل تثلیث کو عنایت فرماتا ہے۔

دسویں دلیل

احادیث باہم مختلف ہیں

جواب

پادری صاحب نے احادیث کی نسبت منہ پھاڑ کر یہ اعتراض کر دیا ہے۔ حالانکہ ایک طبقہ کی احادیث میں ہرگز اختلاف نہیں۔ اور جہاں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ اہل حدیث فوراً اُس کی تطبیق کر سکتے ہیں۔ لیکن اپنی الہامیہ کتابوں کی طرف نہ دیکھا۔ جن میں زمین و آسمان کا اختلاف ہے چنانچہ بطور نمونہ ہم یہاں چند اختلافات انجیل بیان کرتے ہیں۔ اور اہل دانش سے انصاف چاہتے ہیں۔ کہ جس کتاب میں یہاں تک تناقض اور اختلافات ہوں۔ کیا وہ کلام الٰہی

ہو سکتی ہے۔

(۱) لوقا ۲۳ باب ۲۶ مرقس ۱۵ باب ۲۱ متی ۲۷ باب ۳۲ میں لکھا ہے کہ مسیحؑ کی صلیب دینے کے وقت شمعون قرینی کے سر پر اُٹھا کر لے چلے تھے۔ لیکن یوحنا ۱۹ باب ۱۷ میں لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ اپنی صلیب آپ اُٹھائے ہوئے تھے۔

(۲) متی ۲۷ باب ۴۴ میں ہے۔ کہ دونوں چور بھی جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے اُسے طعنہ مارتے تھے۔ ایسا ہی مرقس ۱۵ باب ۳۲ میں ہے۔ لیکن لوقا ۲۳ باب ۳۹ میں ہے۔ کہ صرف ایک چور حضرت مسیحؑ کو طعنہ مارتا تھا اور دوسرا اُس طعنہ کرنے والے کو ملامت کرتا تھا اور مسیحؑ کی حمایت میں تھا۔

(۳) سب انجیلوں کے پچھلے باب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے گیارہ حواریوں کے اور کسی نے مسیحؑ کو جی زندہ ہوا نہیں دیکھا (متی ۲۸ باب ۱۶) وغیرہ۔ اور اعمال لوقا کے ۱۰ باب ۴۰۔۴۱ میں ہے۔ اُسکو خدا نے تیسرے دن اُٹھایا اور اُسے ظاہر ہونے دیا۔ ساری قوم پر نہیں بلکہ اُن گواہوں

پر کہ آگے سے خدا کے چنے ہوئے تھے۔ یعنی ہم جنہوں نے
اس کے مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد اُسکے ساتھ کھایا
اور پیا۔ اور اُس نے ہمیں حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کرو
اور گواہی دو۔ ایسا ہی اعمال ۱۳ باب ۳۱ میں ہے۔ لیکن
اقرنتی ۱۵ باب ۵ میں ہے کہ مسیح ؑ بارھوں کو نظر آیا۔ حالانکہ
بارہ اُسوقت حواری بھی نہیں تھے۔ بارھواں عروج مسیح ؑ
کے بعد بجائے یہودا اسخریوطی شامل کیا گیا (اعمال ۱)۔
اُس کے بعد اقرنتی ۱۵ باب ۶ میں لکھا ہے۔ کہ بعد اُس کے ۵۰۰
بھائیوں سے زیادہ تھے۔ جنہیں وہ ایک بارہ دکھائی دیا۔
اناجیل میں تو سوائے گیارہ کے سوا گیارہ تک کا لفظ بھی نہیں
ہے۔ مگر پولس نے نہ صرف ۳۰-۴۰ بلکہ ۵۰۰ آدمی کو
یکبارہ دکھائی دینے کا ذکر کیا۔ حالانکہ مسیح ؑ کے شاگرد
بلکہ ۲۰۰ بھی نہ تھے (اعمال ۱ باب ۱۵) اور چونکہ انجیلوں
میں اسکا ذکر نہیں۔ اس لئے پولس کو اتنا فقرہ اور بڑھانا
پڑا کہ اکثر اُن (۵۰۰) میں سے اب تک موجود ہیں۔ تا کہ
معلوم ہو کہ دیکھنے والوں سے سنکر پولس نے یہہ بات
لکہی ہوگی۔ مگر کیا متی۔ یوحنا۔ پطرس۔ یعقوب۔ یہودا وغیرہ

اُن میں موجود تھے - جنہوں نے اپنی انجیلوں میں ۵۰۰ کا ذکر تک نہیں کیا - تاکہ مسیح ؑ کے جی اُٹھنے پر انا جیل میں کامل شہادت ہوتی - اور اگر یہی موجود تھے - تو اور کہاں سے آگئے جو ۵۰۰ سے زیادہ جمع ہوگئے +

(۴۳) انجیل متی ۸ باب ۵ میں لکھا ہے کہ کفرناحم کا صوبہ دار خود حضرت عیسیٰ ؑ کے پاس آیا اور اُس نے حضرت عیسیٰ سے آکر کہا - کہ میرا چھوکرا بہت بیمار ہے آپ اُسے اچھا کر دیجئے - لیکن لوقا ۷ باب ۱-۱۰ میں ہے - کہ صوبہ دار خود ہرگز حضرت مسیح ؑ کے پاس نہیں آیا - بلکہ اُسکی طرف سے یہودیوں کے کئی ایک بزرگ اور صوبہ دار کے دوست حضرت عیسیٰ ؑ کے پاس آئے تھے اور اُنہوں نے آکر حضرت عیسیٰ سے یوں بیان کیا - کہ صوبہ دار ہمارا بڑا خیرخواہ ہے + آپ اُس کے غلام کو اچھا کر دیجئے - انجیل کا ریڈر میں دیکھو یہ ایک ہی واقعہ ہے جس کی نسبت یہ اختلاف فاحش ہے - کہاں صوبہ دار کا خود حضرت مسیح ؑ کے پاس آنا اور کہاں صوبہ دار کا حضرت مسیح ؑ کی ملاقات تک نہ کرنا - بلکہ آتے آتے ہی کو راستہ میں ہی رُکوا کر دعا منگانا -

(۶۵) مرقس ۱۶ باب میں لکھا ہے کہ کئی ایک عورتیں حضرت مسیحؑ کی قبر پر گئیں اور انہوں نے وہاں ایک شخص کو سفید پوشاک پہنے ہوئے دیکھا۔ مگر لوقا ۲۴ باب میں ہے کہ انہی عورتوں نے دو شخصوں کو چمکیلی پوشاک پہنے ہوئے دیکھا اسی طرح چاروں انجیلوں میں اسکی بابت اختلاف ہے۔

(۶۶) انجیل متی ۲۶ باب ۲۹ میں ہے کہ میں تم سے کہتا ہوں انگور کے پھل کا رس پھر نہ پیوں گا۔ اس دن تک کہ تمہارے ساتھ اپنے باپ کی بادشاہت میں نیا نہ پیوں۔ مگر مرقس ۱۲ باب ۲۵ میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن مردے فرشتوں کی طرح رہیں گے۔ یعنی نہ کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے۔ اور نامہ رومیاں ۱۴ باب ۱۷ میں لکھا ہے کہ خدا کی بادشاہت میں کھانا پینا نہیں۔ اب دیکھو کہ ان بیانات میں کس قدر اختلاف ہے۔ پہلے حوالوں سے تو ظاہر ہے کہ آسمانی بادشاہت یعنی بہشت میں انگور کا رس (شراب طہور) پینے کو ملے گا۔ مگر دوسری جگہ لکھا ہے کہ بہشت میں کوئی کھانے پینے کی چیز نہیں۔ محض فقر و فاقہ ہے۔

(۶۷) اعمال لوقا کے شروع میں ہے کہ لوقا نے مسیحؑ کی سب

باتوں کو اپنی انجیل میں درج کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ اے تھیوفلس وہ پہلی کیفیت میں نے تصنیف کی۔ اُن سب باتوں کو جو کہ یسوع شروع سے کرتا اور سکھاتا رہا۔ اُس دن تک کہ وہ اپنے رسولوں کو جنہیں اُس نے چنا تھا۔ حکم دیکر اوپر اُٹھایا گیا۔ لیکن انجیل یوحنا کے آخر میں لکھا ہے کہ پر اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے۔ اور اگر وے جدا جدا لکھے جاتے۔ تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں تو دنیا میں نہ سما سکتیں۔

ان دونوں انجیلوں کا اختلاف اظہر من الشمس ہے۔ پہلا انجیل نویس تو کہتا ہے کہ میں نے مسیحؑ کی ساری سرگذشت شروع سے آخر تک لکھی ہے۔ لیکن دوسرا کہتا ہے کہ مسیحؑ کا حال پاسنگ بھی نہیں لکھا گیا۔ ابھی بے انتہا کام باقی رہ گئے۔ جو حالات مسیحؑ کی انجیل یوحنا میں لکھے نہیں گئے۔ اسکی تفسیر یوحنا حواری خود ٢٠ باب ٣١ میں کرتا ہے۔ کہ اور بہت سے اور معجزے جو اس کتاب میں لکھے نہیں گئے۔ یسوع نے اپنے شاگردوں کے سامنے دکھائے۔

کتاب مقدس مطبوعہ ١٨٨٣ء میں بہت سے کاموں کا

کا اشارہ انہی معجزات کی طرف کیا گیا ہے جو یسوع نے
شاگردوں کو دکھلائے - اب اس مبالغہ اور دونوں کے اختلاف
کا حال دیکھکر خود انصاف کرو - کہ یہہ الہامی کتاب کا خاصہ
اور آسمانی کتاب کی طرز تحریر ہے ؟

(۸) متی ۱۵ باب ۳۰ میں ہے کہ مسیح جلیل کے دریا کے نزدیک
آیا اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر بیٹھا - اور بہت جماعتیں لنگڑوں
اندھوں گونگوں اور ٹنڈوں اور ان کے سوا بہتیروں کو ساتھ
لیکر اس کے پاس آئیں اور انہیں یسوع کے پاؤں پر ڈالا
اور اس نے انہیں چنگا کیا - انتہی -

اور اس قصہ کو مرقس نے ۷ باب ۳۱ میں یوں نقل کیا ہے
کہ مسیح جلیل کے دریا کے پاس آیا - اور انہوں نے ایک
بہرے کو جس کی زبان میں لکنت تھی - اس پاس لاکے اسکی
منت کی کہ اپنا ہاتھ اسپر رکھے - وہ اسکو بھیڑ میں سے کنارے
لیگیا - اور اپنی انگلیاں اس کے کانوں میں ڈالیں - اور اپنا
تھوک لیکے اس کی زبان پر لگایا - اور آسمان کی طرف
نظر کرکے ایک آہ کی اور اسے کہا افتاح یعنی کھل جا تو وہیں
اسکے کان کھل گئے - اور اسکی زبان کی گرہ بھی کھل گئی -

اور وہ خوب بولنے لگا۔ انتہے۔
اب دیکھو۔ کہ کہاں بہت سی جماعتیں گونگوں۔ ٹنڈوں۔ اندھوں وغیرہ کی اور کہاں صرف ایک شخص گونگا بہرہ۔ کہاں پاؤں میں ڈالنا اور شفا ہوجانا اور کہاں علیحدہ ہوجانا۔ اور زبان کا مس کرنا۔ اور انگلیاں کانوں میں ڈالنا۔ یہہ دونوں قصے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

(۹) متی ۲۰ باب ۳۰ میں لکھا ہے۔ کہ اریحا سے نکلتے ہوئے مسیح کو دو اندھے ملے اور وہ بینا ہوکر مسیح ؑ کے پیچھے ہولیے مگر مرقس ۱۰ باب ۴۶ میں لکھا ہے۔ کہ یریحو سے نکلتے ہوئے مسیح ؑ کو صرف ایک اندھا ملا۔ جو بینا ہوکر مسیح ؑ کے پیچھے ہولیا انتہے۔

(۱۰) متی ۲۰ باب ۲۰ میں ہے کہ زبدی کے بیٹوں کی ماں نے حضرت مسیح ؑ سے سوال کیا۔ لیکن مرقس ۱۰ باب ۳۵ میں ہے کہ زبدی کے بیٹوں یعقوب اور یوحنا نے خود مسیح سے وہ سوال کیا تھا۔ حالانکہ دونوں جگہ ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے۔

(۱۱) قرنتی ۵ باب ۱۱ میں ہے۔ کہ شرابی وغیرہ کے ساتھہ

کھانا تک نہ کھاتا۔ لیکن ۱تمطاؤس ۵ باب ۲۳ میں ہے کہ ہاضمے اور اکثر کمزوریوں کے واسطے تھوڑی مے پی۔

(۱۲) یوحنا ۵ باب ۲۲ میں ہے کہ اُس نے ساری عدالت بیٹے کو سونپ دی ہے۔ لیکن ۱قرنتی ۶ باب ۲ میں ہے۔ کہ مقدس لوگ دنیا کی عدالت کرینگے۔

(۱۳) متی ۵ باب ۱۸ میں حضرت مسیح ؑ فرماتے ہیں۔ کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک شوشہ یا ایک لفظ توریت کا نہیں ہلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہو۔ لیکن عبرانی ۷ باب ۱۸ میں ہے۔ کہ اگلا حکم اس لیے کہ کمزور اور بے فایدہ تھا۔ اُٹھ گیا۔

(۱۴) زبور ۷ میں ہے کہ خداوند کی توریت کامل ہے۔ لیکن عبرانی ۷ باب ۱۹ میں توریت یعنی شریعت کو ناکامل اور ۸ باب ۷ میں عہد عتیق کو عیب دار کہا گیا ہے۔ رومی ۳ باب ۲۵)

(۱۵) انجیل میں جا بجا لکھا ہے کہ کفارہ مسیح ؑ سے مسیح ؑ کے خون پر ایمان لانے والوں کے گناہ معاف ہو گئے۔ لیکن عبرانی ۱۰ باب ۲۶ میں ہے۔ کہ سچائی کی پہچان کے بعد عمداً

گناہ کرنے کے لیئے کوئی کفارہ نہیں۔پس مسیح ؑ کا مصلوب ہونا بالکل بے سود ہوگیا۔کیونکہ دنیا میں ایسا کوئی شخص نہیں جس نے کوئی نہ کوئی عمداً گناہ نہ کیا ہو۔

(۱۶) نامہ یعقوب ۲ باب ۲۰-۲۴ میں ہے کہ ایمان بدون اعمال کے مُردہ ہے۔ اور کہ آدمی اعمال سے راستباز ٹھیرایا جاتا ہے اور صرف ایمان سے نہیں۔لیکن رومی ۳ باب ۲۸ وغیرہ میں ہے کہ آدمی ایمان ہی سے بے اعمال شریعت کے راستباز ٹھیرتا ہے پس ان دونو مسایل اعتقادی میں کس قدر تناقض ہے۔

یہہ چند اختلافات بطور نمونہ کے یہاں بیان کیئے گئے ہیں ورنہ بائیبل میں جس قدر ایک دوسرے سے متناقض مضامین موجود ہیں۔اُن کے واسطے ایک مبسوط کتاب چاہئیے۔غور طلب بات ہے کہ ایسی کتاب جس میں اسقدر بیّن اختلافات ہیں۔ کلام الٰہی ٹھیر سکتی ہے۔اور کیا خدا تعالےٰ کا الہام ایسا متناقض ہو سکتا ہے۔نہیں۔ہرگز نہیں ؟۔

افسوس ہے کہ پادری عماد الدین صاحب نے اس الہامی کتاب کے اختلافات کی طرف نظر نہیں کی جنکی تفسیر قیامت

ثبت کرنا چاہیں تو نہیں ہو سکتی اور احادیث کی نسبت محض تعصب اور عناد اور کور باطنی سے اعتراض جڑ دیا۔ کہ وہ مختلف ہیں۔ اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ حالانکہ محققین کے نزدیک احادیث صحیحہ میں مطلق اختلاف نہیں۔ اور جو بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے فوراً اُس کی تطبیق ہو سکتی ہے فتفکروا یا اولے الالباب۔

قرآن شریف کا کلام الٰہی ہونا بمقابلہ اور کتب الہامیہ کے

(از براہین احمدیہ)

خاکساریم و سخن از رہِ غربت گوئیم
یعلم اللہ کہ بکس نیست غبارے مارا

مانہ بیہودہ پئے ایں سر و کارے بریم
جلوۂ حسن کشد جانب یارے مارا

صاحبو انسان کی دانشمندی اور زیرکی سب اسی میں ہے کہ
وہ اُن اصولوں اور اعتقادوں کو جو بعد مرنے کے موجب سعادت
ابدی یا شقاوت ابدی کا ٹھیرینگے اسی زندگی میں خوب
معلوم کرکے حق پر قایم اور باطل سے گریزاں ہو اور اپنے
اُن تارک عقاید کی بنا کہ جن کو مدار نجات کا جانتا ہے اور
اور آخری خوشحالی کا باعث تصور کرتا ہے۔ ثبوت کامل
اور مستحکم پر رکھے اور ایسی باتوں پر جو بچپن میں کسی پالنے
والی ماما نے سکھائی تھیں مغرور اور فریفتہ نہ رہے کیونکہ
صرف اُن اوہام اور خیالات پر بھروسہ کرکے بیٹھے رہنا۔ کہ
جنکی حقیقت کی اپنے ہاتھ میں ایک بھی دلیل نہیں حقیقت
میں اپنے نفس کو آپ دھوکا دینا ہے۔ ہر ایک عاقل
جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسی کتابیں یا ایسے اصول کتابوں
کے کہ جنکو مختلف قوموں نے خدا کی رضامندی اور اپنی
رستگاری کا وسیلہ سمجھ رکھا ہے۔ اور جن کے نہ ماننے سے
ایک قوم دوسری قوم کو دوزخ کی طرف بھیج رہی ہے علاوہ
شہادت الہامیہ کے دلایل عقلیہ سے بھی ثابت کرنا اشد ضروری
ہے۔ کیونکہ اگرچہ شہادت الہامی بڑی معتبر چیز ہے۔ اور

استکمال مراتب یقین کا اُسی پر موقوف ہے لیکن اگر کوئی
کتاب مدعی الہام کی کسی ایسے امر کی تعلیم کرے کہ جس کے
امتناع پر کھلا کھلی دلایل عقلیہ قایم ہوتی ہیں۔ تو وہ امر ہرگز
درست نہیں ٹھیر سکتا بلکہ وہ کتاب ہی باطل یا محرّف یا
مبدّل المعنی کہلائے گی کہ جس میں کوئی ایسا خلاف عقل
امر لکھا گیا ہیں جبکہ تصفیہ ہر یک امر کے جایز یا ممتنع ہونے کا
عقل ہی کے حکم پر موقوف ہے اور ممکن اور محال کی شناخت
کرنے کے لیے عقل ہی معیار ہے تو اس سے لازم آیا۔ کہ
حقیت اُصول نجات کی بھی عقل ہی سے ثابت کی جائے
کیونکہ اگر اصول مذاہب مختلفہ کے دلائل عقلیہ سے ثابت
نہ ہوں بلکہ اُن کا باطل اور ممتنع اور محال ہونا ثابت ہو۔ تو
پھر ہمیں کیونکر معلوم ہو کہ زید کے اصول سچے اور بکر کے
جھوٹے ہیں یا ہندؤں کی پستک غلط اور بنی اسرائیل کی
کتابیں صحیح ہیں اور نیز اگر حق اور باطل میں عقلاً کچھ فرق
قایم نہ ہو تو پھر اس حالت میں کیونکر ایک طالب حق کا
جھوٹ اور سچ میں تمیز کرکے جھوٹ کو چھوڑے اور سچ کو
اختیار کرے اور کیونکر ایسے اُصولوں کے نہ ماننے سے کوئی

شخص خدا اور خدا تعالیٰ کے مقصود ہیں ملزم ٹھہریگا۔ اور جبکہ ہم
فی الحقیقت اپنی نجات کے لئے ایسے عقاید کے محتاج ہیں
کہ جنکا حق ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت ہو تو پھر یہہ سوال
ہوگا کہ وہ عقاید حقہ کیونکر ہمیں معلوم ہوں۔ اور کس یقینی
اور کامل اور آسان ذریعہ سے ہم اُن تمام عقاید کو معہ اُنکی
دلائل کے آسانی دریافت کرلیں اور حق الیقین کے مرتبہ
تک پہونچ جائیں پس اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے
اور وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف
اور مشقت اور صرف ہمت شکوک اور شبہات اور خطا اور
سہو کے اُصول صحیحہ معہ اُن کی دلائل عقلیہ کے معلوم ہو
جائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں۔ وہ قرآن شریف
ہے اور بجز اُس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں۔ اور
نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ ہے کہ جس سے یہہ مقصد اعظم
ہمارا پورا ہو سکے۔ صاحبو میں نے بہ یقین تمام معلوم
کرلیا ہے اور جو شخص اُن باتوں پر غور کرے گا کہ جن پر
میں نے غور کی ہے وہ بہ یقین تمام معلوم کرلے گا کہ وہ
سب اُصول کہ جن پر ایمان لانا ہر یک طالب سعادت پر

واجب ہے اور جن پر ہم سب کی نجات موقوف ہے۔ اور
جن سے ساری اُخروی خوشحالی انسان کی وابستہ ہے وہ
صرف قرآن شریف ہی میں محفوظ ہیں اور باقی سب کتابوں
کے اصول بگڑ گئے ہیں اور ایسی جعلی اور مصنوعی اور اس
قدر طریقۂ مستقیمۂ حکمت اور مجری طبعی سے دور جا پڑے
ہیں۔ کہ اُن کے لکھنے سے بھی ہمیں شرم آتی ہے اور یہہ
قول ہمارا بلا تحقیق نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کتاب
کی تالیف سے پہلے ایک بڑی تحقیقات کی گئی اور ہر یک
مذہب کی کتاب دیانت اور امانت اور غوض اور تدبر
سے دیکھی گئی اور قرقان مجید اور اُن کتابوں کا باہم مقابلہ
بھی کیا گیا اور زبانی مباحثات بھی اکثر قوموں کے بزرگ
علماء سے ہوتے رہے۔ غرض جہاں تک طاقت بشری
ہے ہر یک طور کی کوشش اور جان فشانی اظہار حق کے لئے
کی گئی۔ بالآخر تمام تحقیقاتوں سے یہہ امر بپایۂ ثبوت پہونچ
گیا۔ کہ آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک
فرقانِ مجید ہی ہے کہ جس کا کلامِ الٰہی ہونا دلائلِ قطعیہ سے
ثابت ہے جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع

فطرتی پر مبنی ہیں جس کے عقاید ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو
براہین قویہ اُن کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں۔ جس کے
احکام حق محض پر قایم ہیں جس کی تعلیمات ہر یک طرح کی
آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک
ہیں۔ جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت
کے ظاہر کرنے کے لئے انتہا کا جوش ہے جس میں یہہ خوبی
ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی
طرح کا دہبہ نقصان اور عیب اور نالایق صفات کا ذات پاک
حضرت باری تعالےٰ پر نہیں لگاتا۔ اور کسی اعتقاد کو زبردستی
تسلیم کرانا نہیں چاہتا۔ بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اُس کی صداقت
کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے۔ اور ہر ایک مطلب اور مدعا
کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور ہر یک اصول کی
حقیقت پر دلایل واضح بیان کر کے مرتبہ یقین کامل اور
معرفت تام تک پہونچاتا ہے اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں
اور خلل اور فساد لوگوں کے عقاید اور اعمال اور اقوال اور
افعال میں پڑے ہوئے ہیں اُن تمام مفاسد روشن براہین
سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جنکا جاننا

انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر ایک فساد
کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ
آج کل پھیلا ہوا ہے اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی
اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانون
فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دلی اور بصیرت
قلبی کے لئے ایک آفتاب چشم افروز ہے اور عقل کے اجمال
کو تفصیل دینے والا اور اس کے نقصان کا جبر کرنیوالا
ہے۔ لیکن دوسری کتابیں جو الہامی کہلاتی ہیں جب ان کی
حالت موجودہ کو دیکھا گیا تو بخوبی ثابت ہو گیا جو وہ سب
کتابیں ان صفات کاملہ سے بالکل خالی اور عاری ہیں اور
خدا کی ذات اور صفات کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیاں
ان میں پائی جاتی ہیں اور معتقد ان کتابوں کے عجیب عجیب
عقائد کے پابند ہو رہے ہیں کوئی فرقہ ان میں سے خدا کو
خالق اور قادر ہونے سے جواب دے رہا ہے اور قدیم
اور خود بخود ہونے میں اس کا بھائی اور حصہ دار بن بیٹھا
ہے اور کوئی بتوں اور مورتوں اور دیوتوں کو اس کے
کارخانہ میں دخیل اور اس کی سلطنت کا مدار المہام سمجھ

رہا ہے کوئی اُس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں اور
پوتے اور پوتیاں تراش رہا ہے اور کوئی خود آسی کو
کچھ اور کچھ کا جسم دے رہا ہے۔ غرض ایک دوسرے
سے بڑھ کر اُس ذاتِ کامل کو ایسا خیال کر رہے ہیں کہ
گویا وہ نہایت ہی بد نصیب ہے کہ جس کمال تام کو اُسکی
لئے عقل چاہتی تھی وہ اُسکو میسر نہ ہوا۔ اب اسکے بعد
خلاصہ کلام یہہ ہے کہ جب میں نے ایسے ایسے باطل عقائد
میں لوگوں کو مبتلا دیکھا اور اس درجہ کی گمراہی میں پایا۔ کہ
جس کو دیکھکر جی پگھل آیا اور دل اور بدن کانپ اُٹھا
تو میں نے اُن کی رہنمائی کے لئے اس کتاب کا تالیف کرنا
اپنے نفس پر ایک حق واجب اور دین لازم دیکھا۔ جو بجز
ادا کرنے کے ساقط نہوگا۔ چنانچہ مسودہ اس کتاب کا
خدا کے فضل اور کرم سے تھوڑے ہی دنوں میں اور ایک
قلیل بلکہ اقل مدت میں جو عادت سے باہر تھی طیار ہوگیا
اور حقیقت میں یہہ کتاب طالبانِ حق کو ایک بشارت اور
منکرانِ دین اسلام پر ایک حجت الٰہی ہے کہ جس کا جواب
قیامت تک اُن سے میسر نہیں آسکتا۔

بیا اے طلبگار صدق و صواب | بخوان از سر هوش و فکر این کتاب
اگرت بر کتابم فتد یک نگاه | بدانی که تا جنت این ست راه
اگر شرط انصاف حق پروریست | که انصاف مفتاح دانشوریست
دو چیز است چوبان دنیا و دین | دل روشن و دیدهٔ دوربین
کسے کو خرد دارد و نیز داد | نخواهد مگر راه صدق و سداد
نپیچد سر از آنچه پاک ست و راست | نتابد بیخ از آنچه حق و بجاست
نبیند سخن را از حق پرورے | وگر در سخن کم کند داورے
الا اے که خواهی نجات از خدا | بقصر نجات اندر حق در آ
سخن گرد و حق را بخاطر نشان | منه دل بباطل چو کژ خاطران
مشو عاشق زشت رو زینهار | وگر خوب گم گردد از روزگار
زمین از زراعت تهی داشتن | به از تخم خار و خسک کاشتن
اگر گردد ت دیدهٔ عقل باز | بجوئی رهِ حق ز عجز و نیاز
طلبگار گردی بصدق دلی | بخواب اندر اندیشه هم نگسلی
نگیری دمے استراحت از آن | مگر چون ز حق باز یابی نشان
اجل بر سرت هستی ات چون حباب | تو زین سان سر اندر نهاده بخواب
بآبا و اجداد پیشین نگر | که چون درگذشتند زین رهگذر
بیادت نماندست انجام شان | فراموش کردی در اندک زمان

خورت با اجل چیست از کرو بند | چه دیوار داری کشیده بلند
چو ناگه نهنگ اجل در کشد | چرا آدمی این چنین سر کشد
به بنیاد دولت دل منه ای جوان | تماشاے آن گنبد ناگهان
بدنیا کسے جاودانه نماند | به یک رنگ وضع زمانه نماند
بدست خود از حالت دردناک | سپردیم بسیار کس را به خاک
چو خود دفن کردیم خلقے کثیر | چرا یاد ناریم روز اخیر
ز خاطر چرا یاد شان افگنیم | نه ما آهنین جسم و روئین تنیم
بترس اے معاند ز قهر خدا | که سخت است قهر خداوند ما
به ناکردن ترس پروردگار | بسا شهر ویران شد و دیار
ازان بے هراسان نشانی نماند | نشانی چه یک استخوانے نماند
همه زیرکی در هراسیدن است | وگرنه بلا بر بلا دیدن است
به ناپاکی و خبث ها زیستن | به از این چنین زیست نازیستن
بیا تو بنه سوے انصاف گام | ز کین توبه کردن چرا شد حرام
یقین دان که قولم ز حق پرورست | نه لاف و گزاف است فی سر بسیا
بهر مذهبے غور کردم بسے | شنیدم بدل حجت هر کسے
بخواندم ز هر ملتے دفترے | بدیدم ز هر قوم دانشورے
تمام از کودکی سوے این تاختم | درین شغل خود را بینداختم

جدا ای همه از دیں باختنم
دل از غیر این کار پرداختم

بماندم درین غم زمانے دراز
نخفتم ز فکرش شبانے جداز

نگہ کردم از روے صدق و سداد
بترسِ خدا او بعدل و بداد

چو اسلام دینے قوی و متین
ندیدم که بر منبعش آفرین

چنان داد این دین صفا بیش بیش
که حاسد نبیند درو روی خویش

نماید ازین گوشه راه صفا
که گردد بصدقش خرد رہنما

همه حکمت آموزد و عقل و داد
رہاند ز ہر نوع جہل و فساد

ندارد دگر مثل خود در بلاد
خلافش طریقے که مثلش مباد

اصولش که ہست آن مدار نجات
چو خورشید تابد بصدق و ثبات

اصولِ دگر کیش را ہم عیان
نه چیزے که پوشیدنش مے توان

اگر تا مسلمان خبر داشتی
سجان حسن اسلام نگذاشتی

محمد ہمیں نقش نورِ خداست
که ہرگز چنوئی بگیتی نخاست

تہی بود از راستی ہر دیار
بکردار آن شب که تاریک تار

خدایش فرستاد و حق شد پدید
زمیں تابد ان مقدمے جان سپید

نہالیست از باغ قدرت کمال
ہمه آلِ او چون گل ہاے آل

تہذیب کلامی - انبیاء کا تقدس آنحضرت صلعم کی نبوت اور قرآن کی صداقت کا ثبوت آنحضرت کے واقعات عمریہ

بخدمت جملہ صاحبان یہہ بھی عرض ہے کہ یہہ کتاب کمال تہذیب اور رعایت ادب سے تصنیف کی گئی ہے اور اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقہ کی کسر شان لازم آوے اور خود ہم ایسے الفاظ کو صراحتاً یا کنایتہً اختیار کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجہ کا شریر النفس خیال کرتے ہیں سو اسی طرح ہر یک اپنے شریف مخاطب کو اس طرف

توجہ دلائی جاتی ہے کہ آن کوششیں بھی اس بارے میں
مصروف رہنی چاہئیں کہ تمام تقریر ان کی بشرطیکہ کچھ تقریر
کریں جیسا کہ مہذب اشخاص کے لائق ہے سراسر تہذیب
پر مبنی ہو اور اوباشانہ کلام اور ہجو اور ہتک مقدس بزرگوں
اور رسولوں اور نبیوں سے بکلی پاک ہو۔ یہ منصب ایسا
نہایت ہی بڑا نازک منصب ہے اور اس میں عنان حکومت
صرف ایک ہی شخص کے ہاتھ میں نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک
حسن اور قبح میں فرق کرنے والے اور منصف اور متعصب
اور مفسد اور حق کو پہچاننے والے سمجھنے لگے ہوتے ہیں
ایسے شریف لوگ ہر ایک قوم میں کم و بیش موجود ہوتے
ہیں جو مفسدانہ اور غیر مہذب تقریروں کو بالطبع پسند نہیں
کرتے اور مختلف فرقوں کے بزرگ ہادیوں کو بدی اور
بے ادبی سے یاد کرنا پرلے درجہ کی خباثت اور شرارت
سمجھتے ہیں اور نفس الواقع سچ بھی ہے کہ جن مقدسوں کو
خدا نے اپنی خاص مصلحت اور ذاتی ارادہ سے مقتدا
اور پیشوا قوموں کا بنایا اور جن روشن جوہروں کو اس نے
دنیا پر چمکا کر ایک عالم کو ان کے ہاتھ سے نور خدا پرستی

اور توحید کا سچا جلوہ پرزور تعلیمات سے شرک اور مخلوق
پرستی جو ام الخبائث ہے اکثر حصوں زمین سے معدوم
ہو گئی اور درخت ذکر و عبادت الٰہی کا جو سوکھ گیا تھا پھر
سرسبز اور شاداب اور خوشحال ہو گیا اور عمارت خدا
پرستی کی جو گر پڑی تھی پھر اپنے مضبوط چٹان پر بنائی گئی
جن مقبولوں کو خدا اپنے خاص سایہ عاطفت میں
لیکر ایسے عجائب طور پر تائید کی کہ وہ کروڑوں مخالفوں
سے نہ ڈرے اور نہ تھکے اور نہ گھٹے اور نہ اُنکی کارروائیوں
میں کچھ تنزل ہوا اور نہ اُنپر کچھ بلا آئی جب تک کہ انہوں
نے راستی کو ہر یک سوزی سے امن میں رکھکر زمین پر
قایم نہ کر لیا ایسے مقبولان الٰہی کی نسبت زبان درازی
کرنا نہایت درجہ کی ناپاکی اور نااہلی اور ہٹ دھرمی ہے۔

ہر کہ تف افگند بہ مہر منیر
ہم بر ویش فتد تف تحقیر
تا قیامت تف ست بر ریشش
قدسیاں دور تر زبد کیشش

اور جو کچھ میں اس مقام میں ادب اور حفظ لسان کی بابت

میں نصیحت کرتا ہوں یہ بلا وجہ اور بلا خاص منشا کی نہیں
اس وقت میرے ذہن میں کئی ایک ایسے لوگ حاضر ہیں
کہ جو انبیا اور رسولوں کی تحقیر کرکے ایسا خیال کرتے ہیں
کہ گویا ایک بڑے ثواب کا کام کر رہے ہیں اور ایسے
پُر تہذیب فقرے لکھتے ہیں کہ جن سے اُن کی طینت کی
پاکی خوب ظاہر ہوتی ہے میں نے خوب تحقیق کی ہے کہ
ان نالائق حرکات کے بھی دو باعث ہیں کہ جب بعض لوگ
حکیمانہ اور معقول کلام کرنے کا مادہ نہیں رکھتے۔ یا جب
کسی اہل حق کے الزام اور افحام سے تنگ آجاتے ہیں
اور رُک جاتے ہیں تو پھر وہ اپنی پردہ پوشی اسی میں
دیکھتے ہیں جو علمی بحث کو ٹھٹھے اور ہنسی کی طرف منتقل
کر دیں اور اگر کسی اور طور سے نہیں تو اسی طرح سے اپنے
ہم مشربوں میں نام حاصل کریں۔ پس ایسے لوگوں کو
جو اپنی قوم کے معلم اور اتالیق بن بیٹھتے ہیں۔ بہ غرض
حفاظت اس کلاہ فضیلت کے بات بات میں ضدیت
کرنی پڑتی ہے۔ اور عوام لوگوں سے کچھ بڑھ کر مادہ تعصب
کا دکھلانا پڑتا ہے۔ اور اگر سچ پوچھو تو ایسوں پر کچھ افسوس

بھی نہیں کیونکہ جہالت اور تعصب نے چاروں طرف سے
ان کو گھیرا ہوا ہوتا ہے نہ خدا اکا کچھہ خوف ہوتا ہے اور
نہ ایمان اور حق اور راستی کی کچھہ پروا ہوتی ہے اور جیفہ
دنیا پر مرے جاتے ہیں تو پھر جب کہ اُن کو خدا سے
کچھہ غرض ہی نہیں اور حیا سے اور شرم سے کچھہ کام
ہی نہیں اور سچ کا قبول کرنا کسی طور سے منظور ہی
نہیں تو اس حالت میں اگر وہ اوباشانہ باتیں نہ کریں
تو اور کیا کریں اور اگر زبان درازی ظاہر نہ کریں تو اونکے
ظرف میں اور کیا ہے جو ظاہر کریں اگر بولیں تو کیا بولیں
اگر لکھیں تو کیا لکھیں - عیسائیوں میں باستثناء اُن لوگوں
کے کہ جنکو تہذیب اور تحقیق سے کچھہ غرض نہیں اسوقت
ہزارہا ایسے شریف النفس اور منصف مزاج پیدا ہوتے
جاتے ہیں کہ جنہوں نے دلی انصاف سے عظمت شان
اسلام کو قبول کرلیا ہے اور تثلیث کے مسئلہ کا غلط ہونا
اور بہت سی بدعتوں کا عیسائی مذہب میں مخلوط ہوجانا
اپنی تصنیفات میں بڑی شدّ و مد سے بیان کیا ہے مگر
افسوس کہ یہہ انصاف ہمارے ہم وطنوں آریہ قوم

سُنا جاتا ہے کہ اس قوم کو تعصب نے اس تو بہ گھیرا ہے کہ انبیاء کا اور سے نام لینا بھی ایک پاپ سمجھتے ہیں۔ اور تمام انبیاء کی کسرشان کرتے اور سب کو مفتری اور جعل ساز ٹھیراکر یہہ دعوے بلا دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک وید ہی خدا کی کلام ہے جو ہمارے بزرگوں پر نازل ہوئی تھی اور باقی سب الہامی کتابیں جن سے دنیا کو ہزارہا طور کا فایدہ توحید اور معرفت الہی کا پہونچا ہے وہ لوگوں نے آپ ہی بنالی ہیں۔ سو اگرچہ یہہ دعوے تو اس کتاب میں ایسا ردّ کیا گیا ہے کہ وید موجودہ کا قصہ ہی پاک ہوگیا ہے لیکن اس جگہ ہمکو یہہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ کس قدر ان لوگوں کے خیالات اصول حسن خلق اور تہذیب اور پاک دلی سے دور پڑے ہوئے ہیں اور کیسے یہہ لوگ تعصب قدیم کی شامت سے جو ان کی رگ و ریشہ اور تار اور پود میں اثر کر گیا ہے۔ اُن نیک دلی کی طاقتوں کو جو انسان کی شرافت اور سچا ہٹ اور سعادت کا معیار تہیں اور اُس کی انسانیت کا زیب و زینت تہیں بیکبار کہو بیٹھے ہیں۔ جو اُن کے دلوں میں

یہہ خیال سمایا ہوا ہے جو بجز آریہ دیس کے اور جتنی ملکوں
میں نبی اور رسول آئے جنہوں نے بہت سے لوگوں کو
تاریکی شرک اور مخلوق پرستی سے باہر نکالا اور اکثر ملکوں کو
نور ایمان اور توحید سے منور کیا وہ سب نعوذ باللہ جھوٹے
اور مفتری تھے اور سچی رسالت اور پیغمبری صرف برہمنوں
کی وراثت اور انہیں کے بزرگوں کی جاگیر خاص ہے اور
اس بارے میں خدا نے ہمیشہ کے لئے انہیں کو ٹھیکہ دے
رکھا ہے - اور اپنے وسیع دریا ہدایت اور رہنمائی کو
انہیں کے چھوٹے سے ملک میں محصور کر دیا ہے - اور پرمیشر
اسکو انہیں کا دیس اور انہیں کی زبان اور انہیں میں
سے پیغمبر پسند آگئے ہیں - اور وہ بھی صرف تین یا چار کہ
جن سے مسئلہ الہام اور رسالت کا قوانین عامہ قدرتیہ
اور عادات قدیمہ الہیہ میں داخل بھی نہیں ہو سکتا - اور
امر نبوت اور وحی کا باعث قلت تعداد الہام یافتہ
لوگوں کے ضعیف اور غیر معتبر اور مشکوک اور مشتبہ ٹھیرتا
ہے اور نیز کروڑہا بندگان خدا جو اس ملک سے بے خبر رہے
یا یہہ ملک اُن کے ملکوں سے بے خبر رہا - فضل اور [illegible]

اور ہدایت الٰہی سے محروم اور نجات سے بے نصیب رہ
جاتے ہیں۔ اور پھر طرفہ یہہ کہ بموجب خوش عقیدہ آریہ
صاحبوں کے وہ تین یا چار بھی خدا تعالیٰ کے ارادہ اور
مصلحت خاص سے منصب نبوت پر مامور نہیں ہوئے
بلکہ خود کسی نامعلوم جنم کے نیک عملوں کے باعث سے اس
عہدہ پانے کے مستحق ہوگئے اور خدا کو بہرحال انہیں
پیغمبر بنانا ہی پڑا اور باقی سب لوگوں کو ہمیشہ کے لئے اس
مرتبہ عالیہ سے جواب مل گیا اور کوئی کسی الزام سے اور
کوئی کسی تقصیر سے اور کوئی آریہ قوم اور آریہ دیس سے
باہر سکونت رکھنے کے جرم سے الہام پانے سے محروم
رہا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ اس ناپاک اعتقاد میں خدا کے
مقبول بندوں پر کہ جنہوں نے آفتاب کی طرح ظہور کر کے
اس اندھیرے کو دور کیا جو اُن کے وقت میں دنیا پر چھایا
ہوا تھا۔ کس قدر ناحق بے موجب بدظنی کی گئی ہے اور پھر
اپنے پرمیشر پر بھی یہہ بدظنی جو اُسکو غافل یا مدہوش یا
مختبط الحواس تصور کیا ہے کہ جو اس قدر بے خبر ہے کہ گو
وید کے ہزارہا طور کی نئی نئی بدعتیں نکلیں اور لاکھوں

طرح کے طوفان آ گئے اور آندھیاں چلیں اور تنگا رنگ
کے فساد برپا ہوئے اور اُس کے مزاج میں ایک بڑی
طرح کا گڑبڑ پڑ گیا - اور دنیا کو اصلاح جدید کی سخت سخت حاجتیں
پیش آئیں پر وہ کچھ ایسا سویا کہ پھر نہ جاگا اور کچھ ایسا
تھکا کہ پھر نہ آیا گویا اس کے پاس اتنا ہی الہام تھا - جو
وید میں خرچ کر بیٹھا اور وہی سرمایہ تھا جو پہلے ہی بانٹ
چکا آگے ہمیشہ کے لئے خالی ہاتھ رہ گیا اور نہ پھر ایک
کتی اور ساری صفتیں اب تک بھی رہیں مگر تکلم کی صفت
صرف وید کے زمانے تک رہی - پھر باطل ہو گئی اور پرمیشر
ہمیشہ کے لئے کلام کرنے اور الہام بھیجنے سے عاجز ہو گیا
یہ اعتقاد آریہ قوم کا ہے کہ جس پر ہر ایک ہندو کو رغبت
دلائی جاتی ہے کہ اسی کو اپنا دھرم بنا وے مگر تعجب کہ
اس اعتقاد کا وید میں کہیں ذکر تک نہیں اور کوئی شرتی
اس میں ایسی نہیں کہ اس متعصبانہ بدظنی کی تعلیم دیتی ہو
معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشلوک انہیں دنوں میں گھڑا گیا ہے
کہ جب آریہ قوم کے عقلمندوں نے اپنی پستکوں اور
شاستروں میں یہ بھی لکھ مارا تھا - جو ہمالہ پہاڑ اور کچھ

ایشیا کے حصّے سے پرے کوئی ملک ہی نہیں اور اسی طرح
اور بھی سینکڑوں خام خیالیاں اور وہم پرستیاں ہیں جن کا
اس وقت ذکر کرنا ہی فضول ہے اور جو اب روز بروز
دنیا سے مٹتی جاتی ہیں اور علم اور عقل کے حاصل کرنے
والے خود بخود ان کو چھوڑتے جاتے ہیں آخر ان دونوں
میں لگی نہیں رہیں غضب کی بات ہے کہ جو لوگ اس
تحقیق اور تدقیق کے تارک ہیں اور جن کے ذہن نشین
ہیں کہ آگ اور ہوا اور سورج اور چاند وغیرہ مخلوق
چیزوں کے خدا کا پتہ بھی مشکل سے ملتا ہے - وہ حضرت
موسیٰ اور حضرت مسیح اور حضرت خاتم الانبیا کو مفتری تصور کریں
اور ان کے اقوالِ مبارک کو مکر اور فریب کے دور قرار دیں
اور ان کی کامیابیوں کو جو تائید الٰہی کے بڑے نمونے
ہیں بخت اور اتفاق پر حمل کریں - اور ان کی پاک کتابیں
جو خدا کی طرف سے عین ضرورتوں کے وقتوں میں ان کو
ملیں جن کے ذریعہ سے بڑی اصلاح دنیا کی ہوئی - وہ دنیا
کے مضامین سرقہ خیال کئے جائیں اور تماشا یہ کہ اب تک
یہ پتا نہیں دیا گیا - کہ کس طور کے سرقہ کا ارتکاب کیا گیا

کسی جگہ قرآن شریف یا انجیل یا توریت میں وید کی طرح اگنی
کی پرستش کا حکم پایا جاتا ہے یا کہیں وایو اور جل کی مناجات
لکھی ہے یا کسی مقام میں آکاش اور چاند اور سورج کی
حمد و ثنا کی گئی یا کسی آیت میں اندر کی مہما اور برن کرکے
اس سے بہت سی گوئیں اور بے انتہا مال مانگا گیا ہے
اور اگر ان چیزوں میں سے جو وید کا لب لباب اور اس کی
ساری تعلیموں کا خلاصہ ہیں کچھ بھی نہیں لیا گیا۔ تو پھر وید
میں سے کیا چرایا اور اس جگہ ہمیں پنڈت دیانند صاحب
پر بڑا افسوس ہے جو وہ توریت اور انجیل اور قرآن شریف
کی نسبت اپنے بعض رسالوں اور نیز اپنے وید بھاش
کے مجموعوں میں سخت سخت الفاظ استعمال میں لائے ہیں
اور معاذ اللہ وید کو کھرا سونا اور باقی خدا کی ساری کتابوں
کو کھوٹا سونا قرار دیا ہے۔ سارا باعث ان واہیات باتوں
اور بیہودہ چالاکیوں کا یہ ہے کہ پنڈت صاحب نہ عربی
جانتے ہیں نہ فارسی اور نہ بجز سنسکرت کے کوئی اور بولی
بلکہ اردو خوانی سے بھی بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہیں
اور ایک اور بھی باعث ہے۔ جو ان کی تصنیف کتابوں

کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خلاوہ کم فہمی
اور بے علمی اور تعصب کے اُن کی فطرتی سمجھ بھی سوامیوں
اور رشیوں کی طبع وضع استقامت پر قائم ہو سکتا - اور
صراط مستقیم شروع سے نہایت الٹا ہے - اور نیک کو بد
خیال کرنا اور بد کو نیک سمجھنا اور کھرے کو کھوٹا اور کھوٹے
کو کھرا قرار دینا اور اُلٹے کو سیدھا اور سیدھے کو اُلٹا جاننا
اُن کی ایک عام عادت ہوگئی ہے جو ہر جگہ بلا اختیار اُن
سے ظہور میں آتی ہے اور اسی وجہ سے وید کی وہ تاویلیں
جو کبھی کسی کی خواب میں بھی نہیں آتی نہیں وہ کرتے جاتے
ہیں اور پھر اُن بے بنیاد خیالات کو چھپوا کر لوگوں سے
اپنی رسوائی کراتے ہیں اور اگرچہ سارے ہندوستان
کے پنڈت شور مچا رہے ہیں جو ہمارے وید میں توحید کا
نام و نشان نہیں - اور ہمارے باپ دادوں نے یہ سبق
کبھی پڑھا ہی نہیں - اور وید نے ہم کو کسی جگہ مخلوق پرستی
سے منع کیا ہی نہیں مگر پنڈت جی پھر بھی اپنے خیالی پلاؤ
پکانے سے باز نہیں آتے اور اُن صدہا دیوتاؤں کو جو
وید کے متفرق معبود ہیں - صرف ایک ہی خدا بنانا چاہتے

ہیں۔ کہ تا وید کے الہامی ہونے میں کچھ فرق نہ آجائے بہر
حال جو کچھہ انہوں نے وید پر دست درازی کی اور کر رہے
ہیں یہہ تو اُن کا اختیار ہے مگر قرآن شریف کی نسبت ناحق
ہتک اور توہین کرنا یہہ وہ کام ہے کہ جس سے اُن کی سخت
رسوائی ہوگی۔ کیا غضب کی بات ہے کہ قرآن شریف
جیسی اعلےٰ اور افضل اور اتم اور اکمل اور احسن اور
اجمل کتاب کی توہین کر کے نہ عاقبت کی ذلت سے ڈرتے
ہیں اور نہ اس جہان کے طعن و تشنیع کا کچھہ اندیشہ رکھتے
ہیں شاید اُن کو دونوں عالم کی کچھہ پروا نہیں رہی۔ اگر
خدا کا کچھہ خوف نہیں تھا تو بارے دنیا ہی کی رسوائی کا
کچھہ خوف کرتے اور اگر شرم اور حیا اُٹھہ گیا تھا تو کاش
لوگوں کے لعن طعن کا اندیشہ باقی رہتا۔ اور اگر پنڈت
صاحب کا کچھہ مادہ ہی ایسا ہے کہ وہ ناحق خدا کے
مقدس رسولوں کی توہین کر کے خوش ہوتے ہیں اور
کچھہ خو ہی ایسی ہے کہ سنبھلی نہیں جاتی تو اس سے بھی وہ
خدا کے پاک لوگوں کا کیا بگاڑ سکتے ہیں پہلے اس سے نبیوں
کے دشمنوں نے اُن روشن چراغوں کے بجھانے کے لئے

کیا کیا نہ کیا اور کونسی تدبیر ہے جو عمل میں نہ لائے لیکن
چونکہ وہ راستی اور صداقت کے درخت تھے اس لئے
وہ غیبی مدد سے دم بدم نشوونما پکڑتے گئے اور معاندین
کی مخالفانہ تدبیروں سے کچھ بھی اُن کا نقصان نہ ہوا بلکہ
وہ اُن لطیف اور خوشنما پودوں کی طرح جو بالک کے جی کو
بھاتے ہیں اَور بھی بڑھتے پھولتے گئے یہاں تک کہ وہ بڑے
بڑے سایہ دار اور پھلدار درختوں کی مانند ہو گئے۔ اور
دور دور کے روحانی اور حقانی آرام کے ڈھونڈنے والے
پرندوں نے آکر اُن میں بسیرا لیا اور مخالفوں کی کچھ
بھی پیش نہ گئی اور گو اُن بد اندیشوں نے بہتیرے ہاتھ
پاؤں مارے ایڑیاں رگڑیں مکّاریاں اور عیّاریاں دکھلائیں
پر آخر مرغِ گرفتار کی طرح پھڑپھڑا کے رہ گئے۔ پس جب کہ
ہاتھوں سے اُن مقدّس لوگوں کا نقصان نہ ہو سکا تو صرف
زبان کے ہتک آمیز الفاظ سے کب ہو سکتا ہے۔ یہ وہ
برگزیدہ قوم ہے کہ جن کے اقبال کی اُنہیں کے زمانہ میں
آزمائش ہو چکی ہے وہ اقبال نہ بُت پرستوں کے روکنے
سے رُکا اور نہ کسی اَور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند

سہا نہ تلوار وں کی مار اُس شان و شوکت کو کاٹ سکی۔ نہ تیروں کی تیزی اُس میں کچھ رخنہ ڈال سکی وہ جلال ایسا چمکا جو اُس کا حسد کتنوں کا لہو پی گیا وہ تیر ایسا برسا جو اُس کا چھوٹنا کتنی کلیجوں کو کھا گیا وہ آسمانی پتھر جسپہ پڑا اُسے پیس ڈالتا رہا اور جو شخص اُسپر پڑا وہ آپ ہی پیسا گیا۔ ؎

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

خلاصہ اِس کلام کا یہہ ہے کہ اگر پنڈت صاحب وغیرہ معاندین و مخالفین کو دنیا اور قوم کی محبت کے باعث یا ننگ و ناموس کے سبب یا صفت حیا کی کمزوری کی

وجہ سے خدا کی سچی کتابوں پر ایمان لانا منظور نہ ہو۔ تو خیر یہہ اُن کی خوشی مگر ہم اُن کو نصیحت کرتے ہیں جو زبان درازیوں سے باز رہیں۔ جو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا اور بہ فرض محال یہہ بھی ہم نے تسلیم کیا جو خدا کے پاک پیغمبروں کا صدق اُن کی عقل عجیب کے نزدیک ثابت نہیں سہی مگر پھر بھی وہ شخص کہ جس کے دل میں کچھہ خدا کا خوف یا لوگوں کے طعن سے ہی کچھ ڈر ہے وہ اِس بات کو ضرور تسلیم کریگا۔ کیونکہ مفہوم اِس عبارت کا کہ زید کا سچا ہونا ثابت نہیں۔ اِس عبارت کے مفہوم سے ہرگز مساوی نہیں ہوسکتا۔ کہ زید کا جھوٹا ہونا ثابت ہے۔ پس جس حالت میں کسی شخص کا کذب ثابت نہیں تو اُسپر احکام کذب کے وارد کرنا اور کاذب کا ذب کرکے پکارنا حقیقت میں اُنھی لوگوں کا کام ہے کہ جن کا دھرم اور ایمان اور پرمیشر اور بھگوان صرف جیفۂ دُنیا کا لالچ یا جاہلانہ ننگ و ناموس یا قوم اور برادری ہے اگر وہ حق کو قبول کریں اور ہر ایک نوع کی خدمتیں چھوڑ دیں۔ تو پھر ایک غریب درویش کی طرح سب کچھہ چھوڑ چھاڑ کر دین الٰہی میں داخل ہونا پڑے

تو پھر پنڈت جی اور گورو جی اور سوامی جی اُن کو کون کہے
پس اگر ایسے لوگ حق اور راستی کے مزاحم نہ ہوں تو
اور کون ہو اور اگر اُن کا غضب اور غصہ نہ بھڑکے تو اور
کس کا بھڑکے اُنکو تو اسلام کی عزت ماننے سے اپنی عزت
میں فرق آتا ہے طرح طرح کی وجوہ معاش بند ہوتی ہیں تو
پھر کیونکر ایک اسلام کو قبول کر کے ہزار آفت خرید لیں
یہی وجہ ہے کہ جس سچائی پر یقین کرنے کے لئے صدہا سامان
موجود ہیں اُسکو تو قبول نہیں کرتے۔ اور جن کتابوں کی تعلیم
حرف حرف میں شرک کا سبق دیتی ہے اُن پر ایمان لائے
بیٹھے ہیں اور بے انصافی اُن کی اس سے ظاہر ہے کہ اگر
مثلاً کوئی عورت کہ جس کی پاکدامنی بھی کچھ ایسی ویسی ہی
ثابت ہو کسی ناکردنی فعل سے متہم کی جائے تو فی الفور کہہ
گئے۔ جو کس نے پکڑا اور کس نے دیکھا اور کون معائنہ واردات
کا گواہ ہے۔ مگر اُن مقدسوں کی نسبت کہ جنکی راستبازی
پر نہ ایک نہ دو بلکہ کروڑہا آدمی گواہی دیتے چلے آئے ہیں
بغیر ثبوت مثبت اس امر کے کہ کسی کے سامنے اُنہوں نے
مسودہ افترا کا بنایا۔ یا اُس منصوبہ میں کسی دوسرے سے

مشورہ لیا یا وہ بیاز کسی شخص کو اپنے نوکروں یا دوستوں یا عورتوں میں سے بتلا یا کسی اور شخص سے مشورہ کرتے یا راز بتلاتے پکڑا یا آپ ہی موت کا سامنا دیکھکر اپنے مفتری ہونے کا اقرار کردیا یوں ہی جھوٹی تہمت لگانے پر طیار ہو جاتے ہیں پس یہی تو سیاہ باطنی کی نشانی ہے اور اسی سے تو انکی اندرونی خرابی مترشح ہو رہی ہے انبیا وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کامل راستبازی کی قوی حجت پیش کرکے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا۔ جیسا کہ یہہ الزام قرآن شریف میں ہے حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے۔ جہاں فرمایا ہے فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (سورۂ یونس الجزو ۱۱) یعنے میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افترا کروں۔ دیکھو میں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں۔ کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افترا ثابت کیا پھر کیا تمکو اتنی سمجھ نہیں یعنے یہہ سمجھ کہ جس نے کبھی آجتک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔ غرض انبیاء کے واقعات

عمری سے اُن کی صداقت کا ثبوت اور اُن کی سچائی روشنی
ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر اُنکے
واقعات کو ہی دیکھا جائے تو اُن کی صداقت اُنکے واقعات
سے ہی روشن ہو رہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل
اُن تمام براہین اور دلایل صدق نبوت حضرت خاتم الانبیا
صلے اللہ علیہ وسلم سے جو اس کتاب میں لکھی جائینگی
قطع نظر کر کے محض اُن کے حالات پر ہی غور کرے۔ تو
بلاشبہ اُنہیں حالات پر غور کرنے سے اُن کے نبی صادق
ہونے پر دل سے یقین کرے گا۔ اور کیونکر یقین نہ کرے
وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے منطبق
ہیں۔ کہ حق کے طالبوں کے دل بلا اختیار اُن کی طرف
کھینچے جاتے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ کس استقلال سے
آنحضرت اپنے دعوے نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے
ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں
اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر دم تک
ثابت اور قایم رہے برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور
وہ دُکھ اُٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرنے

تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گذرتا تھا بلکہ نبوّت کا دعوے کرتے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہکر لاکھ تفرقہ خرید لیا۔ اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا وطن سے نکالے گئے قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا۔ بارہا زہر دی گئی اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے۔ اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اُٹھانی پڑیں۔ کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو اُن دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا نہ کیا کوئی عمارت نہ بنائی۔ کوئی بارگاہ طیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش وعشرت کا تجویز نہ کیا گیا۔ کوئی اور ذاتی نفع نہ اُٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبرگیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔

اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب
قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو
جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا جو اپنے
اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے
دشمن بنایا - یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی کیونکہ ان کو طرح
طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بد اعمالیوں سے روکا
حضرت مسیح کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا
نہایت دل جل گیا اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے اور
ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے - اسی طرح
عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا گیا کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا -
حضرت عیسیٰ کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ انکو پھانسی
لگ کر دوسروں کو بچانے والا قبول کیا - آتش پرست اور ستارہ
پرست بھی ناراض ہو گئے کیونکہ ان کو بھی ان کے دیوتوں
کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدار نجات کا صرف توحید
ٹھہرائی گئی - اب بتلاؤ انصاف سے کہ کیا دنیا حاصل کرنے
کی یہی تدبیر تھی کہ ہر ایک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دل
آزار باتیں سنائی گئیں کہ جس سے سب کے سب [illegible]

کمر باندھ لی - اور سب کے دل ٹوٹ گئے اور قبل اس کے کہ
ابھی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوتی یا کسی کا حملہ روکنے کے
لئے کچھ طاقت بہم پہونچ جاتی - سب کی طبیعت کو ایسا اشتعال
دے دیا کہ جس سے وہ خون کرنے کے پیاسے ہو گئے زمانہ
سازی کی تدبیر تو یہ تھی کہ جیسا بعضوں کو جھوٹا کہا تھا ویسا
ہی ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا تا اگر بعض مخالف ہوتے
تو بعض موافق بھی رہتے بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا کہ تمہارے
بھی لات و عزیٰ سچے ہیں تو وہ تو اسی دم قدموں پر گر پڑتے
اور جو چاہتے اُن سے کراتے - کیونکہ وہ سب خویش اور اقارب
اور حمیت قومی میں بے مثل تھے اور ساری بات مانی منائی
تھی صرف تعلیم بُت پرستی سے خوش ہو جاتے اور بدل و جان
اطاعت اختیار کرتے - لیکن سوچنا چاہیئے کہ آں حضرت کا
یک لخت ہر ایک خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف
توحید کو جو اُن دنوں میں اُس سے زیادہ دنیا کے لئے کوئی
منفور چیز نہ تھی اور جس کے باعث سے صدہا مشکلیں پڑتی
جاتی تھیں بلکہ جان سے مارا جانا نظر آتا تھا - مضبوط پکڑ لینا یہ
کس مصلحت دنیوی کا تقاضا تھا اور جب کہ پہلے اُسی کے

باعث سے اپنی تمام دُنیا اور جمعیت برباد کر چکے تھے۔ تو پھر ایسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے کہ جس کو ظاہر کرتے ہی تو مسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت سخت ماریں نصیب ہوئیں کس مقصد کا حاصل کرنا مُراد تھا۔ کیا دُنیا کمانے کے لئے بھی ڈھنگ تھا کہ ہر ایک کو کلمۂ تلخ جو اسکی طبع اور عادت اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا سُناکر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا دیا اور کسی ایک آدہ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا۔

طامع اور مکار لوگوں کی کارروائیاں

جو لوگ طامع اور مکار ہوتے ہیں کیا وہ ایسی ہی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ جس سے دوست بھی دشمن ہو جائیں۔ جو لوگ کسی مکر سے دُنیا کو کمانا چاہتے ہیں کیا اُنکا یہی اُصول ہوا کرتا ہے کہ یہ یکبارگی ساری دنیا کو عداوت کرنیکا جوش

دلادیں اور اپنی جان کو ہر وقت کی فکر میں ڈال لیں وہ تو
اپنا مطلب سادھنے کے لئے سب سے سہل کارروائی اختیار
کرلیتے ہیں اور ہر ایک فرقہ کو سچائی کا ہی سارٹیفکیٹ دیتے
ہیں خدا اسکے لئے یک رنگ ہو جانا اُن کی عادت کہاں ہوا
کرتی ہے خدا کی وحدانیت اور عظمت کا کب وہ کچھ دھیان
رکھا کرتے ہیں اُن کو اس سے غرض کیا ہوتی ہے کہ ناحق
خدا کے لئے دکھ اُٹھاتے پھریں - وہ تو صیاد کی طرح وہیں
دام بچھاتے ہیں کہ جو شکار مارنے کا بہت آسان راستہ
ہوتا ہے اور وہی طریق اختیار کرتے ہیں کہ جس میں محنت
کم اور فائدہ دنیا کا بہت زیادہ ہو نفاق اُن کا پیشہ اور
خوشامد اُن کی سیرت ہوتی ہے سب سے میٹھی میٹھی باتیں
کرنا اور ہر ایک چور اور ساہو سے برابر رابطہ رکھنا اُنکا ایک
خاص اصول ہوتا ہے مسلمانوں سے انشاء اللہ اور ہندوؤں
سے رام رام کہنے کو مستعد رہتے ہیں اور ہر ایک مجلس میں
ہاں سے ہاں اور نہیں سے نہیں ملاتے رہتے ہیں
اور اگر کوئی میر مجلس دن کو رات کہے تو چاند اور ستارا
دکھلانے کو بھی طیار ہو جاتے ہیں - اُن کو خدا سے کیا تعلق

اور اس کے ساتھ وفاداری کرنے کے واسطے - اور اپنی
خوش باش جان کو مفت میں ادھر اُدھر کا غم لگا لینا انہیں
کیا ضرورت - استاد نے انکو سبق ہی ایک پڑھایا ہوا ہوتا ہے
کہ ہر ایک کو وہی بات کہنا چاہئے کہ جو تیرا راستہ ہے وہی سیدھا
ہے اور جو تیری راہ ہے وہی درست ہے اور جو تو نے سمجھا
ہے وہی ٹھیک ہے - غرض اُن کی راست اور ناراست اور
حق اور باطل اور نیک اور بد کچھ نظر ہی نہیں ہوتی - بلکہ
جس کے ہاتھ سے اُن کا کچھ منہ شیریں ہو جائے وہی اُن کے
حساب میں بھگت اور سِدّھ اور شفیق ہوتا ہے اور جس
کی طرف سے کچھ پیٹ کا دوزخ بھرتا نظر آوے اُسی کو مکتی
پانے والا اور سُرگ کا وارث اور حیات ابدی کا مالک بتا دیتے
ہیں -

واقعات حضرت خاتم الانبیاء پر نظر اور اس کے اعلیٰ درجہ کی پاک دلی صاف باطنی اور خدا کے لئے جانبازی کا ثبوت

لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آں حضرت اعلے درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولی کا حکم بجا لائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔ پس ذرہ ایمان داری سے

سوچنا چاہئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرت کے اندرونی
صداقت پر دلالت کر رہے ہیں۔ ماسوا اس کے جب
عاقل آدمی ان حالات پر اور بھی غور کرے کہ وہ زمانہ

کہ جس میں آنحضرت مبعوث ہوئے حقیقت
میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ
ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور
ہادی آسمانی کی اشد محتاج تھی۔ اور جو
تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ میں سچی اور
ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی
اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے

تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی ہیں
اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ
لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ
لائی اور لاکھوں سینوں پر لا الہ الا اللہ
کا نقش جما دیا اور جو نبوت کی علت غائی
ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کی ، اسکو
ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی
کے ذریعہ سے وہ کمال کسی زمانہ میں ظہور نہیں
پہنچا ان واقعات پر نظر ڈالنے سے بلا اختیار یہ شہادت

دل سے جوش مار کر نکلے گی کہ آں حضرت صلعم ضرور خدا کی طرف
سے سچے ہادی ہیں جو شخص تعصب اور ضدیت سے انکاری
ہو اُس کی مرض تو لاعلاج ہے خواہ وہ خدا سے بھی منکر
ہو جائے ورنہ یہہ سارے آثار صداقت جو آں حضرت
صلعم میں کامل طور پر جمع ہیں کسی اور نبی میں کوئی ایک تو
ثابت کر کے دکھلا دے تاہم بھی جانیں منہ سے فضول
باتیں بکنا کوئی بڑی بات نہیں جو جی چاہے بک لیا
کون روکتا ہے لیکن معقول طور پر مدلل بات کا مدلل
جواب دینا شرط انصاف ہے یوں تو ہمارے سارے
مخالفین گالیاں دینے اور توہین کرنے کو بڑے چالاک
ہیں اور ہجو اور اہانت کرنا کسی اُستاد سے خوب سیکھے
ہیں ۔ ہنود دوسرے تمام پیغمبروں اور کتابوں کی تکذیب
کر کے صرف وید کا گیت گا رہے ہیں کہ جو ہے سو وید ہی
ہے ۔ عیسائی ساری تعلیم الٰہی انجیل پر ختم کئے بیٹھے ہیں
یہہ نہیں سمجھتے کہ قدر و منزلت ہر ایک کتاب کی افادہ توحید
کا فائدہ پہونچانے میں زیادہ ہو وہی رتبہ میں زیادہ ہوتی
ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر منکر وحدانیت الٰہی کا کیسا ہی

جامع اخلاق کیوں نہ ہو مگر تب بھی نجات نہیں پا سکتا
اب ان صاحبوں کو سوچنا چاہیئے کہ توحید جو مدار نجات
ہے کس کتاب کے ذریعہ سے دُنیا میں سب سے زیادہ
شائع ہوئی۔ بھلا کوئی بتلائے تو سہی کہ کس ملک میں وید
کے ذریعہ سے وحدانیت الٰہی پھیلی ہوئی ہے یا وہ دُنیا
کس پردہ زمین میں بستی ہے کہ جہاں رگ
اور یجر اور شام اور اتھروَن نے توحید
الٰہی کا نقارہ بجا رکھا ہے جو کچھ وید کے
ذریعہ سے ہندوستان میں پھیلا ہوا نظر
آتا ہے وہ تو یہی آتش پرستی اور شمس
پرستی اور شش پرستی وغیرہ انواع واقسام

کی مخلوق پرستیاں ہیں کہ جن کے لکھنے
بھی کراہت آتی ہے. ہندوستان کے اس
سرے سے اُس سرے تک نظر اُٹھا کر دیکھو
جتنے ہندو ہیں سب مخلوق پرستی میں
ڈوبے ہوئے نظر آویں گے - کوئی مہادیوجی
کا پوجاری اور کوئی کرشن جی کا بھجن گانے
والا اور کوئی مورتوں کے آگے ماتھا ٹیکنے
والا - ایسا ہی انجیل کا حال ہے - کوئی ملک نظر نہیں آتا
کہ جہاں بذریعہ انجیل کے اشاعت توحید کی ہوئی ہو - بلکہ
انجیل کے ماننے والے موحد کو ناجی ہی نہیں سمجھتے اور پادری
لوگ اہل توحید کو ایک اندھیری آگ میں بھیج رہے ہیں -

کہ جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا اور بقول اُن کے اُس
آگ سے وہی شخص بچیگا جو خدا پر موت اور مصیبت
اور بھوک اور پیاس اور درد اور دُکھ اور تجسم اور حلول
ہمیشہ کے لیے روا رکھتا ہو ورنہ کوئی صورت بچنے کی نہیں
گویا وہ فرضی بہشت یوروپ کی دو بزرگ قوموں انگریزوں
اور روسیوں کو نصفا نصف تقسیم کر کے دیا جائیگا اور
باقی سب موحد اس قصور سے جو خدا کو ہر ایک طرح کے
نقصان سے جو اُس کے کمال تام کے منافی ہے۔ پاک
سمجھتے تھے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ غرض ہماری
اس تحریر سے یہہ ہے کہ آج صفحۂ دنیا میں وہ شئے کہ جس کا
نام توحید ہے بجز اُمت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے اور کسی فرقہ میں نہیں پائی جاتی اور بجز قرآن شریف
کے اور کسی کتاب کا نشان نہیں ملتا کہ جو کروڑہا مخلوقات
کو وحدانیت الٰہی پر قایم کرتی ہو اور کمال تعظیم سے اُس
سچے خدا کی طرف رہبر ہو ہر یک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی

خدا بنا لیا اور مسلمانوں کا وہی خدا ہے جو
قدیم سے لازوال اور غیر مبدّل اور اپنی
ازلی صفتوں ایسا ہی ہے جو پہلے تھا۔

سو یہہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ جن سے ہادیٔ اسلامؐ کا
صدق نبوّت اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ معنے نبوت کے
اور علّت غائی رسالت اور پیغمبری کی اُنہیں کی ذات
با برکات میں ثابت اور متحقق ہو رہی ہے اور جیسا کہ
مصنوعات سے صانع شناخت کیا جاتا ہے ویسا ہی عاقل
لوگ اصلاحِ موجودہ سے اُس مصلح ربّانی کی شناخت کر
رہے ہیں اسی طرح ہزارہا ایسے اور بھی واقعات ہیں کہ
جن سے آنحضرتؐ کا مؤید بتائید الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے
مثلاً کیا یہہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور
بے کس اُمّی یتیم تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر
ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی

تھی۔ ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ
سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو
حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں
نکالیں اور پھر باوجود بیکسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا
کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر
غریبوں کو بٹھایا اگر یہہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی کیا
تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا
بغیر تائید الہی کے بھی ہوا کرتا ہے خیال کرنا چاہئے کہ جب
آنحضرت نے پہلے پہل مکہ کے لوگوں میں منادی کی کہ
میں نبی ہوں اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا۔ اور کس
بادشاہ کا خزانہ ان کے قبضہ میں آگیا تھا کہ جس پر اعتماد
کر کے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی۔ یا کونسی
فوج اکھٹی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں
کے حملوں سے امن ہو گیا تھا۔ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ
اس وقت آنحضرت زمین پر اکیلے اور بے کس اور بے سامان
تھے صرف ان کے ساتھ خدا تھا جس سے انکو ایک بڑے
مطلب کے لئے پیدا کیا تھا پھر ذرہ اس طرف بھی غور کرنی

چاہئے کہ وہ کس مکتب میں پڑھے تھے اور کس سکول کا پاس
حاصل کیا تھا اور کب انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں اور
آریہ لوگوں وغیرہ دنیا کے فرقوں کی مقدس کتابیں مطالعہ کی
تھیں - پس اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے
تو کیونکر اس میں تمام دنیا کے علوم حقہ الہیہ لکھے گئے اور
وہ تمام ادلہ کاملہ علم الہیات کی کہ جن کے باستیفا اور صحت
لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے اور
ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے ڈوبتے مرگئے - وہ کس طرح اس
بے مثل راستی سے قرآن شریف میں درج کردیں اور کیونکر
وہ اعلیٰ درجہ کی مدلل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن
دلائل کو دیکھ کر مغرور حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو
تو جیتے ہی مر جائیں - ایک غریب امی کے ہونٹوں سے نکلیں
اس قدر دلائل صدق کی پہلے نبیوں میں کہاں موجود
ہیں - آج دنیا میں وہ کونسی کتاب ہے جو ان باتوں میں
قرآن شریف کا مقابلہ کرسکتی ہے - کس نبی پر وہ سب
واقعات جو ہم نے بیان کئے مثل آں حضرت کے گذرے
ہیں - بالخصوص جو وید کے الہام یافتہ رشی قرار دیئے جاتے

ہیں اُن کا تو خود وجود ہی ثابت نہیں ہوتا قطع نظر اس کے کہ کوئی اثر صدق کا ثابت ہو۔ صاحبو اگر آپ لوگوں کے نزدیک انصاف بھی کچھ چیز ہے اور عقل بھی کوئی شے قابل لحاظ ہے تو یا تو ایسی دلائل صدق اور راستی کی کہ جن پہ قرآن شریف مشتمل ہے کسی اپنی کتاب سے نکال کر دکھاؤ اور یا حیا اور شرم کی صفت کو عمل میں لاکر زبان درازی چھوڑ دو اور اگر خدا کا کچھ خوف ہے اور نجات کی کچھ خواہش ہے تو ایمان لاؤ۔

قرآن شریف کی ضرورت اور آنحضرت صلعم کی نبوت پر ایک زبردست دلیل

(از رسالہ نور القرآن)

اس سے پیشتر کہ ہم آنحضرت صلعم کی سوانح عمری لکھنا شروع

کریں۔ مختصراً قرآن شریف کے نزول سے پیشتر جو دنیا کی حالت
تھی۔ اور جو نزول کے بعد ہو گئی۔ اُس کا کچھ تذکرہ کر کے قرآن
شریف کی ضرورت اور اُس کی اعلےٰ تاثیرات کا ثبوت
دیتے ہیں۔

قرآن شریف نے بہت زور شور سے اس دعوےٰ کو پیش کیا
ہے۔ کہ وہ خدا کا کلام ہے اور حضرت سیدنا و مولانا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے سچے نبی اور رسول ہیں جن پر
وہ پاک کلام اترا ہے چنانچہ یہہ دعوےٰ آیات مندرجہ ذیل
میں بخوبی مصرح و مندرج ہے۔

(آل عمران ا و ۲) الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم نزل
علیک الکتاب بالحق یعنی وہی اللہ ہے اس کا کوئی ثانی
نہیں وہی ہے ہر ایک کی زندگی اور بقا ہے اُس نے حق
اور ضرورت حقہ کے ساتھہ تیرے پر کتاب اُتاری اور پھر
فرمایا یا ایہا الناس قد جاءکم الرسول بالحق۔ الجزو
۶ سورۃ النسا یعنی اے لوگو حق اور ضرورت حقہ کے ساتھ
تمہارے پاس یہہ نبی آیا ہے۔ اور پھر فرمایا و بالحق انزلناہ
و بالحق نزل الجزو ۱۵ یعنی ضرورت حقہ کے ساتھہ ہم نے

اس کلام کو انکار اسے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اترا ہے
اور پھر فرمایا یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم
وانزلنا الیکم نوراً مبینا (الجزو ٦ سورۃ النسا) یعنی اے
لوگو تمہارے پاس یہہ یقینی برہان پہونچی ہے اور ایک کھلا
نور تمہاری طرف بھیج اتارا ہے اور پھر فرمایا قل یا ایہا الناس
انی رسول اللہ الیکم جمیعا (الجزو ۹) یعنی لوگوں کو کہدے
کہ میں تم سب کی طرف پیغمبر ہو کر آیا ہوں اور پھر فرمایا والذین
امنوا وعملوا الصلحت وامنوا بما نزل علی محمد وھو
الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم
(الجزو ۲۶) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ۔
اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی
اور وہی حق ہے ۔ خدا اُن کے گناہ دور کرے گا اور اُن کے
حال چال کو درست کر دے گا ۔

ایسا ہی صدہا آیات اور ہیں جن میں نہایت صفائی سے یہہ
دعوے کیا گیا ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام اور حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے سچے نبی ہیں ۔ لیکن
ہم بالفعل اسی قدر لکھنا مناسب و کافی سمجھتے ہیں اگر ساتھ

ہی اپنے مخالفوں کو یاد دلاتے ہیں کہ جس شدومد سے
قرآن میں یہہ دعوے موجود ہے۔ کسی اور کتاب میں
ہرگز موجود نہیں۔ ہم نہایت مشتاق ہیں اگر آریہ اپنے
ویدوں میں اتنا ہی ثابت کردیں کہ اُن کے ہر چہار ویدوں
نے الہی کلام ہونے کا دعوے کیا اور بتصریح بتلایا کہ فلان
فلان شخص پر فلان زمانہ میں وہ اُترے ہیں۔ کتاب اللہ کے
ثبوت کے لئے پہلا ضروری امر یہی ہے کہ وہ کتاب اپنے
منجانب اللہ ہونے کی مدعی بھی ہو۔ کیونکہ جو کتاب منجانب
اللہ ہونے کی طرف آپ کوئی اشارہ نہیں کرتی۔ اُس کو خدا
تعالے کی طرف منسوب کرنا ایک بیجا مداخلت ہے۔

اب **دوسرا امر** قابل تذکرہ یہہ ہے کہ قرآن
کریم نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں صرف دعوے ہی
نہیں کیا۔ بلکہ اس دعوے کو نہایت **مضبوط اور قوی**
دلیلوں کے ساتھہ ثابت بھی کردیا ہے۔ چنانچہ ہم منجملہ اُن
دلایل کے ایک بدیہی اور صاف دلیل کو یہاں مذکور کرتے ہیں
تا حق کے طالب اول اسی دلیل میں دوسری کتابوں کا

قرآن کے ساتھ مقابلہ کریں اور نیز ہم ہر ایک مخالف کو یہی بلاتے ہیں کہ اگر یہ طریق ثبوت جس کا ایک کتاب میں پایا جانا اس کی سچائی پر بدیہی دلیل ہے اُن کی کتابوں اور تبدیل کی نسبت بھی پایا جاتا ہے تو وہ ضرور اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے پیش کریں اور اُن کو اقرار کرنا پڑیگا کہ ان کی کتابیں اس اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے عاری اور بے نصیب ہیں۔ اور ہم نہایت یقین اور وثوق سے کہتے ہیں کہ یہ طریق ثبوت اُن کے مذہب میں ہرگز پایا نہیں جاتا ہیں اگر ہم غلطی پر ہیں تو ہماری غلطی ثابت کریں اور وہ پہلی دلیل جو قرآن نے اپنے منجانب اللہ ہونے پر پیش کی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ عقل سلیم ایک سچی کتاب اور ایک سچے اور منجانب اللہ رسول کے ماننے کے لئے اس بات کو نہایت ضروری دلیل ٹھیراتی ہے کہ ان کا ظہور ایک ایسے وقت میں ہو جبکہ زمانہ تاریکی میں پڑا ہوا ور لوگوں نے توحید کی جگہ شرک اور پاکیزگی کی جگہ فسق اور انصاف کی جگہ ظلم اور علم کی جگہ جہل اختیار کر لیا ہو اور ایک مصلح کی اشد حاجت ہو اور پھر ایسے وقت میں وہ رسول دنیا سے رخصت ہو جائے

وہ اصلاح کا کام عمدہ طور سے کر چکا ہو۔ اور جب تک اس نے
اصلاح نہ کی ہو دشمنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو۔ اور نہ
نوکروں کی طرح حکم سے آیا ہو۔ اور حکم سے واپس گیا ہو۔ غرضیکہ
وہ ایسے وقت میں ظاہر ہو جبکہ وہ وقت بزبان حال پکار
پکار کر کہہ رہا ہو۔ کہ ایک آسمانی مصلح اور کتاب کا آنا ضروری
ہے۔ اور پھر ایسے وقت میں الہامی پیشگوئی کے ذریعہ سے
واپس بلایا جاوے۔ کہ جب اصلاح کے پودہ کو مستحکم کر چکا ہو
اور ایک عظیم الشان انقلاب ظہور میں آچکا ہو۔ اب ہم
اس بات کو بڑے فخر کے ساتھہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہہ دلیل
جس طرح قرآن اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں
نہایت روشن چہرہ کے ساتھہ جلوہ نما ہوئی ہے
کسی اور نبی اور کتاب کے حق میں ہرگز ظاہر نہیں ہوئی۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ دعوے تہا کہ میں تمام قوموں کے
لئے آیا ہوں سو قرآن شریف نے تمام قوموں کو ملزم کیا ہے کہ
وہ طرح طرح کے شرک اور فسق وفجور میں مبتلا ہیں۔ جیسا کہ
فرماتا ہے ظہر الفساد فی البر والبحر یعنے دریا بھی بگڑ
گئے اور جنگل بھی بگڑ گئے۔ اور پھر فرماتا ہے لتکون للعالمین

نذیر ہوا یعنی ہم نے تجھے بھیجا تاکہ تو دنیا کی تمام قوموں کو ڈرا دے یعنی اُن کو متنبہ کرے کہ وہ خدا تعالیٰ کی حضور میں اپنی بدکاریوں اور عقیدوں کی وجہ سے سخت گنہگار ٹھہری ہیں۔
یاد رہے کہ جو اس آیت میں نذیر کا لفظ دنیا کے تمام فرقوں کے مقابل پر استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنے گنہگاروں اور بدکاروں کو ڈرانا ہے۔ اسی لفظ سے یقینی سمجھا جاتا ہے کہ **قرآن** کا یہہ دعوی تہا کہ تمام دنیا بگڑ گئی اور ہر یک نے سچائی اور نیک بختی کا طریق چھوڑ دیا کیونکہ **انذار** کا محل فاسق اور مشرک اور بدکار ہی ہیں اور انذار اور ڈرانا مجرموں ہی کے تنبیہ کے لئے ہوتا ہے نہ نیک بختوں کے لئے۔ اس بات کو ہر یک جانتا ہے کہ ہمیشہ سرکشوں اور بے ایمانوں کو ڈرایا جاتا ہے۔ اور سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ نبی نیکوں کے لئے **بشیر** ہوتے ہیں اور بدوں کے لئے **نذیر** پھر جبکہ ایک نبی تمام دنیا کے لئے نذیر ہوا تو ماننا پڑا کہ تمام دنیا کو نبی کی وحی نے بد اعمالیوں میں مبتلا قرار دیا ہے اور یہہ ایک ایسا دعوے ہے کہ نہ توریت نے موسیٰ کی نسبت کیا اور نہ انجیل نے **عیسیٰ** کے زمانہ کی

نسبت بلکہ صرف قرآن نے کیا اور پھر فرمایا کہ کنتم علی شفا حفرۃ من النار یعنی تم اس نبی کے آنے سے پہلے دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر پہونچ چکے تھے اور عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی متنبہ کیا کہ تم نے اپنے دجل سے خدا کی کتابوں کو بدل دیا اور تم ہر ایک شرارت اور بدکاری میں تمام قوموں کے پیشرو ہو اور بُت پرستوں کو بھی جا بجا ملزم کیا کہ تم پتھروں اور انسانوں اور ستاروں اور عناصر کی پرستش کرتے ہو اور خالق حقیقی کو بھول گئے ہو اور تم یتیموں کا مال کھاتے اور بچوں[1] کو قتل کرتے اور مسکینوں پر ظلم کرتے

[1] جیسا کہ فرماتا ہے ید سّہ فی التراب یعنے مشرک اپنی لڑکی کو زندہ درگور کرتا ہے اور فرماتا ہے واذا الموودۃ سئلت بای ذنب قتلت یعنی قیامت کو زندہ درگور لڑکیوں سے سوال ہوگا کہ وہ کس گناہ سے قتل کی گئیں۔ یہہ اشارہ ملک کی موجودہ حالت کی طرف کیا کہ ایسے ایسی بُرے کام ہو رہے ہیں اسی کی طرف عرب کے ایک پورانے شاعر ابن الاعرابی نے اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

ما لقی الموؤد من ظلم امّہ کما لقیت ذھل جمیعا و عامر

یعنی زندہ درگور لڑکی پر اپنی ماں کیطرف سے وہ ظلم نہیں ہوا جیسا کہ ذہل اور عامر پر ہوا ہے

اور ہر ایک بات میں حد اعتدال سے گزر گئے ہو اور فرمایا اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا یعنی یہ بات تمہیں معلوم رہے کہ زمین سب کی سب مر گئی تھی۔ اب خدا نئے سرے سے اس کو زندہ کرتا ہے۔ غرض تمام دنیا کو قرآن نے شرک اور فسق اور بت پرستی کے الزام سے ملزم کیا جو ام الخبائث ہیں اور عیسائیوں اور یہودیوں کو دنیا کی تمام بدکاریوں کی جڑہ ٹھہرایا اور ہر ایک قسم کی بدکاریاں انکی بیان کر دیں اور ایک ایسا نقشہ کھینچکر زمانہ موجودہ کا اعمالنامہ دکھلا دیا۔ کہ جب سے دنیا کی بنا پڑی ہے بجز نوح کے زمانہ کے اور کوئی زمانہ اس زمانہ سے مشابہ نظر نہیں آتا۔ اور ہم نے اس جگہ جس قدر آیات لکھدی ہیں وہ اتمام حجت کے لئے اول درجہ پر کام آتی ہیں۔ لہذا ہم نے طول کے خوف سے تمام آیات کو نہیں لکھا ناظرین کو چاہئے کہ قرآن کو غور سے پڑھیں تا انہیں معلوم ہو کہ کس شدومد اور کس قدر تشدد کلام سے سچا قرآن بیان کر رہا ہے کہ تمام دنیا بگڑ گئی تمام زمین بگڑ گئی۔ تمام زمین مر گئی اور لوگ دوزخ کے گڑھے کے قریب پہونچ گئے اور کیسے بار بار کہتا ہے کہ تمام دنیا کو

ڈالا کہ وہ خطرناک حالت میں پڑی ہیں یقیناً قرآن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرک اور فسق اور بت پرستی اور طرح طرح کے گناہوں میں سڑ گئی اور بدکاریوں کے عمیق کنوئیں میں ڈوب گئی ہیں۔ یہہ بات سچ ہے کہ انجیل میں بھی کسی قدر یہودیوں کی بدچلنیوں کا ذکر ہے۔ لیکن مسیح نے کہیں یہہ ذکر تو نہیں کیا کہ جس قدر دنیا کے صفحہ میں لوگ موجود ہیں جنکو عالمین کے نام سے نامزد کر سکتے ہیں وہ بگڑ گئے مر گئے اور وہ دنیا شرک اور بدکاریوں سے بھر گئی اور نہ رسالت کا عام دعوے کیا پس ظاہر ہے کہ یہودی ایک تھوڑی سی قوم تھی جو مسیح کے مخاطب تھی بلکہ وہی تھی جو مسیح کی نظر کے سامنے اور چند دیہات کے باشندے تھے۔ لیکن قرآن کریم نے تو تمام زمین کے مر جانے کا ذکر کیا ہے اور تمام قوموں کی بُری حالت کو وہ بتلاتا ہے۔ اور صاف بتلاتا ہے کہ زمین ہر قسم کے گناہ سے مر گئی[1]۔

[1] اگر کوئی کہے کہ فساد اور بدعقیدگی اور بداعمالیوں میں یہہ زمانہ بھی تو کم نہیں پھر اسمیں کوئی نبی کیوں نہیں آیا تو جواب یہہ ہے کہ وہ زمانہ توحید اور راستبازی سے بالکل خالی ہو گیا تھا اور اس زمانہ میں چالیس کروڑ لا الہ الا اللہ کہنے والے موجود ہیں اور نیز اس زمانہ کو بھی خدا تعالے مجدد کے بھیجنے سے محروم نہیں رکھا۔ منہ۔

یہودی تو نبیوں کی اولاد اور توریت کو اپنے اقرار سے مانتے تھے۔ گو عمل سے قاصر تھے لیکن قرآن کے زمانہ میں علاوہ فسق و فجور کے عقاید میں بھی فتور ہو گیا تھا۔ ہزارہا لوگ دہریہ تھے ہزارہا وحی اور الہام سے منکر تھے اور ہر قسم کی بدکاریاں زمین پر پھیل گئی تھیں اور دنیا میں اعتقادی اور عملی خرابیوں کا ایک سخت طوفان برپا تھا۔ باسوا اس کے مسیح نے اپنے چھوٹی سی قوم یہودیوں کی بدچلنی کا کچھ ذکر تو کیا جس سے البتہ یہ خیال پیدا ہوا کہ اس وقت یہود کی ایک خاص قوم کو ایک مصلح کی ضرورت تھی مگر جس دلیل کو ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں بیان کرتے ہیں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فساد عام کے وقت میں آنا اور کامل اصلاح کے بعد واپس بلائے جانا اور ان دونوں پہلوؤں کا قرآن کا آپ پیش کرنا اور آپ دنیا کو اس کی طرف توجہ دلانا یہہ ایک ایسا امر ہے کہ انجیل تو کجا بجز قرآن کسی پہلی کتاب میں بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن شریف نے آپ یہہ دلائل پیش کئے ہیں اور آپ فرما دیا ہے کہ اس کی سچائی ان دو پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتی ہے یعنے ایک تو وہی جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیا

ایسے زمانہ میں ظہور فرمایا جبکہ زمانہ میں عام طور پر طرح طرح کی بدکاریاں اور
بد اعتقادیاں پھیل گئی تہیں اور دنیا حق اور حقیقت اور توحید
اور پاکیزگی سے بہت دور جا پڑی تھی اور قرآن کے اس قول کی
اُس وقت تصدیق ہوتی ہے۔ جبکہ ہر ایک قوم کی تاریخ اس
زمانہ کے متعلق پڑھی جائے کیونکہ ہر ایک قوم کے اقرار سے یہہ
عام شہادت پیدا ہوتی ہے۔ کہ درحقیقت وہ ایسا پرظلمت زمانہ
تھا۔ کہ ہر ایک قوم مخلوق پرستی کی طرف جہک گئی تھی اور یہی وجہ
ہے کہ جب قرآن نے تمام قوموں کو گمراہ اور بدکار قرار دیا تو کوئی
اپنا بری ہونا ثابت نہ کرسکا۔ دیکھو اللہ تعالی کیسے زور سے اہل
کتاب کی بدیوں اور تمام دنیا کے مرجانے کا ذکر کرتا ہے۔ اور
فرماتا ہے ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل
فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم
فسقون ۵ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا
قد بینا لکم الایات لعلکم تعقلون (سورۃ الحدید جزو ۲۷
رکوع ۱۷) یعنے مومنوں کو چاہئے کہ اہل کتاب کی چال چلن سے
پرہیز کریں۔ انکو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی پس اُن پر ایک
زمانہ گذر گیا۔ سو اُن کے دل سخت ہوگئے اور اکثر اُن میں سے

فاسق اور بدکار ہی ہیں۔ یہہ بات بھی جانو کہ زمین مرگئی تھی۔ اور اب خدا نے سرے سے زمین کو زندہ کر رہا ہے۔ یہہ قرآن شریف کی ضرورت اور سچائی کے نشان ہیں جو اس لئے بیان کئے گئے تاکہ تم نشانوں کو دریافت کرلو۔

اب سوچ کرو اور دیکھو کہ یہہ دلیل جو تمہارے سامنے پیش کیگئی ہے یہہ ہمنے اپنے ذہن سے ایجاد نہیں کی بلکہ قرآن آپ ہی اسکو پیش کرتا ہے اور دلیل کے دونوں حصے بیان کرکے پھر آپ ہی فرماتا ہے۔ قد بیّنا لکم الایات لعلکم تعقلون یعنی اس رسول اور اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے پر یہہ بھی ایک نشان ہے جس کو ہم نے بیان کردیا تا تم سوچو اور سمجھو اور حقیقت تک پہونچ جاؤ۔ ؎

؎ قرآن شریف نے جس قدر اپنے نزول کے زمانہ میں ان عیسائیوں وغیرہ کی بدچلنیاں بیان کی ہیں۔ جو اس وقت موجود تھے ان تمام قوموں نے خود اپنے منہ سے اقرار کرلیا تھا۔ بلکہ بار بار اقرار کرتے تھے۔ کہ وہ ضرور ان بدچلنیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور عرب کی تاریخ دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بجز آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ آبا و اجداد کے

دوسرا پہلو اس دلیل کا یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ) جنکو اللہ جل شانہ نے اپنے خاص فضل و کرم سے شرک اور دوسری بلاؤں سے بچائے رکھا باقی تمام لوگ عیسائیوں کے بدنمونہ کو دیکھ کر اور اُن کی چال چلن کی بد تاثیر سے متاثر ہوکر انواع اقسام کے قابل شرم گناہوں اور بد چلنیوں میں مبتلا ہوگئے تھے اور جس قدر بد چلنی اور بد اعمالی عربوں میں آئی وہ درحقیقت عربوں کی ذاتی فطرت کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ ایک نہایت ناپاک اور بدچلن قوم اُن میں آباد ہوگئی جو ایک جھوٹی منصوبہ کفارہ پر بھروسہ کرکے ہریک گناہ کو شیر مادر کی طرح سمجھتی تھی اور مخلوق پرستی اور شراب خواری اور ہریک قسم کی بدکاری کو بڑے زور کے ساتھ دنیا میں پھیلا رہی تھی اور اول درجہ کی کذاب اور دغاباز اور بدسرشت تھی بظاہر یہہ فرق کرنا مشکل ہے کہ کیا اُس زمانہ میں فسق و فجور اور ہریک قسم کی بدچلنی میں یہودی بڑھے ہوئے تھے یا عیسائی اول نمبر پر تھے مگر ذرہ غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ درحقیقت عیسائی ہی ہرایک بدکاری اور بدچلنی اور مشرکانہ عادات میں پیش دست تھے کیونکہ یہودی لوگ متواتر ذلتوں اور کوفتوں سے کمزور ہوچکے تھے اور وہ شرارتیں جو ایک سفلہ آدمی اپنی طاقت اور دولت اور عروج قومی کو دیکھکر کرسکتا ہے یا وہ بدچلنیاں جو کثرت دولت اور روپیہ پر موقوف

ایسے وقت میں دنیا سے اپنے مولیٰ کی طرف بلائے گئے

بقیہ حاشیہ ۔ ایسے نالایق کاموں کا یہودیوں کو کم موقعہ ملتا تھا مگر عیسائیوں کا ستارہ ترقی پہ تھا اور نئی دولت اور نئی حکومت ہر وقت انگشت دسے رہی تھی کہ وہ تمام لوازمات انہیں پائے جائیں جو بدی کے مویدات پیدا ہونے سے قدرتی طور پر ہمیشہ پائی جاتی ہیں پس یہی سبب ہے کہ اس زمانہ میں عیسائیوں کی بدچلنی اور ہر یک قسم کی بدی سب سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی ۔ اور یہہ بات یہاں تک ایک مشہور واقع ہے کہ **پادری فنڈل** با وجود اپنے سخت تعصب کے اسکو چھپا نہیں سکا اور مجبور ہو کر اس زمانے کے عیسائیوں کی بدچلنیوں کا میزان الحق میں اسکو اقرار کرنا ہی پڑا مگر دوسرے انگریز مورخوں نے تو بڑی بسط سے ان کی بدچلنیوں کا مفصل حال لکھا ہے چنانچہ ان میں سے ایک **ڈیون پورٹ** صاحب کی کتاب ہے جو ترجمہ ہو کر اس ملک میں شائع ہو گئی ہے ۔ غرض یہہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اس زمانہ کے عیسائی اپنی نئی دولت اور حکومت اور کفارہ کی خطرناک تحریک سے تمام بدچلنیوں میں سب سے زیادہ بڑھ گئے تھے ہر یک نے اپنی فطرت اور طبیعت کے موافق جدا جدا بے اعتدالی اور معصیت کی راہیں اختیار کر رکھی تھیں اور ان کی دلیریوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائی سے بالکل نومید ہو چکے تھے اور ایک پیچھے ہوئے

جبکہ وہ اپنے کام کو پورے طور پر انجام دے چکے اور

بقیہ حاشیہ) دہریہ تھے اور انکی روحانیت کی اس وجہ سے بہت ہی بیخ کنی ہو چکی کہ دنیا کے دروازے اُن پر کھولے گئے اور انجیل کی تعلیم میں شراب کی کوئی ممانعت نہیں تھی قماربازی سے کوئی روک نہیں تھی پس یہی تمام زہریں مل کر اُمت کا ستیاناس کر گئیں۔ صندوقوں میں دولت تھی ہاتھ میں حکومت تھی شرابیں خود ایجاد کرلیں پھر کیا تھا اُم الخبائث کی تحریکوں سے سارے بُرے کام کرنے پڑے یہ باتیں ہم نے اپنی طرف سے نہیں کہیں۔ خود بڑے بڑے مورخ انگریزوں نے اس کی شہادتیں دی ہیں اور اب بھی دے رہے ہیں بزرگ **پادری باس ورتھ** اور **فاضل فتیس شیلر** نے حال ہی کے زمانہ میں کس صفائی سے انہیں باتوں پر لکھ دیئے ہیں اور کس زور سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ عیسائی مذہب کی قدیم بدچلنیوں نے اُسکو ہلاک کردیا ہے۔ چنانچہ قوم کے فخر پادری باس ورتھ صاحب اپنے لیکچر میں بآوازبلند بیان کرتے ہیں کہ عیسائی قوم کے ساتھ **تین لعنتیں** لازم ملزوم ہو رہی ہیں جو اسکو ترقی سے روکتی ہیں وہ کیا ہیں۔ زناکاری۔ شراب خواری قماربازی۔ غرض اُس زمانہ میں سب سے زیادہ یہہ عیسائیوں کا ہی حق تھا کہ وہ بدکاریوں کے میدانوں میں سب سے پہلے رہیں۔ کیونکہ دنیا میں

امر قرآن شریف سے بخوبی ثابت ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ

(بقیہ حاشیہ) انسان صرف تین وجہ سے گناہ سے رک سکتا ہے (۱) یہہ کہ خدا تعالیٰ کا خوف ہو (۲) یہ کہ کثرت مال جو بدمعاشیوں کا ذریعہ ہے اس کی بلائے نچے (۳) یہہ کہ ضعیف اور عاجز ہو کر زندگی بسر کرے حکومت کا زور ظلم پیدا نہ ہو مگر عیسائیوں کو ان تینوں روکوں سے فراغت ہو چکی تہی۔ کفارہ کے مسئلہ نے گناہ پر دلیر کر دیا تہا اور دولت اور حکومت ظلم کرنے کے لئے تہیں ہو گئے تہے پس چونکہ دنیا کی راحتیں اور نعمتیں اور دولتیں انپر بہت وسیع ہو گئی تہیں اور ایک زبردست سلطنت کے وہ مالک بہی ہو گئے تہے اور پہلے اس سے ایک مدت تک وہ فقر فاقہ اور تکالیف شاقہ میں مبتلا رہ چکے تہے اسلئے دولت اور حکومت گویا کہ عجیب طوفان فسق و فجور اُن میں ظاہر ہوا اور جس طرح پر زور سیلاب آنیکے وقت بند ٹوٹ جاتا ہے اور پہر بند ٹوٹنے سے تمام اردگرد کہیتوں اور آبادی کی شامت آجاتی ہے۔ اسی طرح اُن دنوں میں وقوع میں آیا کہ جب عیسائیوں کو تمام اسباب شہوت رانی کے میسر آ گئے اور دولت اور قوت اور بادشاہت میں تمام دنیا کی فائق ہو گئے

نوٹ۔ شراب بنانا حضرت عیسیٰ کا ایک معجزہ قرار دیا گیا ہے بلکہ شراب پینا عیسائی مذہب کی جزو اعظم ہے جیسا کہ عشاء ربانی سے ظاہر ہے۔ منہ

فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ

بقیہ حاشیہ ۴۳۲۔ سے اوائمبرپر ہو گئے۔ تو جیسے ایک سفلہ فقر وفاقہ
کا مارا ہوا دولت اور حکومت پاکر اپنے بچپن دکھلاتا ہے۔ وہ سارے بچپن ان
لوگوں نے دکھلائے۔ اول وحشیوں اور سخت ظالموں کی طرح وہ خونریزیاں
کیں اور ناحق بموجب کئی لاکھ انسانوں کو قتل کیا اور وہ بیرحمیاں دکھلائیں
جن بدن کانپ اٹھتا ہے اور پھر امن اور آزادی پاکر دن رات شراب خواری کا
زناکاری قمار بازی میں شغل رکھنے لگے۔ چونکہ انکی بدبختی سے کفارہ
کی تعلیم نے پہلے ہی ان کو بدکاریوں پر دلیر کر دیا تھا اور صرف ستر بی بی از بےکا
چادری کا مصداق تھی اب جو کچھ بھی انکے گھر میں آ گئی تو پھر کیا تھا
ہر ایک بدکاری پر ایسے ٹوٹ پڑے جیسے ایک زوردار سیلاب اپنے چلنے کی ایک
کھلی کھلی راہ پاکر زور سے چلتا ہے اور ملک پر ایسا بد اثر ڈالا کہ غافل اور نادان
عرب بھی انہیں کے بداثر سے پیسے گئے وہ تو امی اور ناخواندہ تھے جب
انہوں نے اپنے اردگرد عیسائیوں کی بداعمالیوں کا طوفان پایا تو اس سے
متاثر ہو گئے یہ بات بڑی تحقیق سے ثابت ہوئی ہے کہ عربوں میں
قمار بازی اور شراب خواری اور بدکاری عیسائیوں کے خزانہ سے ہی آئی
تھی اخطل عیسائی جو اس زمانہ میں ایک بڑا شاعر گذرا ہے جسکا دیوان

یعنی وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط یعنی آج سے قرآن کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۴ - بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہی اور حال ہی بیروت میں ایک عیسائی گروہ نے بڑی اہتمام اور خوبصورتی سے وہ دیوان چھاپ کر شایع کیا ہی۔ چنانچہ اسکا نسخہ ہمیں بھی آگیا ہی اور اس دیوان میں کئی ایک شعر اسکی یادگار ہیں جو اسکی اور اسوقت کے عیسائیوں کی اندرونی حالت کا نقشہ ظاہر کر رہی ہیں منجملہ اون کے ایک یہ ہے۔

"بان الشباب وربما عللته
بالغانیات وبالشراب الاصہب"

یعنے جوانی مجھ سے جدا ہو گئی اور مینے اسکے روکنے کے لئے کئی مرتبہ اور بہت دفعہ یہ حیلہ کیا ہے کہ خوبصورت عورتوں اور سرخ شراب کے ساتھ اپنا شغل رکھا ہے اب اس شعر سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص باوجود پیرانہ سالی اور عیسائیوں کا ایک بزرگ فاضل کہلا کے پھر بھی زناکاری کی ایک خراب حالت میں مبتلا رہا ہے زیادہ تر قابل شرم بات یہ کہ بڈھا ہو کر بھی بدکاری سے باز نہ آیا اور نہ صرف اسی پر بس کرتا تھا بلکہ شراب پینے کا بھی نہایت درجہ عادی تھا۔ اخطل کی لائف پر اطلاع رکھنے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ وہ اس زمانہ کی عیسائی قوم میں بہت ہی معزز اور علم اور شیخت کی رو سے گویا اون میں صرف ایک ہی تھا اور اسکی

آتا ہے اور تکمیل نفوس کسی تمہارا دین تمہارے لیئے کامل کر دیا اور اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۴ - تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اس خیال کو جو کفارہ کے مسئلہ سے اوسکو لازم تھا شاعرانہ لباس میں ادا کرتا بلکہ وہ پادریوں کا بھی منصب رکھتا تھا اور عین گرجاؤں کا اوس نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی کیا جاتا ہے کہ وہ ایک پیشوا دینی کی حیثیت سے بلا ناغہ جاتا تھا اور سب لوگ اوسی کے نقش قدم پر چلتے تھے - کیا اس زمانہ کے تمام عیسائیوں میں سے اسکی یگانہ ہونگا ہونے میں یہ دلیل کافی نہیں کہ کروڑہا عیسائیوں اور پادریوں میں سے صرف یہی اس زمانہ کا ایک آدمی ہے جسکی یادگار تیرہ سو برس میں اس زمانہ میں پائی گئی - غرض عیسائیوں میں سے صرف ایک اخطل ہی ہے جو پورا نئے عیسائیوں کے چال چلن کا نمونہ بطور یادگار چھوڑ گیا اور نہ صرف اپنا ہی نمونہ بلکہ اوس نے گواہی دیدی - کہ اوسوقت کے تمام عیسائیوں کا یہی حال تھا اور درحقیقت وہی چال چلن بطور سلسلہ تعامل کے اتبک یورپ میں چلا آتا ہے عیسائی مذہب کا پایہ تخت ملک کنعان تھا - اور یورپ میں اسی ملک سے یہ مذہب پہنچا اور ساتھ ہی ان تمام خرابیوں کا تحفہ بھی لا غرض اخطل کا دیوان نہایت قدر کے لائق ہے جس نے اُسوقت کی عیسائی چال چلن کا تمام پردہ کھولدیا اور تاریخ پتہ نہیں دے سکتی کہ اُس زمانہ کے عیسائیوں میں سے کوئی اور بھی ایسا ہی جسکی کوئی تالیف عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے بجز اخطل کی مسعود انتخب پہلے

نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لیئے دین اسلام پسند کرلیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۵ - ڈالنے کے بعد ماننا پڑتا ہے کہ وہ انجیل سے
بھی خوب واقف تھا کیونکہ اوس وقت کے تمام عیسائیوں اور پادریوں میں سے خصوصیت کے
ساتھ وہ علمیت اور قابلیت دکھلائی کہ اوس وقت کے عیسائیوں اور پادریوں میں سے کوئی بھی
دکھلا نہ سکا بہرحال ہمیں ماننا ہی پڑا کہ وہ اوس وقت کے عیسائیوں کا ایک منتخب
نمونہ ہے مگر ابھی آپ سن چکے ہیں کہ وہ اس بات کا اپنے منہ سے اقراری ہے کہ میں
خوبصورت عورتوں اور عمدہ شراب کیساتھ پیرانہ سالی کے ملال کو دفع کرتا ہوں اور
اوس وقت کے شعرا کا یہی محاورہ تھا کہ وہ اپنی بدکاریوں کو انہیں الفاظ سے ادا
کرتے تھے اور وہ لوگ حال کے نادان شاعروں کی طرح صرف فرضی خیالات کی بندش
نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی زندگی کے واقعات کا نقشہ کھینچکر دکھلا دیتے تھے اسیوجہ
سے اون کے دیوان محققوں کی نظر میں نکمی نہیں سمجھے گئے بلکہ تاریخی کتب کا
انکو پورا مرتبہ دیا گیا ہے اور وہ پورا نے زمانہ کے رسوم اور عادات اور جذبات
اور خیالات کو کامل طور پر ظاہر کرتے ہیں اسیواسطے اہل اسلام نے جو علم دوست
ہیں اون کے قصائد اور دیوانوں کو ضایع نہیں کیا تا ہر زمانہ کے لوگ بچشم خود
معلوم کرسکیں کہ اسلام سے پہلے عرب کا کیا حال تھا اور پھر اسلام کے بعد قادر خدا نے
کس تقوی اور طہارت سے انکو رنگین کردیا اگر خطل از دیوان حماسہ اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۴۔ سبعہ معلقہ اور اغانی کے وہ اشعار جو جاہلیت کے شعراء کے صاحب اغانی نے لکھے ہیں اور جو لسان العرب اور صحاح جوہری وغیرہ پرانی کتابوں میں موجود ہیں نظر کے سامنے رکھی جائیں اور پھر ان کے مقابل پر اس نظم کو دیکھا جائے تو بداہت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تاریک زمانہ میں اسلام اس طرح پر چہرہ نما ہوا کہ جیسے ایک نہایت درجہ کی تاریکی میں یکدفعہ آفتاب نکل آتا ہے اس مقابلہ سے ایسا نظارہ قدرت معلوم ہوتا ہے اور دل بول اٹھتا ہے کہ اللہ اکبر کیسی اس وقت قرآن کے نزول کی ضرورت تھی درحقیقت اس قوی دلیل نے تمام مخالفوں کو پاؤں کے نیچے کچل دیا ہے پھر ہم اپنے پہلے مضمون کی طرف عود کر کے لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ کوئی نادان اخطل کی نسبت یہ سوال پیش کرے کہ کیوں یہ جائز نہیں کہ اخطل اپنی پیرانہ سالی کے زمانہ میں بہت سی خوبصورت عورتیں اپنے نکاح میں لایا ہو تو اس صورت میں زنا کا الزام اس پر کیونکر عاید ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اخطل نے اپنے شعر میں اس مضمون کو ہرگز ظاہر نہیں کیا کہ وہ خوبصورت عورتیں میری بیویاں ہیں بلکہ ایسی طرز پر اپنے کلام کو ظاہر کیا ہے۔ جیسا کہ بدکردار اور بدچلن آدمی ہمیشہ ظاہر کیا کرتے ہیں اسی وجہ سے

ہو چکا اور مستعد دلوں میں نہایت عجیب اور حیرت انگیز

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۷ - اُس نے خوبصورت عورتوں کے ساتھ
علاوہ شراب کو بھی جوڑ دیا ہے کیونکہ شراب بدمعاشی کے لوازم میں سے ہے
اور ما سوا اسکے یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ عیسائی مذہب میں صرف ایک
جورو تک ساتھ چاہیئے پھر ممکن تھا کہ قوم کے لوگ اپنے مذہب اور رسم کے مخالف
اسکو خوبصورت لڑکیاں دیتے یہ قبول کیا کہ وہ اپنے علم اور فضل کی رو سے
تمام قوم سے بہتر تھا اور جیسا کہ اس زمانہ میں ایک بڑے بھاری بشپ کو اپنی
قوم میں ایک عام وجاہت ہوتی ہے یہی وجاہت یا اس سے زیادہ اسکو حاصل
تھی اور وہ مقتدا اور پیشوا اور ساری قوم کا برگزیدہ تھا مگر تاہم یہ کسطرح ممکن نہیں تھا
کہ لوگ عمدہ اپنی خوبصورت لڑکیاں قدیم رسم کے مخالف اسکے نکاح میں لاتے
ہوں اور اسکا یہ شعر بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ صرف زنا کے طور پر یہ
ناجائز حرکتیں اُس سے صادر ہوتی تھیں تبھی تو شراب کباب کا سلسلہ بھی ساتھ
جاری تھا کیا کوئی قبول کر سکتا ہے کہ ایک تو بڈھا آدمی اور پھر لڑکی والوں کو
شہوت کا دُکھ اور پھر لڑکی پر لڑکی دینا مذہب کے مخالف رسم کے مخالف قومی
اتفاق کے مخالف اور پھر لوگ اندھے ہو کر میاں خطل کو اپنی خوبصورت
لڑکیاں دیتے جائیں اور وہ تین قسم شراب کے بھی ساتھ لے آویں جنہیں اس

تبدیلیاں پیدا کر چکا اور تربیت کو کمال تک پہنچا دیا اور اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۸ - خیال محال کو تو کوئی بھی قبول نہ کریگا - اصل بات تو وہی ہے جو ہم لکھ چکے جسکی نظیریں اب بھی یورپ میں نہ صدہا نہ ہزارہا بلکہ لاکھوں موجود ہیں یورپ کے سفر میں سمندر سے پار ہوتے ہی یہہ نظارہ جابجا نظر آجائیگا ماسوا اسکے اخطل کا صرف یہی شعر نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر دیوان اخطل میں ایک اور شعر ہے جو اسوقت ہم وہ بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور وہ یہہ ہے -

إنّ من يدخل الكنيسة يومًا
يلقَ فيها جآذرًا وظباءً

ترجمہ اس شعر کا یہہ ہے کہ اگر ہمارے گرجا میں کسی دن کوئی جائے تو بہت سے گوزن بچے اور ہرن اوسمیں پائیگا یعنے بہت سی خوبصورت اور جوان اور با جمال اور چست عورتونکو دیکھکر حظ اٹھائیگا گویا اسمیں میاں اخطل لوگوں کو رغبت دیتے ہیں کہ ضرور گرجا میں جانا چاہئے اور یہہ لطف اٹھانا چاہیئے اب اس شعر سے دو باتیں نکلتی ہیں اول یہ کہ اخطل نے اپنی قوم کیلیے کوئی گرجا بھی بنا رکھوا رکھا تھا جسمیں وہ ایک پادری کی حیثیت سے جایا کرتا تھا اور بظاہر انجیل اپنے ہاتھ میں رکھکر لوگوں کی لڑکیوں اور بہوؤں کو تاڑا کرتا تھا

نعمت کو ان پر پورا کر دیا اور یہی دو رکن ضروری ہیں جو ایک نبی میں

بقیہ حاشیہ ص ۴۳۹ - اور انہیں سے ناجایز تعلقات کر رکہے تھے دوسری یہ بات پیدا ہوتی ہے - کہ ان ناجایز تعلقات کو قوم کچھہ بھی بُرا نہیں مانتی تھی اور ایسے نظرباز کو گرجا سے نہیں نکالتی تھی اور پادری کے منصب سے علیحدہ نہیں کرتی تہی حالانکہ ان کو کم سے کم یہ تو خبر تھی کہ یہ شخص ناپاک دل ہے اور ناپاک حرکات کا دل میں قصد رکہتا ہے کیونکہ اسکے گندے شعر جو یارانہ اور آشنائی پر دلالت کرتے تہے قوم سے مخفی نہیں تھے پس اس سے بڑہ کر اسبات پر اور کیا دلیل ہوگی کہ وہ ساری قوم ہی فسق و فجور میں مبتلا تھی اور ان کے گرجے طوایف کے کوٹھیوں کیطرح تھے اور ان مرد و عورتوں کے جمع ہونے کے لئے جو بدوضع اور ناپاک خیالات تھے گرجوں سے بہتر اور کوئی مکان نہ تہا یعنے وہ گرجوں میں ہی اپنے نفسانی جذبات کے پورا کرنے کے لئے موقعہ پاتے تہے اور اخطل صرف اپنے ہی نفسانی جذبات میں مبتلا نہیں تہا بلکہ وہ عیسائیوں کی کسی عورت یا لڑکی کو بھی پاکدامن نہیں سمجھتا تہا چنانچہ اسکے دیوان اخطل میں جس کے ساتھہ عیسائی محققوں نے اسکی لائیف بھی شایع کی ہے اسکی سوانح میں یہ درج کیا ہے کہ وہ اسی عورتوں کے معاملہ میں ایک مرتبہ کنیسہ دمشق میں

کے آنے کی علت غائی ہوتے ہیں اب دیکھو یہ آیت کس

بقیہ حاشیہ ص ۴۴۰ - قید میں لایا گیا اور یہ الزام لگایا گیا - کہ وہ عیسائی عورتوں کی پاکدامنی کا قائل نہیں ہے چنانچہ ایک شریف اور معزز مسلمان کی فرمائش سے دمشق کے قسیس نے اسکو رہا کر دیا لیکن اخطل نے تا دم مرگ اپنی راے کو ہرگز تبدیل نہیں کیا چنانچہ عیسائی عورتوں کی نسبت اسکے اشعار ابتک زبان زد خلایق ہیں -
اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۳ میں اخطل کی لائف میں لکہا ہے کہ وہ اپنے اشعار میں شراب کی بہت تعریف کرتا تہا اور شراب کے فوائد وہ خوب جانتا اور تجربہ کار تہا پہر اسکی لایف میں صفحہ ۳۳۷ میں لکہا ہے کہ اخطل ایک پکا عیسائی تہا اور اپنے دین پر مضبوط چنبہ مارا ہوا تہا اور گرجا کے وصایا کو خوب یاد رکہا ہوا تہا اور صلیب کو اپنے سینہ پر ہر وقت لٹکائے رکہتا تہا اسی لئے اسکا نام لوگوں میں ذو الصلیب مشہور تہا پہر اسی صفحہ میں لکہا ہے - کہ ایک وقت سلطان عبد الملک بن مروان نے جن کے دربار میں یہ ملازم بہی تہا اسکو کہا کہ تو مسلمان ہو جا تو اس نے جواب دیا کہ اگر شراب پینا میرے لئے حلال کر دو اور رمضان کے روزے بہی مجہے معاف ہو جائیں تو میں مسلمان ہونے کے لئے تیار ہوں " دیکہو ایسے کہا تہا کہ یہ پکا عیسائی اور

زور شور سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ ص ۴۴۴ — ذو الصابیب اسکا نام ہے اور اب یہ بہی لکھہ دیا کہ یہ شخص ایک شراب کے پیالہ پر عیسائی مذہب کو فروخت کرنے کے لیئے تیار تہا۔ غرض اسکی لائف میں یہی لکھا ہے کہ یہہ ایک شرابخوار آدمی تہا اور اسبات کا اسکو اپنے شعروں میں خود اقرار ہے کہ یہہ بیگانہ عورتوں سے بالکل پرہیز نہیں کرسکتا تہا اور نیز یہ بھی اقرار ہے کہ اوس زمانہ کے عیسائی مردوں اور عورتوں کا عموماً چال چلن اچھا نہیں تہا اور ایک خفیہ بدکاری اون میں جاری تہی ہاں اسمیں ایک بڑی دلیری یہ تہی کہ یہ بڑی جرات کیساتھ عیسائیوں کے فسق و فجور کو ظاہر کرتا اور اون کے گرجاوں کو بدکاری کی جگہ بتلاتا تہا اور اپنی بدچلنی کو بہی نہیں چھپاتا تہا چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عبد الملک نے اوس سے دریافت کیا کہ تجھے شراب پینے سے کیا حاصل ہے تو اوس نے فی الفور یہ دو شعر پڑہ کر سنائے۔

اذا ما ندیمی علّنی ثم علّنی ثلٰث زجاجات لهن هدیرُ

جعلت اجر الذیل منّی کاننی علیک امیر المومنین امیرُ

یعنے جب میرے ساقی نے تین ایسی بوتلوں کی مجھے شراب پلائی جن کے

نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین اسلام

بقیہ حاشیہ ص ۴۴۲ شراب نکالنے کے وقت ایک خوش آواز تھی
تو میں مستی سے ایسا دامن کشاں چلنے لگا کہ گویا تیرے پر یا امیر المومنین
میں امیر ہوں۔ غرض چونکہ اکابر اسلام نے مسلمان ہونے کے لئے کبھی کبھی
پر جبر نہیں کیا اس لئے بجز تبلیغ کے اور کچھ بھی اسپر رنجش ظاہر نہ کیگئی اور
وہ مروانی ملوک کے دربار میں ہزار ہا روپیہ کا انعام پاتا رہا اور وہ ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی پیدا ہوا تھا اور ہر چہار خلیفہ رضی اللہ عنہم
کا اوس نے زمانہ پایا تھا اور بلاد شام میں رہتا تھا اور خوب بڈھا ہو کر فوت
ہوا اوس نے یہ نہایت عمدہ کام کیا کہ اپنے اشعار میں عیسائی چال چلن کا نقشہ
کھینچکر دکھلا دیا ہے اور نہایت صاف گواہی دیدی کہ اوس وقت کے عیسائی
لوگ نہایت مکروہ بدچلنیوں میں گرفتار تھے اور شرابخواری اور ہر قسم کی بدکاری
انپر غالب آگئی تھی اور چونکہ عیسائی مذہب کا اصل سیدھ اور منبع بلاد شام
ہی ہیں جن بلاد کا وہ متوطن تھا اور جن کا نقشہ کھینچکر اوس نے پیش کیا ہے۔
اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ کفارہ کا مسئلہ کسقدر جھوٹا اور نابکار
فریب ہے جسکا ابتدائے زمانہ میں ہی یہ اثر ثابت ہوا۔ کہ عیسائی لوگ ہر ایک
قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہوگئے اخطل کا زمانہ حضرت مسیح کے زمانہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۶ ۔ کچھ بہت دور نہیں تھا صرف چھ سو برس گذری ہیں مگر خلیل کی گواہی اور اسکے اپنے اقرار سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت کے عیسائی اپنی بدچلنیوں کے رو سے بت پرستوں سے بھی زیادہ گرے ہوئے تھے پس جبکہ تازہ تازہ زمانہ میں کفارہ نے یہ اثر کیا تو وہ لوگ سخت بیوقوف ہیں کہ اب انیسویں صدی میں اس آزمودہ کفارہ سے کوئی بہتری کی امید رکھتے ہیں اُس زمانہ کی عیسائیت کی چال چلن کے متعلق ایک وہ بھی قصیدہ ہے جو سبعہ معلقہ کے چوتھے معلقہ میں عمرو بن کلثوم تغلبی کی طرف سے درج ہے یہ بات کسی تاریخ دان پر پوشیدہ نہیں ۔ کہ بنی تغلب عیسائی تھے اور وہی تمام عرب میں سب سے بڑھ کر فسق و فجور اور ظلم اور زیادتی میں شمار کئے گئے تھے چنانچہ یہ قصیدہ بنی تغلب کی چال چلن پر پورا گواہ ہے کہ کیونکر وہ اول درجہ کے خونی اور جنگجو اور کینہ ور اور فاسق اور شراب خوار اور شہوات نفسانیہ کے پورا کرنے کے لئے بیجا خرچ کرنے والے تھے اور ہم اس جگہ صرف دو شعر تغلبی مذکور کے بطور نمونہ کے لکھتے ہیں اور یہ سبعہ معلقہ کے قصیدہ خامسہ میں موجود ہیں جسکا جی چاہے دیکھ لے اور وہ یہ ہیں ۔

"الا ھبی بصحنک فاصبحینا	ولا تبقی خمور الاندرینا"
"وکاس قد شربت ببعلبک	واخری فی دمشق وقاصرینا"

بقیہ حاشیہ ص ۴۴۴ - یعنی ای میری معشوقہ (یہ اسکی معشوقہ درحقیقت اسکی والدہ ہی تھی) شراب کا پیالہ لیکر اٹھ اور رقصبہ اندرین جسقدر شرابیں بنائی جاتی ہیں وہ سب مجھے پلا دے اور ایسا کر شراب کے ذخیروں میں کچھ بھی باقی نہ رہ جائے پھر کہتا ہے کہ میں نے مقام بعلبک میں بہت شراب پی ہے اور پھر اسیقدر پینے دمشق میں بھی پی - اور ایسا ہی مقام قاصرین میں بھی پیتا رہا - سچ ہے کہ عیسائیوں کو بجز شراب پینے کے اور کیا کام تھے یہی تو وہ دین کی جزو اعظم ہے جو عشاء ربانی میں بھی داخل ہے لیکن عجیب تر یہ ہے کہ یہ عیسائی اپنی حقیقی والدہ پر عاشق ہوگیا -

اور ناظرین کو معلوم رہے کہ اندرین بلاد شام میں ایک قصبہ کا نام ہے جسمیں حضرات عیسائی ہر قسم کی شراب بناتے تھے اور پھر ان شرابوں کو دور دور کے ملکوں میں لے جاتے تھے اور ان کے مذہب میں شراب پینا صرف جائز ہی نہیں تھا بلکہ ہندوؤں کی بام مارگی فرقہ کیطرح مذہب کی بھاری جز تھی جسکے بغیر کوئی عیسائی نہیں ہو سکتا تھا اس لئے قدیم سے عیسائیوں کو شراب کے ساتھ بہت کچھ تعلقات رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی انواع اقسام کے شرابوں کے موجد عیسائی لوگ ہی ہیں یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ عرب کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۵ - ملک میں بھی عیسائی لوگ ہی شراب لیگئے
اور ملک کو تباہ کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ بت پرستی کے خیال کو بھی عیسیٰ
پرستی کے خیال نے ہی قوت دی اور عیسائیوں کی ریس سے وہ
لوگ بھی مخلوق پرستی پر زیادہ جم گئے یاد رہے کہ عرب کے جنگلی
لوگ شراب کو جانتے بھی نہیں تھے کہ کس بلا کا نام ہے مگر جب
حضرات عیسائی وہاں پہونچے اور انہوں نے بعض نو مریدوں کو
بھی تحفہ دیا تب تو یہ خراب عادت دیکھا دیکھی عام طور پر پھیل گئی
اور نماز کے پانچ وقتوں کیطرح شراب کے پانچ وقت مقرر ہو گئے
یعنی جاشریہ جو صبح قبل طلوع آفتاب کی شراب ہے - صبوح جو
بعد طلوع کے شراب پی جاتی ہے - غبوق جو ظہر اور عصر کی شراب کا نام
ہے - قیل جو دوپہر کی شراب کا نام ہے - فحم جو رات کی شراب کا نام
ہے - اسلام نے ظہور فرما کر یہ تبدیلی کی جو ان پانچ وقتوں کے
شرابوں کی جگہ پانچ نمازیں مقرر کر دیں اور ہر ایک بدی کی
جگہ نیکی رکھدی اور مخلوق پرستی کی جگہ خدا تعالے کا نام سکھا
دیا - اس پاک تبدیلی سے انکار کرنا کسی سخت بدذات کا کام ہے
نہ کسی سعید انسان کا کیا کوئی مذہب ایسی بزرگ تبدیلی کا نمونہ
پیش کر سکتا ہے ہرگز نہیں اور اسوقت ہم عیسائیوں کے اقراری

تتمہ حاشیہ صفحہ ۴۴۶

اشعار میں سے اسی پر کفایت کرتے ہیں لیکن اگر کسی نے چون
چرا کیا تو کئی سو اسی طور کے شعر اُن کی نذر کیئے جاینگے
مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ اس موقعہ پر کوئی بھی نہیں بولیگا
کیونکہ ایسے ہزارہا اشعار جو جرایم و رزی کے اقرار پر مشتمل ہین
کیونکر چھپ سکتے ہیں۔

اب کوئی پادری ٹھاکر داس صاحب سے جنہوں نے عدم ضرورت قرآن
پر ناحق بیجا تعصب سے یاوہ گوئی کی ہے پوچھے کہ کیا اب بھی
ضرورت قرآن کے بارےمین آپکو اطلاع ہوئی یا نہیں یا کیا ہم نے ثابت
نہیں کر دیا کہ قرآن اُسوقت نازل ہوا کہ جب تمام عیسائی خدا ہیول
کی طرح گل سڑ گئے تھے اور اونکی صحبت سے دوسرے لوگ بھی تباہ
ہو گئے تھے حقیقی ضرورت اِسکا نام ہے یا وہ جو انجیل کے لئے
پیش کیجاتی ہے مسیح کی جان گئی اور عیسائی پہلے سے بھی بدتر
ہو گئے اگر ٹھاکر داس صاحب چاہیں تو ہم دس ہزار تک ایسے شعر
پیش کر سکتے ہیں جنمیں مخالفین نے اپنے جرایم و رزی کا اقرار
کیا ہے اب بھی بعض بعض جرایم ہیں عیسائی سب سے اول
نمبر پر ہیں اس ام الخبائث شراب کی نسبت ہی دیکھئے کہ صرف
ایک شہر لنڈن میں شراب کی اسقدر دوکانیں ہیں کہ حساب کیا

نتیجۂ تثلیث ۴۴

لیا ہے کہ اگر ان کو ایک لائن میں لگائیں تو دہ میل میں آئیں زانیہ عورتوں کی انگلستان میں اس قدر کثرت ہے کہ خاص لنڈن میں ایک لاکھ سے کچھ زیادہ ہونگی اور خفیہ طور پر پاکدامن لیڈیوں کی بہادری سے ولدالحرام پیدا ہوتے ہیں بعض نے حساب کیا ہے کہ دو فیصدی لنڈن میں قمار بازی کا وہ زور شور ہے کہ خدا کی پناہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے دلوں سے عظمت الٰہی بالکل اٹھ گئی ہے انسان کو خدا بنا چھوڑا ہے بدیونکو نیکی سمجھ لیا ہے سچ تو یہ ہے کہ مسیح کی خودکشی کے خیال نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اور جسقدر توریت کے احکام بدکاریوں سے بچنے کے متعلق اور نیک راہوں پر چلنے کے تھے کفارہ نے سب سے فراغت کردی اسلام سے اس قدر دشمنی ان لوگونکو ہے جسقدر شیطانکو دشمنی سچائی سے ہے کوئی انمیں سے غور نہیں کرتا کہ اسلام نے کونسی نئی بات پیش کی جو قابل اعتراض ہے موسیٰ نے کئی لاکھ بیگناہ بچے مار ڈالے کوئی عیسائی نہیں کہتا کہ برا کام کیا لیکن ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلعم نے انپر تلوار اوٹھائی جنہوں نے پہلے تلوار اوٹھائی اور اونکو مارا جو پہلے بہت سے مسلمانونکو مار چکے تھے مگر پھر بھی آپ نہیں بلکہ اوسوقت جبکہ اونہوں نے خود تعاقب کیا اور خود چڑھائی کی نہ بچوں کو مارا نہ بوڑہوں کو بلکہ جو مجرم ہو چکے تھے اونہیں کو سزا دی یہ سزا عیسائیونکو بہت بری معلوم ہوتی ہے جا بجا یہی سیاپا کرتے ہیں کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ مارے بغض کے ان کے دل سیاہ ہو گئے غضب کی بات ہے کہ عاجز انسان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۸ ۔ کہ خدا کہہ کر ان کا بدن نہیں کانپتا کچھ بھی بازپرس کے دن
کا انکو خوف نہیں آتا اگر حضرت مسیح ؑ ایک دن کیلئے زندہ ہو کر آ جائیں اور کہا جائے
کہ دیکھو یہ تمہارا خدا ہے ان سے ذرا استفسار تو کیجئے تو شرم میں غرق ہو جائیں کمبخت مخلوق
پرستوں نے عاجز بندہ کو مرنے کے بعد کیا کیا اُنکو بنا ڈالا حیا نہیں خدا تعالیٰ کا خوف نہیں یہ
بھی نہیں سوچتے کہ مسیح نے پہلے نبیوں سے بڑھ کر کیا دکھلایا خدائی کی مد میں کون سی
کام کئے کیا یہ کام خدائی کے تھے کہ ساری رات آنکھوں میں سے رو رو کر نکالی پھر
بھی دعا منظور نہ ہوئی ایلی ایلی کہتے جان دی باپ کو کچھ بھی رحم نہ آیا اکثر پیشگوئیاں پوری نہ
ہوئیں معجزات پر تالاب نے دھبہ لگایا فقیہوں نے پکڑا اور خوب پکڑا اور کچھ پیش
گئی انہیں کی تاویل میں کچھ عمدہ جواب بن نہ پڑا اور نہ پیشگوئی کو اپنے ظاہر الفاظ پر پوری
کرنے کیلئے ایلیا کو زندہ کر کے دکھلا سکا اور لما سبقتنی کہہ کر بصد حسرت
اس عالم کو چھوڑا ایسے خدا سے تو ہندوں کا خدا رامچندر ہی اچھا رہا جس نے جیتے جی
راون سے اپنا بدلہ لیا اور جیتے جی اسکو ہلاک کیا اور اُسکے شہر کو جلا دیا ۔
ہاں کفارہ کا ڈھکوسلہ پیچھے سے بنا لیا گیا مگر دیکھنا چاہئے کہ اس سے فائدہ کیا ہوا
عیسائیوں پر تو اور بھی گناہ کا بھوت سوار ہو گیا کونسی بدی ہے جس سے وہ رُک
گئے کونسی ناپاکی ہے جس میں وہ گرفتار نہ ہوئے افسوس کہ خودکشی یوں ہی
برتھا گئی ۔ منہ

کو تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا ہو
اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونے
کی ہے۔ جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی بلکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی صادق
نبی علیہ السلام نے بھی اس اعلے شان کے کمال کا
نمونہ نہیں دکھلایا۔ کہ ایک طرف کتاب
اللہ بھی آرام اور امن کے ساتھ پوری ہو جاوے
اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو اور با
ایں ہمہ کفر کو ہر یک پہلو سے شکست اور اسلام
کو ہر یک پہلو سے فتح ہو۔

حاشیہ خدا تعالے نے قرآن کریم میں صحابہ کو
مخاطب کیا کہ میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی
نعمت پوری کی اور آیت کو دوسطور سے نہ فرمایا کہ اسے نبی آج میں نے
قرآن کو کامل کر دیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ تا ظاہر ہو کہ صرف قرآن کی تکمیل نہیں
ہوئی بلکہ انکی بھی تکمیل ہو گئی جن کو قرآن پہنچایا گیا اور رسالت کی علت غائی
کمال تک پہنچ گئی منہ

اور پھر دوسری جگہ فرمایا کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا یعنے جبکہ آنے والی مدد اور فتح آگئی جسکا وعدہ دیا گیا تھا اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں پس خدا کی حمد اور تسبیح کر یعنے یہ کہہ کہ یہ ہوا وہ مجھ سے نہیں بلکہ اوس کے فضل اور کرم کی تائید سے ہے*

*حاشیہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے دل میں نہایت درجہ کا یہ جوش تھا کہ میں اپنی زندگی میں اسلام کا زمین پر پھیلنا دیکھوں اور یہ بات بہت ہی ناگوار تھی کہ حق کو زمین پر قائم کرنے سے پہلے سفر آخرت پیش آوے سو خدا تعالیٰ اس آیت میں آنحضرت صلعم کو خوشخبری دیتا ہے کہ دیکھ میں نے تیری مراد پوری کر دی اور یہ جوش اس مراد کا ہر ایک نبی کو دیا گیا تھا مگر چونکہ اس درجہ کا جوش نہیں تھا اسلئے نہ مسیح کو اور نہ موسیٰ کو یہ خوشخبری ملی بلکہ آنحضرت صلعم ہی کے حق میں قرآن میں فرمایا لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یعنی کیا تو اس غم سے ہلاک ہو جائیگا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے ۔ منہ

اور الوداعی استغفار کر کیونکہ وہ رحمت کے ساتھ بہت
ہی رجوع کرنیوالا ہے استغفار کی تعلیم جو نبیوں کو
دیجاتی ہے اسکو عام لوگوں کے گناہ میں داخل
کرنا عین حماقت ہے۔ بلکہ دوسری لفظوں میں یہ لفظ
اپنی نیستی اور تذلل اور کمزوری کا اقرار اور مدد طلب
کرنیکا متواضعانہ طریق ہے چونکہ اس سورۃ میں فرمایا گیا
ہے کہ جس کام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لائے تھے وہ پورا ہو گیا یعنی یہ کہ ہزارہا لوگوں
نے دین اسلام قبول کر لیا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کی طرف بھی اشارہ ہے چنانچہ اسکے بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک برس کے اندر فوت
ہو گئے۔ پس ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اس آیت کے نزول سے جیسا کہ خوش ہوئے تھے
غمگین بھی ہوں کیونکہ باغ تو لگایا گیا مگر ہمیشہ کی آبپاشی
کا کیا انتظام ہوا سو خدا تعالیٰ نے اسی غم کے دور کرنے
کے لئے استغفار کا حکم دیا کیونکہ لغت میں ایسے ڈھانکنے
کو کہتے ہیں جس سے انسان آفات سے محفوظ رہے

اسی وجہ سے مغفر جو خود کے معنی رکھتا ہے اسی میں سے نکالا گیا ہے اور مغفرت مانگنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جس بلا کا خوف ہے یا جس گنہ کا اندیشہ ہے خدا تعالیٰ اس بلا یا اُس گنہ کو ظاہر ہونے سے روک دے اور ڈھانکے رکھے سو اس استغفار کے ضمن میں یہ وعدہ دیا گیا کہ اس دین کے لئے غم مت کھا خدا تعالیٰ اسکو ضایع نہیں کریگا اور ہمیشہ رحمت کے ساتھ اسکی طرف رجوع کرتا رہیگا اور اون بلاؤں کو رد کردے گا جو کسی ضعف کیوقت عاید حال ہو سکتی ہیں۔

اکثر نادان عیسائی مغفرت کی سچی حقیقت نہ دریافت کرنیکی وجہ سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ جو شخص مغفرت مانگے وہ فاسق اور گنہگار ہوتا ہے۔ مگر مغفرت کے معنے پر خوب غور کرنے کے بعد صاف طور پر سمجھ میں آجاتا ہے کہ فاسق اور بدکار وہی ہے جو خدا تعالیٰ سے مغفرت نہیں مانگتا کیونکہ جب کہ ہر ایک سچی پاکیزگی اوسی کی طرف سے ملتی ہے اور وہی نفسانی جذبات کے طوفانوں سے محفوظ اور معصوم رکھتا ہے تو کیونکر خدا تعالیٰ

کے راستباز بندوں کا ہر یک طرفتہ العین میں یہی
کام ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس حافظ اور عاصم
حقیقی سے مغفرت مانگا کریں اگر ہم جسمانی عالم
میں مغفرت کا کوئی نمونہ تلاش کریں تو ہمیں اس
سے بڑھ کر اور کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ کہ
مغفرت اس مضبوط اور ناقابل بند کی طرح ہے
جو ایک طوفان اور سیلاب کے روکنے کے لئے بنایا
جاتا ہے پس چونکہ تمام زور تمام طاقتیں خدا تعالےٰ
کے مسلم ہیں اور انسان جیسا کہ جسم کے رو سے
کمزور ہے روح کے رو سے بھی ناتوان ہے۔ اور
اپنے شجرہ پیدایش کے لئے ہر یک وقت اُس لازوال
ہستی سے آبپاشی چاہتا ہے جس کے فیض کے بغیر
یہ جی ہی نہیں سکتا اس لئے استغفار مذکورہ معانی
کے رو سے۔ اسکے لازم حال پڑا ہے اور جیسا کہ چاروں
طرف درخت اپنی ٹہنیاں چھوڑتا ہے گویا اردگرد
کے چشمہ کیطرف اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے۔ کہ اے
چشمہ میری مدد کر اور میری سرسبزی میں کمی نہونے

ہے اور میرے پھلوں کا وقت ضایع ہونے سے بچا
یہی حال راستبازوں کا ہے۔ روحانی سرسبزی
کے محفوظ اور سلامت رہنے کے ۔ رہنے کے لئے
یا اس سرسبزی کی ترقیات کی غرض سے حقیقی زندگی
کے چشمہ سے سلامتی کا پانی مانگنا بھی وہ امر ہے جسکو
قرآن کریم دوسرے لفظوں میں استغفار کے نام سے
موسوم کرتا ہے۔ قرآن کو سوچو اور غور سے پڑھو۔
استغفار کی اعلیٰ حقیقت پاؤگے اور ہم ابھی بیان
کر چکے ہیں کہ مغفرت لغت کے رو سے ایسے ڈھانکنے
کو کہتے ہیں جس سے کسی آفت سے بچنا مقصود ہو مثلاً
پانی درختوں کے حق میں ایک مغفرت کرنیوالا عنصر ہے
یعنی ان کے عیبوں کو ڈھانکتا ہے۔ یہ بات سوچ لو کہ
اگر کسی باغ کو برس دو برس بالکل پانی نہ ملے تو اس
اسکی کیا شکل نکل آئیگی کیا یہ سچ نہیں کہ اسکی خوبصورتی
بالکل دور ہو جائیگی۔ اور سرسبزی اور خوشنمائی کا نام
ونشان نہیں رہیگا۔ اور وہ وقت پر کبھی پھل نہیں لائے
گا۔ اور اندر ہی اندر جل جائیگا۔ اور پھول بھی نہیں

آجائیں گے۔ بلکہ اوسی کے سرسبز اور نرم لہلہاتے
ہوئے پتے چندروز میں ہی خشک ہو کر گرجائیں
گے اور خشکی غالب ہو کر مجذوم کیطرح آہستہ آہستہ
اُسکے تمام اعضا گرنے شروع ہو جائیں گے یہ تمام
بلائیں کیوں اوس پر نازل ہوں گی تب اس وجہ سے
کہ وہ پانی جو اسکی زندگی کا مدار تھا اوسنے اوس کو
سیراب نہیں کیا اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہٗ
فرماتا ہے

کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ

یعنے پاک کلمہ پاک درخت کی مانند ہے پس جیسا کہ
کوئی عمدہ اور شریف درخت بغیر پانی کے نشو و نما
نہیں کرسکتا اسی طرح راستباز انسان کے کلمات
طیبہ جو اسکے منہ سے نکلتے ہیں اپنی پوری سرسبزی
دکھلا نہیں سکتے اور نہ نشو و نما کرسکتے ہیں جب تک
وہ پاک چشمہ اون کی جڑھوں کو استغفار کے نالے
میں ہو کر تر نہ کرے سو انسان کی روحانی زندگی

استغفار سے ہے جس کے نالے میں ہو کر حقیقی
چشمہ انسانیت کی جڑھوں تک پہنچتا ہے اور خشک
ہونے اور مرنے سے بچا لیتا ہے جس **مذہب**
میں اس **فلسفہ** کا ذکر نہیں وہ مذہب خدا
تعالےٰ کیطرف سے ہرگز نہیں اور جس شخص نے نبی
یا رسول یا راستباز یا پاک فطرت کہلا کر اس چشمہ
سے منہ پھیرا ہے وہ ہرگز خدا تعالیٰ کیطرف سے نہیں
اور ایسا آدمی خدا تعالےٰ سے نہیں بلکہ شیطان سے
نکلا ہے کیونکہ **شیط** مرنے کو کہتے ہیں پس جس نے
اپنے روحانی باغ کو سرسبز کرنے کے لئے اس
حقیقی چشمہ کو اپنی طرف کھینچنا نہیں چاہا۔ اور
استغفار کے نالے کو اس چشمہ سے لبالب نہیں
کیا وہ شیطان ہے یعنے مرنے والا ہے کیونکہ ممکن نہیں
کہ کوئی سرسبز درخت بغیر پانی کے زندہ رہ سکے ہر ایک
متکبر جو اس زندگی کے چشمہ سے اپنے روحانی
درخت کو سرسبز کرنا نہیں چاہتا وہ شیطان ہے اور
شیطان کی طرح ہلاک ہوگا۔ کوئی راستباز نبی

دنیا میں نہیں آیا جس نے استغفار کی حقیقت سے منہ پھیرا اور اس حقیقی چشمہ سے سرسبز ہونا نہ چاہا ہاں سب سے زیادہ اس سرسبزی کو ہمارے سید و مولا ختم المرسلین فخر الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا اس لئے خدا نے اوسکو اسکی تمام ہم منصبوں سے زیادہ سرسبز اور معطر کیا۔

پھر ہم اپنے پہلے مقصد کیطرف عود کر کے لکھتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت پر اس دلیل سے نہایت اعلیٰ واجلیٰ ثبوت پیدا ہوتا ہے۔ کہ آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے وقت میں دنیا میں بھیجے گئے کہ جب دنیا زبان حال سے ایک عظیم الشان مصلح کو مانگ رہی تھی اور پھر نہ مرے اور نہ مارے گئے جب تک کہ راستی کو زمین پر قایم نہ کر دیا ✝

حاشیہ — اس جگہ بظاہر ایک اعتراض ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک بت پرست یہ کہے کہ گو ہم قبول کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت

جب نبوت کے ساتھ ظہور فرمایا ہے تو آپ نے
اپنی ضرورت دنیا پر ثابت کر دی

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے بت پرستی کا استیصال ہوا لیکن ہم
یہ قبول نہیں کرتے کہ بت پرستی درحقیقت بُری تھی بلکہ ہم کہتے
ہیں کہ یہی راہ راست تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے روکدیا پس اس سے لازم آیا کہ آپ نے دنیا کی اصلاح
نہ کی بلکہ صلاحیت کی راہ کو معدوم کر دیا ایسا ہی اگر ایک مجوسی
کہے کہ یہ تو میں مانتا ہوں کہ درحقیقت آنحضرت نے آتش پرستی
کی رسم کو نابود کر دیا اور آفتاب پرستی کا بھی نام و نشان
کھو دیا۔ مگر میں یہ بات نہیں مانوں گا کہ یہ کام اچھا کیا بلکہ وہ
سچی راہ تھی جسکو مٹا دیا۔ ایسا ہی اگر ایک عیسائی کہے کہ
گو مانتا ہوں کہ آنحضرت نے عرب سے عیسائی عقیدہ کی بنیاد
اکھیڑ دی مگر میں اس بات کو اصلاح کی مد میں داخل نہیں کر سکتا
کہ جو عیسیٰ اور اسکی والدہ کی پرستش سے منع کیا گیا اور صلیبوں
اور تصویروں کو توڑ دیا گیا یہ کام خیر تھا بلکہ وہی راہ اچھی تھی
جسکی مخالفت کی گئی اسی طرح اگر قمار باز اور شراب خوار اور

اور ہر یک قوم کو اون کے شرک اور ناراستی اور مفسدانہ حرکات پر ملزم کیا جیسا کہ قرآن کریم اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۹

زانی اور لڑکیوں کے قتل کرنیوالے اور بخیل یا بیجا خرچ کرنے والے اور طرح طرح کے ظلموں اور خیانتوں کو پسند کرنیوالے

اور چور اور اچکے اور دھاڑوی اپنے اپنے دلایل پیش کریں اور کہیں کہ اگرچہ ہم قبول کرتے اور مانتے ہیں کہ اسلام میں ہمارے فرقوں کا بہت ہی عمدہ تدارک کیا گیا ہے اور ہزارہا چوروں کو سخت سخت سزائیں دیکر اکثر زمین کے حصہ سے ان کا شور وشر مٹا دیا لیکن ہماری دانست میں اون پر ناحق ظلم کیا گیا وہ جان مار کر چوری کرتے اور خود خطرہ میں پڑکر ڈاکہ مارتے تھے پس ان کا مال ان قدر محنت کے بعد حلال کیے ہی حکم تھا ناحق اون کو ستایا گیا اور ایک پرانی رسم جو عبادت میں داخل تھی مٹا دی سو ان سب فرقوں کا جواب یہ ہے کہ یوں تو کوئی شخص بھی ان فرقوں میں سے اپنے منہ سے اپنے تئیں قصوروار نہیں ٹھہرائے گا لیکن بعض اون کے بعض پر گواہ ہیں مثلاً ایک شخص رامچند اور کرشن جی کا پوجا کرنیوالا اور اون کو خدا ٹھہرانے والا اسباب سے تو کبھی باز نہیں آئیگا کہ وہ رامچند اور کرشن

سے بھرا ہوا ہے مثلاً اسی آیت کو سوچ کر دیکھو جو
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ
عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۔

تو انسان متنقص قرار دے بلکہ بار بار اسی بات پر زور
دے گا کہ ان دونو بزرگوں میں پرم آتما کی جوت تھی اور
وہ باوجود انسان ہونے کے خدا بھی تھے اور اپنے اندر ایک
جہت مخلوقیت کی رکھتے تھے اور ایک جہت خالقیت کی
اور مخلوقیت اون کی حادث تھی اور ایسا ہی مخلوقیت کے
عوارض بھی یعنے مرنا اور دکھ اٹھانا یا کھانا پینا سب حادث تھا
مگر خالقیت ان کی قدیم ہے اور خالقیت کی صفات بھی
قدیم **لیکن** اگر ان کو کہا جائے کہ اسے بھلے مانسو
اگر یہی بات ہے تو ابن مریم کی خدائی کو بھی مان لو
اور بیچارے عیسائی جو ناحق دن یہی سیاپا کر رہے ہیں
ان کی بھی تو کچھ خاطر رکھو کہ چوں آب از سر گذشت
چہ نیزہ چہ بالشت تب وہ حضرت مسیح کی اس قدر بدتہذیبی
سے تکذیب کرتے ہیں کہ خدائی تو بھلا کون مانے اس
غریب کو نبوت سے بھی جواب دیتے ہیں بلکہ بسا اوقات

حاشیہ: مطالبہ ... خدا

چکی تھیں اور مخالف قوموں نے اس دعوی کو نہ صرف اپنی خاموشی سے بلکہ اپنے اقراروں سے مان لیا ہے پس اس سے بداہت نتیجہ نکلا کہ آنحضرت

کچھ خاص نہیں ہر ایک نبی اور راستباز پر بولا گیا ہے۔ بلکہ **یعقوب بخت زادہ** کہلا یا ہے مگر بدقسمت انسان جب کسی پیچ میں پھنس جاتا ہے تو پھر اس سے نکل نہیں سکتا۔ پھر عجیب تر یہ کہ جو کچھ مسیح کی خدائی کے لئے قواعد بیان کئے گئے ہیں کہ وہ خدا بھی ہے انسان بھی یہ تمام قواعد کرشن اور رامچندر کے لئے ہندوؤں کی کتابوں میں پہلے سے موجود ہیں اور اس نئی تعلیم سے ایسے مطابق پڑے ہیں کہ ہم بجز اسکے اور کوئی بھی رائے اظہار نہیں کر سکتے کہ یہ تمام ہندوؤں کے عقیدوں کی نقل کی گئی ہے ہندوؤں میں ترے مورتی کا بھی عقیدہ تھا جس سے برہما بشن مہادیو کا مجموعہ مراد ہے سو **تثلیث** ایسے عقیدے کا عکس کھینچا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ جو کچھ مسیح کے خدا بنانے کے لئے اور عقلی اعتراضوں سے

[illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت ایسے وقت میں آئے تھے جو وقت میں ایک سچے اور کامل نبی کو آنا چاہیئے پھر جب ہم دوسرا پہلو دیکھتے ہیں کہ آنجناب صلعم کس وقت

بچنے کے لئے **عیسائی** لوگ جوڑ توڑ کر رہے تھے اور مسیح کی انسانیت کو خدائی کے ساتھ ایسے طور سے پیوند دے رہے تھے جس سے اون کی غرض یہ ہے کہ کسی طرح عقلی اعتراضوں سے بچ جائیں اور پھر بھی وہ کسی طرح بچ نہیں سکتے اور آخر سر الٰہی میں داخل کرکے پیچھا چھوڑاتے ہیں بعینہ یہی نقشہ ان ہندوؤں کا ہے جو رام چندر اور کرشن کو ایشر قرار دیتے ہیں یعنے وہ بھی بعینہ وہی باتیں سناتے ہیں جو عیسائی سنایا کرتے ہیں اور جب ہر یک پہلو سے عاجز آجاتے ہیں تب کہتے ہیں کہ یہ ایک ایشر کا بھید ہے اور انہیں پر کہنا ہے جو لوگ کہاتے اور دنیا کو تیاگتے اور تپشیا کرتے ہیں لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ بھید تو اوسی وقت کھل گیا کہ جبکہ ان جھوٹے خداؤں نے اپنی خدائی کا کوئی ایسا نمونہ نہ دکھلایا ہو جو انسان سے نہ دکھلایا ہو۔

[illegible]

واپس بلائے گئے تو قرآن صاف اور صریح طور پر ہمیں خبر دیتا ہے کہ ایسے وقت میں بلانے کا حکم ہوا کہ جب اپنا کام پورا کر چکے تھے یعنے اُس وقت کے بعد بلائے گئے جبکہ یہ

سچ ہے کہ گرنتھوں میں یہ قصے بھرے پڑے ہیں کہ اُن اوتاروں نے بڑی بڑی شکتی کے کام کئے ہیں مُردے جلائے - اور پہاڑوں کو سر پر اُٹھا لیا لیکن اگر ہم ان کہانیوں کو سچ مان لیں تو یہ لوگ خود قائل ہیں کہ بعض ایسے لوگوں نے بھی کرشمے دکھلائے جنہوں نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا مثلاً ذرا سوچ کر دیکھ لو کہ کیا مسیح کے کام موسیٰؑ کے کاموں سے بڑھکر تھے بلکہ مسیح کے نشانوں کو تو تالاب کے قصہ نے خاک میں ملا دیا۔ کیا آپ لوگ معجزہ نما تالاب سے واقف نہیں جو اُسی زمانہ میں تھا اور کیا اسرائیل میں ایسے نبی نہیں گذرے جن کے بدن کے چھونے سے مُردے زندہ ہوگئے پھر خدائی کی شیخی مارنے کے لئے کونسی وجوہات ہیں جائے شرم

اور اگرچہ ہندوؤں نے اپنے اوتاروں کی نسبت شکتی کے کام بہت لکھے ہیں اور خواہ نخواہ اُن کو پرمیشر ثابت کرنا

یوحنا ب ۵ ۲ ۴

آیت نازل ہوچکی کہ مسلمانوں کے لئے تعلیم کا مجموعہ کامل
ہوگیا اور جو کچھہ ضروریات دین مین نازل ہونا تہا وہ سب
نازل ہوچکا اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی خبر دی گئی کہ خدا تعالے

چاہاہے مگر وہ قصے بھی عیسائیوں کے بیہودہ قصوں سے
کچھہ کم نہیں ہیں اور اگر فرض بھی کرلیں کہ کچھہ اون میں سے
صحیح بھی ہے تب بہی عاجز انسان جو ضعف اور ناتوانی کا خمیر
رکہتا ہے پرستش نہیں ہوسکتا اور احیا حقیقی تو خود باطل ہے
اور الہی کتابوں کے مخالف ہاں اعجازی احیا جسمین دنیا
کیطرف رجوع کرنا اور دنیامیں پہر آباد ہونا نہیں ہوتا
ممکن تو ہے مگر خدائی کی دلیل نہیں کیونکہ اسکے مدعی عام ہیں
مردوں سے باتیں کرادینے والے بہت گذرے ہیں
مگر یہہ طریق کشف قبور کی قسم میں سے ہے ہاں ہندوؤں
کو عیسائیوں پر ایک فضیلت بیشک ہے اُسکے بلاشبہ ہم
قایل ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ بندوں کو خدا بنانے میں عیسائیوں
کے پیشرو ہیں اُنہیں کے ایجاد کی عیسائیوں نے بھی پیروی
کی۔ ہم کسیطرح اسبات کو چھپا نہیں سکتے۔ کہ جو کچھہ عیسائیوں

کی تائیدیں بھی کمال کو پہنچ گئیں اور جوق در جوق لوگ دین اسلام میں داخل ہو گئے اور یہ آیتیں بھی نازل ہو گئیں کہ خدا تعالیٰ نے ایمان اور تقویٰ کو اون کے دلوں میں لکھدیا

نے عقلی اعتراضوں سے بچنے کے لئے باتیں بنائی ہیں یہ باتیں انہوں نے اپنے دماغ سے نہیں نکالیں بلکہ شاستروں اور گرنتھوں میں سے چرائی ہیں یہ تمام تودہ طوفان پہلے ہی سے برہمنوں نے کرشن اور رامچندر کے لئے بنا رکھا تھا۔ جو عیسائیوں کے کام آیا پس یہ خیال بدیہی البطلان ہے کہ شاید ہندوؤں نے عیسائیوں کی کتابوں میں سے چرایا ہے کیونکہ اون کی یہ تحریریں اُسوقت کی ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ کا وجود بھی دنیا میں نہیں تھا پس ناچار ماننا پڑا کہ چور عیسائی ہی ہیں چنانچہ پونٹ صاحب بھی اسبات کے قائل ہیں کہ تثلیث افلاطون کے لئے ایک غلط خیال کی پیروی کا نتیجہ ہے مگر اصل یہ ہے کہ یونان اور ہند اپنے خیالات میں مرایا متقابلہ کی طرح تھے قرین قیاس یہ ہے کہ یہ شرک کے افکار پہلے ہند سے وید و دیا کی صورت میں یونان

اور فسق اور فجور سے انہیں بیزار کر دیا
اور پاک اور نیک اخلاق سے وہ متصف ہو
گئے اور ایک بہاری تبدیلی اون کے اخلاق

میں گئے پھر وہاں سے نادان عیسائیوں نے چورا
چورا کر انجیل پر حاشیے چڑہائے اور اپنا نامہ اعمال
درست کیا ۔

اب ہم اصل معنوں کی طرف توجہ کر کے لکھتے ہیں کہ
جب کہ ان تمام فرقوں میں سے ایک فرقہ دوسرے فرقہ
کا مکذب ہے تو اسمیں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک اون
میں سے اپنی راے میں دنیا کی اصلاح اسبات میں
دیکھتا ہے کہ اوس کے مخالف فرقہ کا اعتقاد نابود ہو
اور اسبات کا قایل ہے کہ اوس کے مخالف کا عقیدہ
نہایت خراب اور غیر صحیح ہے پس جبکہ ہر ایک فرقہ
اپنے مخالف پر نظر ڈالکر اس خرابی کو مان رہا ہے تو
اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
میں ہر ایک فرقہ کو بالضرورت اقرار کرنا پڑا ہے کہ

اور چلن اور روح میں واقع ہو گئی تب ان تمام باتوں کے بعد سورۃ النصر نازل ہوئی جسکا ماحصل یہی ہے کہ نبوت کے تمام اغراض پورے ہو گئے

درحقیقت آپ کے ہاتھ سے دنیا کی عام اصلاح ظہور میں آئی اور آپ درحقیقت مصلح اعظم تھے ماسوا اسکے ہر ایک فرقہ کے محقق اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ درحقیقت اون کے مذہب کے لوگ اس زمانہ میں سخت بدچلن اور بدراہیوں ہو گئے تھے چنانچہ اس زمانہ کی بد چلنی اور خراب حالت کے بارے میں پادری فنڈل میزان الحق میں اور محقق پوٹ اپنی کتاب میں اور پادری جیمس کیمرن لیس اپنے لکچر مطبوعہ ۱۸۸۲ء میں اسی بات کے قایل ہیں ماسوا اس کے حقیقی نیکی اور راہ راست کو پہچاننے والے جانتے ہیں کہ یہہ تمام فرقے ایک تاریکی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں اور اون خداون میں سے کوئی بھی واقعی اور سچا خدا نہیں جن لوگوں کو ان نادانوں نے خدا سمجھ رکھا ہے٭ کیونکہ واقعی طور پر

حاشیہ: ۱۸۸۲ء

٭ نوٹ۔ یہ اقرار پنڈت دیانند نے بھی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں کیا ہے اور پنڈت جی قایل ہیں کہ آریہ ورت اس زمانہ میں مورتی پوجن میں غرق تھا۔ منہ

اور اسلام دلوں پر فتحیاب ہوگیا تب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے عام طور پر اعلان دیدیا کہ یہ سورت میری
وفات کی طرف اشارہ کرتی ہے بلکہ اس کے بعد حج کیا

خدا ہونیکی یہ نشانی تہی کہ اوس کی عظمت اورجلال اسکی
واقعات زندگی سے ایسی طور سے ظاہر ہوتی ہو جیسا کہ
آسمان اور زمین ایک سچے اورجلیل خدا کی عظمت ظاہر
کررہاہے مگر ان عاجز اور مصیبت زدہ خداؤں میں یہ
نشانی قطعاً مفقود ہے کیا عقل سلیم اس بات کو قبول کر
لے گی کہ ایک مرنیوالا اورخودکش ورکسی پہلو سے خدا ہی ہو
حاشا وکلا ہرگز نہیں بلکہ سچا خدا وہی خدا ہے جسکی غیر متبدل
صفات قدیم سے آئینہ عالم میں نظر آرہی ہیں اورجسکو
ان باتوں کی حاجت نہیں کہ کوئی اوسکا بیٹا ہو اورخودکشی
کرے تب لوگوں کو اوس سے نجات ملے بلکہ نجات کا سچا
طریق قدیم سے ایک ہی ہے جو حدوث اور بناوٹ سے
پاک ہے جسپر چلنے والے حقیقی نجات کو اوراوس کے
ثمرات کو اسی دنیا میں پالیتے ہیں اوراوس کے سچے

اور اس کا نام حجۃ الوداع رکھا اور ہزارہا لوگوں کی حاضری میں ایک اونٹنی پر سوار ہو کر ایک لمبی تقریر کی اور کہا کہ سنو! اے خدا کے بندو! آج کے بعد میرے

نمونے اپنے اندر دیکھتے ہیں یعنی وہ سچا طریق یہی ہے کہ الٰہی منادی کو قبول کر کے اُسکے نقش قدم پر ایسا چلیں کہ اپنی نفسانی ہستی سے مرجائیں اور اسی طرح اپنے لئے آپ فدیہ دیں اور یہی طریق ہے جو خدا تعالےٰ نے ابتدا سے حق کے طالبوں کی فطرت میں رکھا ہے اور قدیم سے ہے اور جب سے کہ انسان بنایا گیا ہے اس روحانی قربانی کا سامان اوسکو عطا کر دیا گیا ہے اور اوسکی فطرت اس سامان کو اپنے ساتھ لائی ہے اور اسی پر متنبہ کرنیکے لئے ظاہری قربانیاں بھی رکھی گئیں یہ وہ واقعی حقیقت ہے جسکو کوتہ اندیش اور بدقسمت ہندوؤں اور عیسائیوں نے نہیں سمجھا اور روحانی حقیقتوں پر غور نہیں کی اور نہایت بد اور مکروہ اور تاریک خیالات میں پڑ گئے جیسے کبھی کسی چیز پر

تتمہ ص ۱۲۸

رب کی طرف سے یہ حکم ملے تھے کہ تا میں یہ سب احکام تمہیں
پہنچا دوں پس کیا تم گواہی دے سکتے ہو کہ یہ سب
باتیں میں نے تمہیں پہنچا دیں ۔ تب ساری قوم نے

ایسا تعجب نہیں کیا جیسا کہ اُن لوگوں کی حالت پر تعجب
کرتا ہوں کہ جو کامل اور زندہ اور حی قیوم خدا کو
چھوڑ کر ایسے بیہودہ خیالات کے پیرو ہیں اور اُن
پر ناز کرتے ہیں

پھر ہم اصل مطلب کی طرف عود کر کے کہتے ہیں
کہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ہمارے سید و مولےٰ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نہایت وسیع
اور عام اور مسلم الطوائف ہے اور یہ مرتبہ اصلاح کا
کسی گذشتہ نبی کو نصیب نہیں ہوا اور اگر کوئی عرب
کی تاریخ کو آگے رکھ کر سوچے تو اُسے معلوم ہوگا کہ
اسوقت کے بُت پرست اور عیسائی اور یہودی کیسے
متعصب تھے اور کیونکر ان کی اصلاح کو صدہا سال سے
نومیدی ہو چکی تھی پھر نظر اٹھا کر دیکھے کہ قرآنی تعلیم نے

باوا نانک نے تصدیق کی کہ ہم تک یہ سب پیغام پہونچائے گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے خدا ان باتوں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۴

جو ان کے بالکل مخالف تھیں کیسی نمایاں تاثیریں دکھلائیں اور کیسی ہر یک بداعتقاد اور ہر یک بدکاری کا استیصال کیا شراب کو جو ام الخبائث ہے دور کیا قمار بازی کی رسم کو موقوف کیا دختر کشی کا استیصال کیا اور جو انسانی رحم اور عدل اور پاکیزگی کے برخلاف عادات تھیں سب کی اصلاح کی ہاں مجرموں نے اپنے جرموں کی سزائیں بھی پائیں جن کے پانے کے وہ سزاوار تھے پس اصلاح کا امر ایسا نہیں ہے جس سے کوئی انکار کر سکے اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ اس زمانہ کے بعض حق پوش پادریوں نے جب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے اس قدر عام اصلاح ہوئی کہ اسکو کسی طرح چھپا نہیں سکتے اور اس کے مقابل پر جو مسیح نے اپنے وقت میں اصلاح کی وہ ہیچ ہے تو ان پادریوں کو فکر

کا گواہ رہ اور پھر فرمایا کہ یہ تمام تبلیغ اس لئے مکرر کی
گئی کہ شاید آئندہ سال میں تمہارے ساتھ نہیں
ہوں گا اور پھر دوسری مرتبہ تم مجھے اس جگہ نہیں پاؤ گے

پڑی کہ گمراہوں کو رو باصلاح کرنا اور بدکاروں کو نیکی کے
رنگ میں لانا جو اصل بت شکنی کی ہے وہ جیسا کہ
اکمل اور اتم طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور
میں کوئی بھی اسکی نسبت نہیں پائی جاتی تو انہوں
نے اپنے دجالی فریبوں کے ساتھ آفتاب پر خاک ڈالنا
چاہا تو ناچار جیسا کہ پادری جیمس کیمرن لیس نے اپنے
لکچر میں شایع کیا ہے جاہلوں کو اس طرح پر دھوکا دیا
کہ وہ لوگ پہلے سے صلاحیت پذیر ہونے کے مستعد تھے
اور بت پرستی اور شرک ان کی نگاہوں میں حقیر
ٹھہر چکا تھا لیکن اگر ایسی راے ظاہر کرنے والے اپنے اس
خیال میں سچے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ اپنے اس خیال
کی تائید میں ویسا ہی ثبوت دیں جیسا کہ قرآن کریم اسکے
مخالف ثبوت دیتا ہے یعنے فرماتا ہے کہ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ

تب مدینہ میں جاکر دوسرے سال میں
فوت ہو گئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ
درحقیقت یہ تمام اشارات قرآن سے ہی مستنبط

یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا اور ان سب کو مُردے
قرار دیکر اون کا زندہ کیا جانا محض اپنی طرف منسوب
کرتا ہے اور صاف کہتا ہے کہ وہ ضلالت کے زنجیروں میں
پھنسے ہوئے تھے ہم نے ہی ان کو رہائی دی وہ اندھے
تھے ہم نے ہی ان کو سوجاکھا کیا وہ تاریکی میں تھے ہم نے
ہی نور بخشا اور یہ باتیں پوشیدہ نہیں کہیں بلکہ قرآن
ان سب کے کانوں تک پہنچا اور انہوں نے ان بیانات
کا انکار نہ کیا اور کبھی یہ ظاہر نہ کیا کہ ہم تو پہلے ہی سے
مستعد تھے قرآن کا ہم پر کچھ احسان نہیں پس اگر ہمارے
مخالفوں کے پاس کوئی مخالفانہ تحریر اپنے بیان کی تائید
میں ایسی ہو جو قرآن کریم کے ہم پہلو تیرہ سو برس سے
چلی آتی ہو تو وہ پیش کریں ورنہ ایسی باتیں صرف
عیسائی سرشت کا افترا ہے اس سے زیادہ نہیں یہ تو

سرمہ چشم آریہ ۱۸۸۶

ہوتے ہیں جسکی تصدیق اسلام کی متفق علیہ تاریخ سے
بہ تفصیل تمام ہوتی ہے۔
اب کیا دنیا میں کوئی عیسائی یا یہودی یا آریہ اپنے

جیمس کا قول ہے کہ جو کتاب مذاہب عالم میں شایع ہوا
ہے مگر بعض عیسائی پادریوں نے اس سے بڑھ کر حقیقت
فہمی کا جوہر دکھلایا ہے وہ کہتے ہیں کہ درحقیقت اصلاح
کچھہ چیز ہی نہیں اور نہ کبھی کسی کی اصلاح ہوئی توریت کی
تعلیم اصلاح کے لئے نہیں تھی بلکہ اس ایما کے لئے کہ گنہگار
انسان خدا کے احکام پر چل نہیں سکتا اور انجیل کی تعلیم
بھی اسی مدعا سے تھی ورنہ طمانچہ کھاکر دوسری گال بھی
پھیر دینا نہ کبھی ہوا نہ ہوگا اور کہتے ہیں کہ کیا مسیح کوئی جدید
تعلیم لیکر آیا تھا اور پھر آپ ہی جواب دیتے ہیں کہ انجیل
کی تعلیم تو پہلے ہی سے توریت میں موجود تھی اور بائبل
کے متفرق مقامات جمع کرنے سے انجیل بنجاتی ہے پھر
مسیح کیوں آیا تھا؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ صرف خودکشی
کے لئے مگر تعجب کہ خودکشی سے بھی مسیح نے جی چرایا اور

شفقت کانیٹ ص ۲۷۴

کسی ایسے مصلح کو بطور نظیر پیش کر سکتا ہے جس کا آنا
ایک عام اور اشد ضرورت پر مبنی ہو اور جانا اپنا
غرض کی تکمیل کے بعد ہو اور ان مخالفوں کو اپنی ناپاک

ایلی ایلی لما سبقتنی منہ پر لایا - پھر یہ بھی تعجب کا مقام ہے
کہ زید کی خودکشی سے بکر کو کیا حاصل ہوگا اگر کسی کا کوئی عزیز
اوس کے گھر میں بیمار ہو اور وہ اوس کے غم سے چھری مار لے
تو کیا وہ عزیز اس نابکار حرکت سے اچھا ہوجائیگا یا اگر کسی کے
بیٹے کو درد قولنج ہے تو اوس کا باپ اوس کے غم میں اپنا
سر پتھر سے پھوڑ لے تو کیا اس احمقانہ حرکت سے بیٹا اچھا
ہوجائے گا اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ زید کوئی گناہ کرے
اور بکر کو اوس کے عوض سولی پر کھینچا جاوے یہ عدل ہے
یا رحم کوئی عیسائی ہم کو بتلا دے ہم اس کے اقراری ہیں
کہ خدا کے بندوں کی بھلائی کے لئے جان دینا یا جان دینے
کے لئے مستعد ہونا ایک اعلی اخلاقی حالت ہے لیکن سخت
حماقت ہے کہ خودکشی کی بیجا حرکت کو اوس مد میں داخل کیا
جائے ایسی خودکشی تو سخت حرام ہے اور نادانوں اور بیصبروں

خودکشی کا مسئلہ

حالت اور بدعملیوں کا خود اقرار ہو جنکی طرف وہ رسول
بھیجا گیا ہو۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ثبوت بجز اسلام کے کسی
کے پاس موجود نہیں ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ صرف
فرعون کی سرکوبی کے لئے اور اپنی قوم کو چھڑانے کے
لئے اور نیز راہ راست دکھانے کے لئے آئے تھے
سارے جہان کے فساد یا عدم فساد کی اون کو کچھہ غرض
نہیں تھی اور یہ تو سچ ہے کہ فرعون کے ہاتھ سے انہوں
نے اپنی قوم کو چھوڑا دیا مگر شیطان کے ہاتھ سے چھوڑا
نہ سکے اور نیز وعدہ کے ملک تک ان کو نہ پہنچا سکے اور
ان کے ہاتھوں سے بنی اسرائیل کو تزکیہ نفس نصیب
نہیں ہوا اور بار بار نافرمانیاں کرتے رہے یہاں تک کہ
حضرت موسیٰ فوت ہوگئے اور ان کا وہی حال تھا۔
اور حضرت مسیح کے حواریوں کی حالت خود انجیل سے
ظاہر ہے حاجت تصریح نہیں اور یہ بات کہ یہودی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۸ ـ کا کام ہو ان جانفشانی کا جسپر دو طریق
اس کامل مصلح کی لائف میں جلوہ پا رہی ہے جسکا نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

جن کے لئے حضرت مسیح نبی ہو کر آئے تھے کسقدر اُن کی زندگی میں ہدایت پذیر ہو گئے تھے یہ بھی ایک ایسا امر ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں بلکہ اگر حضرت مسیح کی نبوت کو اس معیار سے دیکھا جاوے تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اُن کی نبوت اس معیار کے رو سے کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی٭۔ کیونکہ اول نبی کے لئے ضروری ہے۔ کہ اسوقت آوے کہ جب فی الواقعہ اس امت کیحالت دینداری تباہ ہو گئی ہو جسکی طرف وہ بھیجا گیا ہے

٭ نوٹ۔ عیسائی کفارہ پر بہت ناز رکھتے ہیں۔ مگر عیسائی تاریخ کے واقف اس سے بے خبر نہیں کہ مسیح کی خودکشی سے پہلے جو عیسائیوں کے زعم میں ہی تھو ڑے بہت نیک چلن تھے مگر خودکشی کے بعد تو عیسائیوں کی بدکاریوں کا بند ٹوٹ گیا کیا یہ کفارہ کی نسل جو اب یورپ میں موجود ہے اپنی چال و چلن میں ان لوگوں سے مشابہ ہے جو کفارہ سے پہلے مسیح کے ساتھ پھرتی تھی۔ نہ

لیکن حضرت مسیح یہود کو ایسا الزام کوئی بھی نہیں دے سکتے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اُنہوں نے اپنے اعتقاد بدل ڈالے ہیں یا وہ چور اور زناکار اور قمار باز وغیرہ ہوگئے ہیں یا اُنہوں نے توریت کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ بلکہ خود گواہی دی کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کے گدی پر بیٹھے ہیں اور نہ یہود نے اپنے بدچلن اور بدکار ہونے کا اقرار کیا۔

پھر دوسرے سچے نبی کی سچائی پر یہہ بھاری دلیل ہوتی ہے کہ وہ کامل اصلاح کا ایک بھاری نمونہ دکھلا دے پس جب ہم اس نمونہ کو حضرت مسیح کی زندگی میں غور کرتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اوہنوں نے کونسی اصلاح کی اور کتنے لاکھہ یا ہزار آدمی نے اُن کے ہاتھہ پر توبہ کی تو یہ خانہ بھی خالی پڑا ہوا نظر آتا ہے ہاں بارہ حواری ہیں مگر جب اِن کا اعمالنامہ دیکھتے ہیں تو دل کانپ اٹھتا ہے اور افسوس آتا ہے کہ یہ لوگ کیسے تھے

که اس قدر اخلاص کا دعوے کرکے پھر ایسی ناپاکی
دکھلاویں جسکی نظیر دنیا میں نہیں کیا تیس روپیہ لیکر
ایک سچے نبی اور پیارے رہنما کو خونیوں کے حوالے
کرنا حواری کہلانیکی یہی حقیقت تھی کیا لازم تھا کہ پطرس
جیسا حواریوں کا سردار حضرت مسیح کے سامنے کھڑے
ہوکر اُن پر لعنت بھیجے اور چند روزہ زندگی کے لئے
اپنے مقتدا کو اُس کے مُنہ پر گالیاں دے کیا مناسب
تھا کہ حضرت مسیح کے پکڑے جانے کے وقت میں تمام
حواری اپنا اپنا راہ لیں اور ایکدم کے لئے بھی صبر نکریں
کیا جس کا پیارا نبی قتل کرنیکے لئے پکڑا جاوے ایسے
لوگوں کے صدق وصفا کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں جو
حواریوں نے اوس وقت دکھلائے اُن کے گذر جانے
کے بعد مخلوق پرستوں نے باتیں بنائیں اور آسمان
پر چڑھا دیا۔ مگر جو کچھ اُنہوں نے اپنی زندگی میں اپنا
ایمان دکھلایا وہ باتیں تو اب تک انجیلوں میں موجود
ہیں۔ غرض وہ دلیل جو نبوت اور رسالت کے
مفہوم سے ایک سچے نبی کے لئے قایم ہوتی ہے

وہ حضرت مسیح کے لئے قایم نہیں ہو سکی اگر قرآن ان
کی نبوت کا بیان نہ کرتا تو ہمارے لئے کوئی بھی راہ
کھلی نہیں تھی کہ ہم ان کو سچے نبیوں کے سلسلہ میں
داخل کر سکیں کیا جسکی یہ تعلیم ہو کہ میں ہی خدا ہوں
اور خدا کا بیٹا اور بندگی اور فرمانبرداری سے آزاد
اور جسکی عقل اور معرفت صرف اس قدر ہو کہ میری
خودکشی سے لوگ گناہ سے نجات پا جائینگے ایسے
آدمی کو ایک دم کے لئے بھی کہ سکتے ہیں کہ وہ دانا
اور راہ راست پر ہے مگر الحمد للہ کہ قرآنی تعلیم
نے ہم پر یہ کھولدیا کہ **ابن مریم** پر یہ سب جھوٹے
الزام ہیں انجیل میں **تثلیث** کا نام و نشان
نہیں ایک عام محاورہ ابن اللہ کا جو پہلی کتابوں
میں آدم سے لیکر اخیر تک ہزارہا لوگوں پر بولا گیا
تھا وہی عام لفظ حضرت مسیح کے حق میں انجیل میں
آگیا پھر بات کا تبنگڑ بنایا گیا یہانتک کہ حضرت مسیح
اسی لفظ کی بنیاد پر خدا بھی بن گئے حالانکہ نہ کبھی
مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا اور نہ کبھی خودکشی کی خواہش

ظاہر کی جیساکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایسا کرتا تو راستبازوں کے دفتر سے اُس کا نام کاٹا جاتا یہ بھی مشکل سے یقین ہوتا ہے کہ ایسے شرمناک اور جھوٹھ کی بنیاد حواریوں کے خیالات کی برگشتگی نے پیدا کی ہو گو اُنکی نسبت جیساکہ انجیل میں بیان کیا گیا ہے یہ صحیح بھی ہو کہ وہ موٹی عقل کے آدمی اور جلد تر غلطی کھانیوالے تھے لیکن ہم اس بات کو قبول نہیں کر سکتے کہ وہ ایک نبی کے صحبت یافتہ ہو کر ایسے بیہودہ خیالات کی جنس کو اپنی ہتیلی پر لیئے پھرتے تھے مگر انجیل کے حواشے پر نظر غور کرنے سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ ساری چالبازی حضرت پولس کی ہے جس نے پولٹیکل چالبازوں کی طرح عمیق مکروں سے کام لیا ہے۔

غرض جس ابن مریم کی قرآن نے ہمکو خبر دی ہے وہ اسی ازلی ابدی ہدایت کا پابند تھا جو ابتدا سے بنی آدم کے لئے مقرر کی گئی ہے لہذا اُسکی نبوت کے لئے قرآنی ثبوت کافی ہے گو انجیل کی رو سے کتنے ہی شکوک وشبہات اُسکی نبوت کے بارے میں پیدا ہوں والسلام علی من اتبع الھدیٰ

قرآن شریف کی تعریف

(منظوم)

خدا ہی نور خدا تھا نہ تھا کوئی مظہر
نہ عرش و فرش نہ لوح و قلم نہ جن و بشر

اندھیری گھپ کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا
ہوا جو نور فگن بام چرخ پر نیر

ضیائے نور کے شعشے ادہر ادہر پھیلے
شب سیاہ سے پیدا ہوئی بیاض سحر

نکالا رات سے دن اور دن سے نکلی رات
بچھی زمین ہوئی مہر و مہ ضیا گستر

بنایا کیسے کسی کو خبر نہیں اس کی
نہ ہم وہاں تھے نہ تم تھے نہ کوئی جن و بشر

خدا ہی جانے ہے کس طرح ہیں ارض و سما
یہ خاک و آتش و آب و ہوا ہیں چیز نکر

بسیط اور مرکب کی لاکھ تحقیقیں ہوں
مگر ہیں سب یہ طلسمات عقل سے باہر

ہوئے بسیط جو ترکیب از روح و جسد
ہوئے جدا ہیولا سے رو نما یہ صور

ہزاروں شکلیں ہیں ملتی نہیں ہے ایک سی ایک
جدا ہے شکل جدی بات ہے جدا پیکر

ہر ایک چیز کی صورت نئی نیا نقشہ
ہر ایک شے کا تفاوت بتا رہی ہے نظر

جناب سے آئے یہاں آدم صفی اللہ
ہیں گذرے سال ابھی ہیں ستا ہزار کچھ اوپر

خدا نے بھیجے رسولان محترم کتنے
محمد عربی ہیں ہمارے پیغمبر

ہوا صحیفہ کامل حضور پر نازل
ہے نام صحف و قرآن لکھا ہوا سب کچھ

اسی کتاب نے ابواب غیب کھولے ہیں
یہی کتاب ہوئی رہنما ہے جملہ بشر

فصاحتون سے اسی کی عرب ہوا عاری | یہی ہی کہ ہی معجزہ بہر جناب پیغمبر
بلاغتون کو اسی کی لگا دیون سے | سخن خدا کے نہین یہ کبھی کلام بشر
ہزارون ہو گئے حافظ ہزارون اب بھی ہین | کوئی کتاب کی یاد ہو گئی یون از بر
کبھی ہوا نہین یہ اہتمام دنیا مین | کبھی ہوا نہین محفوظ یون کوئی دفتر
ہزار نسخون مین دیکھو تو ایک ہی ہمسر | ہزار نسخون مین ڈھونڈو تو اک زبر و زیر
عرب مین روم مین فارس مین چین و جاپان مین | یمن مین مصر مین کابل مین ہند مین گھر گھر
جہان تلاش کرو ایک سا ہی قرآن | نہین کسی مین تفاوت کرو ہزار نظر
کلام ہی یہ خدا کا خدا ہی حافظ ہے | وہی رہیگا محافظ جہان مین تا حشر
شروع جسسے ہوا دین پر تمام ہوا | سمجھ اوسی ہی یہی نکتۂ خرد پرور
مسائل فقہا اس سے کیجئے مستنبط | دلائل حکما اس سے لیجئے سر تا سر
اسی سے کی ہے زکوۃ و صلوۃ کی تعلیم | اسی نے روزہ و حج کی دکھائی ہی منظر
یہی جہاد کی بانی ہوئی زمانہ مین | اسی نے جنگ سے واجب کیا ہی سب کو حذر
اسی نے ہم سے کہا یون اٹھو نہ تم ناحق | نہ ہون جہاد کی جب تک شروط سب ظاہر
اسی نے فتح کی والفتح مین خبر دی ہے | اسی نے کھولدئی باب خندق و خیبر
یہی ہی رایت اسلام کے لئے پرچم | اسی کے نام پہ لکھی گئی ہی فتح و ظفر
یہی ہی مشغلۂ فردوس بہر ہر مومن | یہی ہی قصۂ دوزخ برائے ہر کافر
لڑائی لڑتے ہین ہم جیسے اجکل یہ سب | کھلے ہی اتنے ہی بر دلت تیغ و تیر و تبر

اسی نے ہمکو بتائیں سلوک کی باتیں
اسی نے لکھوا لیے ہیں ابواب علم عالم پہ

اسی نے ہمکو کیا بادشاہ روئے زمین
اسی نے ہمکو کیا روشناس ہر کشور

کیا اسی نے ہماری معاشرت کو درست
کیا اسی نے مہذب جہان کو سر تا سر

اسی نے ہم سے کہا ہر جگہ رہو سچے
کبھی نہ بھول کے ہو جھوٹ کا کوئی خوگر

کرو کسی سے جو تم عہد وہ کرو پورا
لڑو کسی سے نہ جب تک کہ دیکھ پاؤ ضرر

جو کوئی تم سے لڑے تو لڑو نہیں تو نہیں
جو صلح ہو تو رہو سب میں ہو کے شیر و شکر

اسی کو بھول کے بیٹھے ہیں ہم جہانداری
اسی کے جھنڈے سے چھوٹی ہیں ہم سے فتح و ظفر

اسی نے ہمکو بتائے اصول بیع و شرا
اسی نے ہمکو سکھائے قواعد دفتر

اسی کے نور سے یورپ کو کر دیا روشن
اسی کے سائے میں افریقہ آیا سر تا سر

کیئے اسی نے میادین ایشیا گلزار
ہوا اسی سے گلستان خشک تازہ و تر

اسی نے کفر کی ظلمت کو میٹ کر چھوڑا
اسی کے نیر ہیں ثبت ہر مقام کے تختہ پر

اسی کے سحر کے ہیں یادگار ہفت زمین
اسی کے معجزے ہیں روشناس ہر کشور

یہی ہے غوث یہی ہے مغاث و غیث جہاں
یہی ہے قطب جنوب و شمال سر تا سر

جہان میں تا کہ ہے اسلام اسہی کی قائم
رہے کلام خدا زیب مسجد و منبر

صاحبان

سیرت النبی کی پہلی جلد آپ کی نذر کی جاتی ہے۔ اس کتاب کا موضوع دنیا کے سردار **حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کے حالات بابرکات ہیں قرآن و حدیث کا ثبوت سب سے بڑا ضروری تھا۔ جو **آنحضرت** صلعم کے حالات کے سچے ماخذ ہیں۔ **پہلی جلد** میں **قرآن** و **حدیث** کی صداقت کی نسبت آپ کو بہت سا حال معلوم ہوگیا اب **دوسری جلد** میں نمبروار قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کے دلایل وغیرہ ذکر کیے جائینگے اور اس کا کلام الٰہی ہونا بمقابلہ تمام کتب آسمانی کے قطعی اور یقینی دلایل سے ثابت کیا جائیگا۔ امید ہے کہ دوسری جلد کو آپ پہلی جلد سے بھی فایق تر پائینگے۔ اس جلد کو لیجیے اور دوسری جلد کا انتظار کیجیے اوسکے بعد تیسری چوتھی جلدیں مشتمل بر حالات تفصیلی آنحضرت صلعم آپ کی نذر کی جائینگی۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

آپ کا نیازمند منیجر مفید عام پریس سیالکوٹ

کتاب سیرت النبی جلد اول کی فہرست

فہرست کتب موجودہ مطبع

دنیا میں پہلی طرز کا قرآن مجید

یعنی

جیبی مترجم حمائل بامحاورہ جس کی نظیر ہفت اقلیم میں نہیں جس میں ۱۲ خوبیاں نمبروار پائی جاتی ہیں (۱) تقطیع جیبی نہایت عمدہ اور موزون ہے یعنی ۵ انچ لمبی ۳ انچ چوڑی جو جیب میں باسانی آسکتی ہے اور شایق کلام مجید ہروقت اپنے پاس رکھہ سکتا ہے (۲) ترجمہ حمائل شریف بالمقابل صفحہ پر کیا گیا ہے ایک صفحہ پر اصلی متن اور دوسرے

صفحہ پر اوس کا ترجمہ تاکہ ترجمہ و متن کچھ بیچ نہ ہو جاوے متن و ترجمہ نہایت صفائی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ (۳) صفحہ بصفحہ آیات کے نمبر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ترجمہ دیکھنے میں کوئی دقت نہ ہو (۴) ہر صفحے کے آخیر پر آیت اور اوس کا ترجمہ ختم ہوتا ہے جس سے آیت کے لیئے قرآن شریف کے ورق کو الٹنا نہیں پڑتا۔ یہہ خوبی آج تک کسی مترجم قرآن شریف میں نہیں ہے (۵) عربی فارسی تحریر نہایت اعلی درجہ کی ہے بڑی ہی خوش رقم و خوش قلم حمایل مجید ہے۔ (۶) ترجمہ جدید با محاورہ زبان حال کے اردو کے موافق کیا گیا ہے ترجمہ ایسا شایستہ اور لطیف ہے کہ خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور تمام مقدرات اور محذوفات ترجمہ کے اندر خطوط وحدانی میں لکھہ دیئے ہیں جس سے تفسیر کی تفسیر اور ترجمہ کا ترجمہ ہے اور بڑی آسانی سے سمجھہ میں آتا ہے (۷) اس حمایل مقدس کے شروع میں سیپاروں اور سورتوں کی فہرست دی گئی ہے جس سے جھٹ سیپارہ اور سورۃ نکال سکتے ہیں (۸) شروع میں تمام قرآن شریف کے مضامین کی فہرست ہے جو واعظوں خطیبوں اور تمام مسلمانوں کے لیئے نہایت کارآمد ہے۔ نماز زکوۃ۔ صبر۔ شکر وغیرہ تمام امور کے متعلق ایک ہی جگہ حوالے لکھہ دیئے گئے ہیں۔ نماز کا لفظ دیکھو اور قرآن شریف مین جہاں جہاں نماز کا ذکر آیا ہے تمام مقامات معہ حوالہ سورت و رکوع ایک منٹ میں دیکھہ لو (۹) سواے اسکے تمام انبیاء کا ذکر قرآن شریف مین جہاں جہاں آیا ہے اون کی نسبت

نفیس - تقطیع اور حجم کلان قیمت عـ۱۲ـہ

حیات اعظم - مولفہ میرزا حیرت - حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کی سوانح عمری کی بے نظیر کتاب ہے - قیمت عـ۱۲ـہ

پنجسورہ بے نظیر مترجمہ بالمقابل (جیبی) ہمارے پریس کی بے نظیر حمایل کی طرح یہ پنجسورہ بھی بلا شبہ بے نظیر ہے - ۲۹ سورتوں کے علاوہ مشہور وظایف اوراد و فتحیہ - دعا ءسعفنی - دعا گنج العرش نماز بھی شامل ہے قیمت فی جلد مجلد چرمی کاغذ حنائی کاغذ سفید ۸/

عشرہ کاملہ آریہ کے دس بڑی بڑی اعتراضوں کا جواب دیانندی فرقہ جو اسلام کا جانی دشمن ہے اُس کے تمام اصول وعقائد تناسخ - قدامت مادہ و روح وغیرہ وغیرہ کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا گیا ہے اور اسلامی مسایل کو فلسفانہ طرز سے ثابت کیا ہے - رد آریہ میں اس سے عمدہ دنیا بھر میں کوئی کتاب نہ دیکھو گے - حجم ایک ہزار ۴۰۲ صفحہ - چار جلدوں میں قیمت فی جلد ۸ قیمت کامل کتاب للعہ

نماز اور اُس کی حقیقت - نماز کی فلاسفی اور مخالفین کے کل اعتراضات کا جواب جو وہ نماز پر کرتے ہیں ۱۲۰ صفحہ قیمت جلد .... سہ

روزہ اور اوسکی حقیقت - روزہ کی فلاسفی مخالفوں کے کل اعتراضات کا جواب قیمت ....

درخواستیں تمام بنام منیجر صفید عام پریس سیالکوٹ کی آئیں